بہنوں کا اپنا ماہنامہ
شعاع
اکتوبر 2022
www.pklibrary.com

اکتوبر 2022
جلد 36 شمارہ 2
قیمت 120 روپے

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلے کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

واٹس ایپ
03172266944

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری

پاکستان (سالانہ) ——— 1,440 روپے
ایشیا، افریقہ، یورپ ——— 21000 روپے
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا - 24000 روپے
سالانہ خریداری کے لیے ای میل کیجیے
subscriptions@khawateendigest.com

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ شعاع، 37 - اردو بازار، کراچی۔

رضیہ جمیل نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا -

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 0092-21-32766872
Email: shuaa@khawateendigest.com website: www.khawateendigest.com

رخسانہ جمیل

شعاع اکتوبر کا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

سیلاب سے پیدا ہونے والی صورت حال کے باعث پچھلا شمارہ آپ تک بہت تاخیر سے پہنچا۔ ہماری بہت سی بہنوں کو پرچے کے حصول میں دشواری ہوئی۔ جن بہنوں کو پرچا نہیں ملا وہ، پرچے میں دیے واٹس ایپ نمبر پر میسج کر کے یا فون کر کے گھر بیٹھے پرچا حاصل کر سکتی ہیں۔

سیلاب نے تباہی کی جو داستانیں رقم کی ہیں۔ ان کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ اپنے گھر کی چھت تلے پرسکون زندگی گزارنے والے لاکھوں افراد اپنے زندگی بھر کے اثاثوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان کے پاس نہ سر چھپانے کا ٹھکانا ہے نہ کپڑے اور نہ ہی خوراک کا مناسب انتظام ہے۔ بہت سی جگہوں پر تو ابھی امداد پہنچ ہی نہیں پائی۔

سیلاب زدگان کی امداد کے لیے جو جوش و خروش اور جذبہ نظر آیا تھا۔ وہ بھی اب ماند پڑتا نظر آ رہا ہے۔ میڈیا کو عوامی مسائل سے تو بھی دل چسپی رہی ہی نہیں یہ قومی المیہ بھی میڈیا کی توجہ نہ حاصل کر سکا۔

وزیراعظم پاکستان نے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں عالمی برادری کی توجہ اس طرف دلائی۔ انہوں نے کہا کہ ماحولیاتی تبدیلی کی وجہ سے سیلاب آیا جبکہ ماحولیاتی تبدیلی میں پاکستان کا ایک فیصد حصہ بھی نہیں، اس کی ذمہ داری ترقی یافتہ ممالک پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو ہمارے نقصان کا ازالہ کرنا چاہیے، معروف اداکارہ انجلینا جولی بھی سیلاب زدہ علاقوں کے دورے کر رہی ہیں۔ اس کے باوجود ابھی تک کوئی خاطر خواہ امداد نہیں پہنچ پائی ہے۔ اس مسئلہ کا حل ہمیں خود ہی تلاش کرنا ہوگا۔

آہ عابد صاحب

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے ایک ذمہ دار کارکن ہمارے دیرینہ ساتھی محترم عابد صاحب ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

عابد صاحب نے چار عشروں سے زیادہ وقت اس ادارے میں گزارا۔ ان جیسے مخلص، سادہ لوگ کم ہی ہوں گے کہ اتنی طویل مدت میں کبھی کسی کو ان سے کوئی شکایت نہ ہوئی حتیٰ کہ کسی سے معمولی سی تکرار بھی نہ ہوئی۔

عابد صاحب کا کام بہت ذمہ داری کا تھا۔ ذرا سی چوک، معمولی سی لاپروائی، چھوٹی سی بھول بڑے نقصان کا باعث بن سکتی تھی لیکن انہوں نے بڑی ذمہ داری سے ہر اس کام کو انجام دیا جو ان کے ذمے تھا۔

ایک نہ ایک دن ہم سب کو دنیا سے رخصت ہو جانا ہے لیکن دنیا سے اس طرح رخصت ہونا کہ ہر دل آپ سے راضی ہو۔ کسی کو شکایت نہ ہو کبھی کسی کو تکلیف نہ دی ہو۔ بہت بڑی بات ہے۔ عابد صاحب ایسی ہی، بے ضرر شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں اور شفقتوں سے نوازے۔ آمین۔

اس شمارے میں

- ☆ فرزانہ کھرل کا مکمل ناول ...... ہم اور بلبلیں
- ☆ حبیبہ شیراز کا مکمل ناول ...... تم ملے
- ☆ شازیہ جمال طارق کا ناولٹ۔ تیرے اقرار کا موسم
- ☆ تنزیلہ ریاض کے ناول نور القلوب کی آخری قسط
- ☆ امت العزیز شہزاد کا ناول ...... والعصر
- ☆ ہاجرہ ریحان، شازیہ الطاف ہاشمی، تحسین گل، حمیرا شفیع، زارا منجر ااور قرۃ العین خرم ہاشمی کے افسانے
- ☆ معروف اداکارہ فضیلہ قیصر سے ملاقات ☆ معروف شخصیات سے گفتگو کا سلسلہ دستک
- ☆ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں

pklibrary.com

مجھے سرور ملا ہے، تیری ثنا کر کے
سدا قریب ہی پایا تجھے دعا کر کے

تیرے اصول ہیں یکساں یہاں سبھی کے لیے
نجات پائی تھی یونس ؑ نے التجا کر کے

یہ کونپلیں، یہ شگوفے، یہ پھول، برگ و شجر
شگفتہ رہتے ہیں ہر دم تیری ثنا کر کے

خدا تو، تو ہی ہے کون و مکاں کا مالک
میں شعر کہتا ہوں، بس تیرا آسرا کر کے

یہ پھول حمد و ثنا کے کھلے رہیں سہراب
خدا قبول کرے، اپنا واسطہ کر کے

آغا سہراب جنگ

ملا مقام کہاں سے کہاں مدینے میں
کہ جسم و جاں نے پائی اماں مدینے میں

گونج رہی ہے فضا درود و سلام سے
ذرے ذرے نے پائی زباں مدینے میں

گھٹائیں رحمتِ حق کی ہیں، چار سو پھیلی
بہار بن گئی آ کر خزاں مدینے میں

مبارک اہلِ مدینہ کیا خوش نصیبی ہے
ہیں محوِ خواب شہہ دو جہاں مدینے میں

نگاہِ لطف کا محتاج فقیر تیرا
ملے اسے بھی اک آشیاں مدینے میں

محمد زبیر

pklibrary.com

ادارہ

بیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

دوسروں کو حقیر جاننا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی کبر ہوگا۔"

ایک آدمی نے عرض کیا: ایک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو (کیا یہ بھی کبر ہے؟)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے، خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔ کبر، حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔"

(مسلم)

کسی کو جہنمی کہنا

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر اس بات کی قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا۔ بے شک میں نے اس کو بخش دیا، اور تیرے عمل میں نے برباد کر دیے۔" (مسلم)

فائدہ: بعض لوگوں کو اپنی عبادت اور زہد و تقویٰ پر گھمنڈ ہو جاتا ہے جو انہیں دوسروں کی بابت بدگمانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ بڑے یقین سے اس بات کا اظہار کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص کو تو اللہ نے بھی معاف نہیں کرنا۔

حالانکہ یہ اللہ کی شان میں بے ادبی کا مظاہرہ اور اپنی بابت حد سے زیادہ خوش گمانی کا نتیجہ ہے۔ یہ رویہ اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس عابد و زاہد و متقی کے سارے عمل برباد کر کے اسے جہنم میں پھینک دے اور اس گناہ گار کو معاف کر کے جنت میں بھیج دے جس کی بابت یہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ اسے اللہ معاف نہیں کرے گا۔ اس لیے انسان کو اپنی عبادت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

مسلمان کی تکلیف پر خوشی کا اظہار کرنے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مومن تو بھائی بھائی ہیں۔" (الحجرات 10)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بے شک وہ لوگ جو اہل ایمان کے اندر بے حیائی کے پھیلانے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔" (النور 19)

نسب میں طعن کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف دیتے ہیں، یقیناً انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔" (الاحزاب ۔ 58)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

pklibrary.com

"دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے کفر کا باعث ہیں: نسب میں طعن کرنا اور فوت شدہ پر بین کرنا۔" (مسلم)

فوائد و مسائل:

1۔ یہ دونوں گناہ ایسے ہیں کہ اگر انسان انہیں حلال سمجھ کر ان کا ارتکاب کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا، تاہم بشری کمزوری کی وجہ سے ان کا صدور سخت کبیرہ گناہ ہے۔

2۔ نسب میں طعنہ زنی کا مطلب ہے کہ کسی شخص کو اس کی تحقیر و توہین کی نیت سے کہا جائے کہ تیرا باپ تو فلاں کام کرتا ہے، تیری ماں تو ایسی ویسی ہے یا تو جولاہا، لوہار، دھوبی اور موچی وغیرہ ہے۔ پیشوں کی وجہ سے بھی کسی خاندان یا شخص کو حقیر سمجھنا طعن فی النسب ہی کی ایک صورت ہے۔

3۔ نوحہ و ماتم (بین کرنے) کا مطلب: مردے کے اوصاف بیان کر کر کے رونا، پیٹنا اور زور زور سے چیخنا اور واویلا کرنا ہے۔

جعل سازی اور دھوکا دہی کی ممانعت

مسلمان پر ہتھیار اٹھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے، وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں اور جو ہمیں دھوکا وفریب دے، وہ ہم میں سے نہیں۔" (مسلم)

دھوکا دہی

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلے کے ایک ڈھیر پر سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو آپ کی انگلیوں نے تری محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

"اے غلے والے! یہ کیا ہے؟"

اس نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! اسے بارش پہنچی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو تو نے اس (بھیگے ہوئے حصے) کو غلے کے اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں۔ (یاد رکھ) جس نے ہم سے دھوکا کیا، وہ ہم میں سے نہیں۔"

فوائد و مسائل:

1۔ ہتھیار اٹھانے سے مراد مسلمانوں کی جماعت کے خلاف خروج و بغاوت کرنا، یا بغیر کسی وجہ کے کسی مسلمان پر تلوار، بندوق، ماؤزر اور کلاشنکوف وغیرہ اٹھانا اور اسے مار دینا ہے۔ جیسے آج کل بدقسمتی سے یہ دہشت گردی عام ہے۔

2۔ جعل سازی اور دھوکا دہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک معنوی ہے، جیسے باطل پر حق کا غلاف چڑھا دینا اور دوسری مادی اور ظاہری ہیں، جیسے سودے میں کوئی عیب ہو تو اسے ظاہر نہ کرنا، اچھے مال میں ردی اور گھٹیا مال کی آمیزش کر دینا، سودے میں کسی اور چیز کی ملاوٹ کر دینا تاکہ اس کا وزن زیادہ ہو جائے۔ اس طرح کی اور متعدد صورتیں۔

3۔ ہم میں سے نہیں کا مطلب ہے، مسلمانوں کے طریقے پر نہیں۔ اس کا یہ کردار مومنانہ نہیں، غیر مومنانہ ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کو ہر قسم کی دھوکا دہی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

قیمت بڑھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خریداری کی نیت کے بغیر بولی میں اضافہ مت کرو۔" (بخاری و مسلم)

فائدہ: انسان کی نیت خریدنے کی نہ ہو، پھر بھی قیمت بڑھا کر بولی لگائے تو ظاہر بات ہے کہ اس سے دوسرا خریدار دھوکا کھا جائے گا اور اسے اصل قیمت سے کہیں زیادہ قیمت پر وہ چیز خریدنی پڑے گی۔ گویا یہ بھی دھوکا دہی کی ایک صورت ہے۔

pklibrary.com

ذمہ داری

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ خرید وفروخت میں دھوکا کھاجاتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس سے تو سودا کرے تو یہ کہہ دیا کر کہ دھوکا نہیں ہونا چاہیے۔'' (بخاری ومسلم)

فائدہ: مذکورہ الفاظ کہنے سے مقصد ثبوت خیار کا تحقق ہے، یعنی اگر سودے میں کوئی دھوکا اور فریب ہوا تو خریدار کو سودا واپس کرنے کا حق ہوگا۔ بیچنے والوں کو بھی اس حق کا احترام کرنا پڑے گا۔

مالک کے خلاف کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی کی بیوی یا اس کے غلام کو دھوکا دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔'' (ابوداؤد)

فائدہ: کسی کی بیوی یا غلام کو ورغلا کر خاوند اور مالک کے خلاف کردینا اوران کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرکے انہیں ایک دوسرے سے متنفر کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ مومن کی شان تو اصلاح بین الناس ہے نہ کہ فساد بین الناس (لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا۔)

بدعہدی کا حرام ہونا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

نیز فرمایا: ''عہد کو پورا کرو، اس لیے کہ عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔''

(الاسرا۔34)

فائدہ آیات: ایک عہد تو وہ ہے جو انسان آپس میں کرتے ہیں۔ اور ایک عہد وہ ہے جو اللہ نے انسانوں سے لیا ہے کہ وہ اس کی توحید وربوبیت کا اقرار کریں اور اس کے احکام وہدایات کے مطابق زندگی گزاریں۔ الغرض دونوں قسم کے عہدوں کی پاس داری ضروری ہے اوران میں کوتاہی پر قیامت والے دن بازپرس ہوگی۔

منافق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چار خصلتیں ہیں، جن میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔

1۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

2۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

3۔ جب کوئی عہد کرے تو بے وفائی کرے۔

4۔ اور جب کسی سے جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' (بخاری ومسلم)

فوائد ومسائل:

1۔ یہ منافقانہ خصلتیں ہیں، ایک مومن کو ان تمام خصلتوں سے پاک ہونا چاہیے۔

2۔ اخلاق فاضلہ کا ایمان سے گہرا تعلق ہے، جہاں ایمان ہوگا، وہاں حسن اخلاق کی بھی جلوہ گری ہوگی اور جہاں ایمان نہیں ہوگا۔ اخلاق کا بھی فقدان ہوگا۔

عہد توڑنا

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت والے دن ہر عہد توڑنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہوگا، کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے۔''

(بخاری ومسلم)

فائدہ: غدر سے مراد عہد توڑ دینا اور اس کی

pklibrary.com

پرواہ نہ کرنا ہے، قیامت والے دن تمام لوگوں کے سامنے ایسے عہد شکن کو ایک جھنڈا دیا جائے گا جو اس کی بدعہدی کا ایک نشان ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر عہد شکن کے لیے قیامت والے دن، اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔ اسے اس کی بدعہدی کے تناسب سے بلند کیا جائے گا۔ سنو! عام لوگوں کے امیر و حاکم کے عہد کو توڑنے والے سے بڑا عہد شکن کوئی نہیں۔'' (مسلم)

فوائد و مسائل:

1۔ عامتہ المسلمین کے امیر سے مراد حاکم وقت (خلیفہ، بادشاہ اور حکمران) یا اس کا نائب ہے۔ اس کے عہد کو توڑنے سے مراد اس کے عہد اطاعت اور بیعت کا توڑنا اور اس کے خلاف خروج و بغاوت ہے۔ اسلام نے حکمرانوں پر تنقید کرنے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کی اصلاح کرنے کی تو تاکید کی ہے اور اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے، لیکن ان کے فسق و فجور یا ان کے ظلم کی وجہ سے ان کے عہد اطاعت کو توڑ دینے اور ان کے خلاف خروج و بغاوت کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس طرح ملک میں فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہے جس سے حالات مزید خراب ہی ہوتے ہیں، اصلاح پذیر نہیں ہوتے۔ خلفا و سلاطین کے خلاف خروج و بغاوت کی تاریخ کا جائزہ لینے سے بھی اس حکم کی افادیت و اہمیت واضح ہوتی ہے۔

2۔ تاریخ میں خروج و بغاوت کے جتنے بھی واقعات ہیں، ان میں سے کسی سے بھی امت مسلمہ یا اسلام کو فائدہ نہیں ہوا بلکہ نقصان ہی ہوا ہے۔ اسی طرح آج کل کی جمہوریت میں بھی جس میں حکومت وقت کے خلاف مظاہرے جمہوریت کا ایک حصہ بلکہ اس کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ یہ ایک بے ثمر عمل ہے جس سے نہ حکمرانوں کی اصلاح ہوتی ہے، نہ ملک و قوم کو کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے، البتہ توڑ پھوڑ سے لوگوں کی املاک اور قومی املاک کو نقصان پہنچتا ہے اور بعض دفعہ انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سیاسی مظاہرے بھی شرعاً — غلط ہیں۔

3۔ اس حدیث میں حکمرانوں کے خلاف اس قسم کے اقدامات پر سخت وعید بیان کی گئی ہے، اس لیے ہمیں حکومت وقت اور حکمرانوں کی اصلاح کے لیے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لیے کوئی اور مناسب طریق کار وضع اور اختیار کرنا چاہیے جس میں محض تنقید برائے تنقید نہ ہو بلکہ صحیح معنوں میں خیر خواہی اور ملک و قوم کے مفادات کا جذبہ کارفرما ہو۔ یہ احتجاجی ہڑتالیں اور سیاسی مظاہرے شرعی لحاظ سے بھی غلط ہیں اور تجربات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ ان سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

4۔ عربوں میں رواج تھا کہ وہ بدعہدی کرنے والوں کے لیے بازاروں میں جھنڈے گاڑ دیا کرتے تھے تاکہ وہ بدنام اور ذلیل ہوں۔ اسی رواج کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کی آخروی سزا کا تذکرہ فرمایا تاکہ اس جرم اور اس کی سزا کی نوعیت لوگ سمجھ سکیں۔

تین آدمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ہیں جن سے قیامت والے دن میں خود جھگڑوں گا:

ایک وہ آدمی جس نے میرے نام سے عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا۔

دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی۔

اور تیسرا وہ آدمی جس نے اجرت پر ایک مزدور حاصل کیا، چنانچہ اس سے اپنا کام تو پورا لیا لیکن اسے اس کی اجرت نہیں دی۔''

(بخاری)

فائدہ: اس میں عہد کو پورا کرنے، آزاد شخص کو

pklibrary.com

فروخت نہ کرنے اور مزدور کو اس کی مزدوری دینے کی ترغیب ہے۔

احسان جتلانے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقے ضائع مت کرو۔" (البقرہ۔ 264)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف پہنچاتے ہیں۔ (ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان پر نہ تو کچھ خوف ہے اور نہ وہ اداس ہوں گے۔"

(البقرہ۔262)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین آدمیوں سے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا، نہ (رحمت کی نظر سے) انہیں دیکھے گا اور نہ پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔"

راوی بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

حضرت ابوذر نے عرض کیا: "وہ نامراد ہوئے اور گھاٹے میں رہے اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟"

آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان کر کے احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے سے بیچنے والا۔" (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ "اپنی آزار کو نیچے لٹکانے والا۔" یعنی اپنی شلوار، پاجامے اور کپڑے کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

فوائد و مسائل:

1۔ اس سے واضح ہے کہ شلوار، پاجامہ، پتلون اور تہ بند وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے اس کے برعکس ٹخنے بلکہ پیر تک بھی ڈھکنے ضروری ہیں۔

2۔ مثل مشہور ہے۔ "نیکی کر دریا میں ڈال" یعنی کسی پر احسان کر کے پھر اسے ہرگز نہیں جتلانا چاہیے کیونکہ اس سے نہ صرف وہ نیکی برباد ہوتی ہے بلکہ انسان عذاب شدید کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لیے کسی پر احسان کرنے سے زیادہ مشکل اس نیکی کی حفاظت کرنا ہے۔

3۔ جھوٹی قسم کھانا مطلقاً حرام ہے لیکن سودا بیچنے کے لیے گاہک کو دھوکا دینے کی نسبت سے جھوٹی قسم کھانا تو اور زیادہ بڑا جرم ہے، کہ اس میں دو جرم اکٹھے ہو جاتے ہیں، جھوٹی قسم اور دھوکا دہی۔

فخر کرنا اور ظلم و زیادتی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم اپنی بابت پاکیزگی کا دعویٰ مت کرو، تم میں سے جو پرہیزگار ہیں ان کو وہ خوب جانتا ہے۔" (النجم 32)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بے شک ملامت کے لائق وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔" (الشوریٰ 42)

کسی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے (مسلمان) بھائی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کرو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرما دے اور تمہیں آزمائش میں ڈال دے۔" (اسے ترمذی نے روایت --- کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔)

☆☆

pklibrary.com

جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے

ص۔ الف

یوں تو قلم سے رشتہ بہت پرانا ہے، شادی سے پہلے شعروشاعری اور اپنے تجربات ومشاہدات ڈائری میں لکھتی رہتی تھی اور شادی کے بعد بھی یہ سلسلہ سست روی سے سہی پر جاری ہے۔ کئی بہنوں کی آپ بیتی پڑھ کر اپنی کہانی کہنے کو میرا بھی جی چاہا۔

س: شادی کب ہوئی؟

ج:۔میری شادی 26 مئی 2016 میں ہوئی۔

س: شادی سے پہلے کیا مشاغل اور دلچسپیاں تھیں؟

ج:۔شادی سے پہلے کچھ خاص دلچسپیاں نہ تھیں۔ اسکول جانا پھر واپس آ کر رسالے پڑھنا اور وہ بھی ماموں کے گھر جا کر کیونکہ میرے بھائی بہت سخت تھے، وہ رسالے نہیں پڑھنے دیتے تھے، وہ تو اسکول بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے لیکن امی بھائی کو ڈانٹ کر کہتیں کہ کیوں جی! میری کڑی اسکول پڑھنا اے، تینوں کی اے۔" (کیوں جی میری بیٹی نے اسکول پڑھنا ہے، تجھے کیا ہے؟) اور پھر بھائی چپ ہو جاتے تھے۔

ہمارے گھر ٹی وی بھی نہیں نہ موبائل رکھنے کی اجازت تھی۔ ایک دن ہم ماموں کے گھر ٹی وی دیکھنے گئے۔ ہم ابھی ٹی وی دیکھ رہے تھے کہ بھائی آ گئے آپی مجھ سے پوچھ رہی تھیں۔ "صبا وہ جو لڑکا تھا اس کا کیا ہوا، زندہ ہے کہ مر گیا ہے۔"

بھائی کہنے لگے کہ تم لوگ پہلے گھر آؤ پھر میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ وہ مر گیا ہے کہ زندہ ہے۔"

بھائی کی آواز سنتے ہی آپی کرسی کے نیچے جا گھسیں۔ اور آپی کو لگا کہ میں تو چھپ گئی ہوں لیکن آپی کی نیچے سے ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ بھائی نے کہا۔

"باہر نکل آؤ۔ عظمت! میں تم کو کچھ نہیں کہوں گا۔ ہاہاہا!۔"

س:۔شادی کے فیصلے میں آپ کی مرضی شامل تھی یا والدین کے فیصلے پر سر جھکا دیا؟

ج:۔ارے نہیں مرضی کیسی۔ میں تو ان لڑکیوں میں سے تھی۔ جو خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے خواب دیکھتی ہیں۔ مجھے تو پتا بھی نہیں تھا کہ میرا رشتہ طے ہو گیا ہے۔ میرے بڑے سے چھوٹے بھائی نے میرا رشتہ خالہ کے بیٹے سے طے کر دیا۔

س:۔ذہن میں جیون ساتھی کے حوالے سے کوئی تصور تھا۔ اور وہ کیا خوبیاں تھیں جو آپ اپنے جیون ساتھی میں دیکھنا چاہتی تھیں؟

ج:۔جی ہاں ہر لڑکی کی طرح میں نے بھی جیون ساتھی نعمان مسعود اور ہمایوں سعید سوچا تھا۔ (سوری میاں جی) لیکن اللہ کا لاکھ شکر ہے اس نے جو میری قسمت میں لکھا، وہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ اپنے جیون ساتھی کے بارے میں جو باتیں سوچی تھیں شکر ہے وہ تمام باتیں ان میں سرفہرست تھیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ارسلان میری زندگی میں نہ آتے تو مجھے کوئی بھی اتنی اچھی طرح نہ سمجھ پاتا۔

س:۔منگنی کتنا عرصہ رہی۔ شادی سے پہلے فون پر بات یا ملاقات ہوئی؟

ج:۔میری منگنی ایک سال رہی۔ اور فون پر بھی اکثر بات ہو جاتی تھی، میرے پاس موبائل نہیں تھا ماموں کے موبائل پر بات ہوتی تھی۔ ملاقات تو بہت دفعہ ہوئی یہ اکثر خالہ کو لے کر آتے تھے۔ امی کی طبیعت خراب رہتی تھی نا تو ان کا پتا کرنے کے لیے اسی بہانے آتے تھے اور میرے لیے بھی تحفہ لے کر آتے تھے۔ سب سے چھپ کر مجھے دیتے تھے۔

س:۔شادی سے پہلے آپ کے سسرال والوں

[illegible]

... کہا کہ یہ تو ہمیں رشتہ ...
... گے کیونکہ ہم ...
... ہوں ... کے لیے۔"
... بات آئی تو وہ ... گئی۔
... کر دے۔ دیکھ نا، کتنے
... رہے ہیں۔ دیکھنا کتنی قدر کریں
... بھی دیکھ کہ ہیں بھی تو اپنے غیر کا کیا پتا
کیا سلوک کریں۔ پر جب یہاں آئی تو سارا
... ہو گیا۔

س:۔ شادی کے لیے تعلیم چھوڑنا پڑی یا کوئی قربانی دینا پڑی؟

ج:۔ کسی خاص چیز کی قربانی نہیں دینا پڑی۔ میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ بس ہر لڑکی کی طرح میرے بھی بہت سے خواب تھے۔ اور ان معصوم خوابوں کی ... دینا پڑی۔ تعلیم تو بہت پہلے ہی بھائی نے چھڑوا دی تھی۔

س:۔ شادی بخیر و خوبی انجام پائی یا رسموں کے دوران لین دین پر کوئی تلخ کلامی ہوئی؟

ج:۔ جی ہاں۔ ہماری شادی بخیر و خوبی انجام ... میرے ساتھ میری آپی کی بھی شادی تھی۔ ویسے ... سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا، مطلب ساری تیاری وغیرہ ... ایک دکھ جو مجھے ساری عمر یاد رہے گا۔ میرے ابو شادی والے دن ہماری شادی میں نہیں شریک

... اپنے بھائی کو لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم ... ایک وی نہیں لینی۔
... تمہارے بھائی یا بہن نہ ... حاضر تو نہیں دے سکتی۔
... میرے ابو میری رخصتی کے وقت ... وہ تو اب بھی نہیں آتے۔ میرے ابو نہ ... آتے ہیں اور نہ ہی آپی کے سسرال جاتے ... آپ سب ... سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ میرے ... راضی ہو جائیں، پلیز دعا کرنا سب۔

... کے بعد شوہر نے آپ کو دیکھ کر کیا ...

ج:۔ ارے ارے کیا سوال پوچھ لیا آپ نے۔ سب سے پہلے کمرے میں آئے سلام کیا۔ پھر آ کر بیڈ پر بیٹھ گئے۔ سادہ سی زبان سے سادہ سے تعریفی الفاظ کہے تھے۔ (بہت سوہنی لگ رہی او)

س:۔ شادی کے بعد زندگی میں کیا تبدیلیاں آئیں؟

ج: شادی کے بعد تین چار دن ہی ہم شہر میں رہے۔ پھر ہم گاؤں چلے گئے۔ ادھر ہم ایک مہینہ رہے پھر ہم اسلام آباد چلے گئے۔ ادھر میرے میاں گاڑی چلاتے تھے اور خالہ کوٹھی میں کام کرتی تھی۔ اور میرا چھوٹا سا دیور تھا، وہ اسکول جاتا تھا۔ اور میں گھر میں اکیلی رہتی تھی۔ کوئی ٹی وی بھی نہیں تھا نہ موبائل تھا۔ ایک دن میرے میاں مجھ سے کہنے لگے کہ عبا تمہیں موبائل چاہیے تو تم یہ میرا رکھ لو۔ تب خالہ کہنے لگی نہ میرا پتر توں اپنا نال لے کے جا۔ سو فون آ جاندا اے۔"

پھر خالہ نے اپنا موبائل مجھے دیا، چھوٹا تھا موبائل امی لوگوں سے بات کر لینا۔

میں نے کہا "ٹھیک ہے" میں نے موبائل رکھ لیا۔

pklibrary.com

کے بارے میں کیا خیالات تھے؟

ج :۔خیالات تو بہت اچھے تھے۔ دراصل میرے جو خالو ہیں، انہوں نے خالہ سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کے لیے صبا ہی لینی ہے۔ تو خالہ نے کہا کیوں جی وہ تو میرے بیٹے سے بڑی ہے۔ میرا بیٹا چھوٹا ہے، میں نے کوئی نہیں یہ رشتہ کرنا۔"

پھر خالو نے کہا کہ "شادی تو توں نے کرنی ہی ہے بیٹے کی پھر اور بھی تو کوئی آئے گی ہی تو یہ کیوں نہیں۔"

خالو نے کہا کہ یہ تو ہمیں رشتہ دے دیں گے دوسرے لوگ نہیں دیں گے کیونکہ ہم نے کوئی گھر نہیں بنایا ہے کوئی، دوسرے گھر توں اگر پتر کی شادی کرنی ہے تو پہلے گھر بنا اس کے لیے۔"

پھر خالہ کے ذہن میں بات آئی تو وہ مان گئی۔ ہائے میرے بھولی بھالی ماں کہنے لگی۔

"میری دھی! توں ہاں کردے۔ دیکھ نا، کتنے پیار سے رشتہ مانگ رہے ہیں۔ دیکھنا کتنی قدر کریں گے۔ اور توں یہ بھی دیکھ کہ ہیں بھی تو اپنے غیر کا کیا پتا۔ پتا نہیں کیا سلوک کریں۔ پر جب یہاں آئی تو سارا الٹا ہو گیا۔

س :۔شادی کے لیے تعلیم چھوڑنا پڑی یا کوئی قربانی دینا پڑی؟

ج :۔کسی خاص چیز کی قربانی نہیں دینا پڑی۔ میری عمر بہت چھوٹی تھی۔ بس ہر لڑکی کی طرح میرے بھی بہت سے خواب تھے۔ اور ان معصوم خوابوں کی قربانی دینا پڑی۔ تعلیم تو بہت پہلے ہی بھائی نے چھڑوادی تھی۔

س :۔شادی بخیر و خوبی انجام پائی یا رسموں کے دوران لین دین پر کوئی تلخ کلامی ہوئی؟

ج :۔جی ہاں۔ ہماری شادی بخیر و خوبی انجام پائی۔ میرے ساتھ میری آپی کی بھی شادی تھی۔ ویسے تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا، مطلب ساری تیاری وغیرہ پر۔ اک دکھ جو مجھے ساری عمر یاد رہے گا۔ میرے ابو شادی والے دن ہماری شادی میں نہیں شریک ہوئے۔ سب نے کہا کہ دھی کی رخصتی ہے آ جا، پر وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی ایک بیٹی اپنی بہن کو دینی ہے اور دوسری اپنے بھائی کو لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان دونوں میں سے ایک وی نہیں لینی۔

پھر امی نے کہا کہ اگر تمہارے بھائی یا بہن نہ رشتہ لیں تو میں گھر جا کر تو نہیں دے سکتی۔

بس یہ وجہ تھی۔ میرے ابو میری رخصتی کے وقت نہیں آئے خیر! وہ تو اب بھی نہیں آتے۔ میرے ابو نہ میرے گھر آتے ہیں اور نہ ہی آپی کے سسرال جاتے ہیں، آپ سب بہنوں سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ میرے ابو ہم سے راضی ہو جائیں، پلیز دعا کرنا سب۔

س :۔شادی کے بعد شوہر نے آپ کو دیکھ کر کیا کہا؟

ج :۔ارے ارے کیا سوال پوچھ لیا آپ نے۔ سب سے پہلے کمرے میں آئے سلام کیا۔ پھر آ کر بیڈ پر بیٹھ گئے۔ سادہ سی زبان سے سادہ سے تعریفی الفاظ کہے تھے۔ (بہت سوہنی لگ رہی او)

س :۔شادی کے بعد زندگی میں کیا تبدیلیاں آئیں؟

شادی کے بعد تین چار دن ہی ہم شہر میں رہے۔ پھر ہم گاؤں چلے گئے۔ ادھر ہم ایک مہینہ رہے پھر ہم اسلام آباد چلے گئے۔ ادھر میرے میاں گاڑی چلاتے تھے اور خالہ کوٹھی میں کام کرتی تھی۔ اور میرا چھوٹا سا دیور تھا، وہ اسکول جاتا تھا۔ اور میں گھر میں اکیلی رہتی تھی۔ کوئی ٹی وی بھی نہیں تھا نہ موبائل تھا۔ ایک دن میرے میاں مجھ سے کہنے لگے کہ صبا تمہیں موبائل چاہیے تو تم یہ میرا رکھ لو۔ تب خالہ کہنے لگی نہ میرا پتر توں اپنا نال لے کے جا۔ سو فون آ جاندا اے۔"

پھر خالہ نے اپنا موبائل مجھے دیا، چھوٹا تھا موبائل امی لوگوں سے بات کر لینا۔

میں نے کہا "ٹھیک ہے" میں نے موبائل رکھ لیا۔

pklibrary.com

پھر کچھ دن گزرے تو خالہ نے میرے میاں سے کہا کہ تیری بیوی کسی غیر بندے سے باتیں کرتی ہے یہ دیکھ، پتا نہیں کس کس کے نمبر ہیں میرے موبائل میں۔"

ارسلان نے کہا! "امی صبا ایسی نہیں ہے تو ایسا کیوں بول رہی ہے۔"

خالہ ناراض ہوگئیں۔ ہاں جی۔ آج کل کا زمانہ ہی ایسا ہے۔ ماں جھوٹی ہے اور تمہاری بیوی سچی۔ اور جی کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں۔

س:۔ سسرال میں کن باتوں پر تعریف اور کن باتوں پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا؟

ج:۔ سوال کے پہلے حصے نے تو مجھے سوچ میں ہی ڈال دیا۔ تعریف تو بہت کم ہوئی۔ زیادہ تر تنقید ہوتی تھی ہر کام پر۔ اصل میں ہم میکہ میں زیادہ مرچوں والے کھانے کھاتے تھے۔ اور ادھر خالہ لوگ میں تو کہتی ہوں کہ مرچوں والا چھوٹا سا ڈبہ بھی تین مہینے تک جاکے ختم ہوتا ہے۔ میں جیسا بھی پکالوں، ان کی نظر میں اچھا نہیں ہوتا۔ کبھی مرچ کم ہوتی تو کبھی کہتیں مرچیں زیادہ ہیں تو کبھی چاول جڑے ہوئے ہوتے۔ پھر یہی الفاظ سننے کو ملتے کہ کچھ آتا جاتا نہیں۔ نندوں نے کبھی تعریف تو نہیں کی لیکن ہاں ان کے لہجے میں میرے لیے محبت ہوتی۔

س:۔ بچوں کی پیدائش عورت کی زندگی میں بہت بڑا امتحان بن کر آتی ہے؟

ج:۔ جی جی۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ابھی اس نعمت سے نہیں نوازا اور آپ سب بھی میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی بیٹی یا بیٹا دے۔ آمین۔

س:۔ آپ جوائنٹ فیملی سسٹم سے اتفاق کرتی ہیں یا علیحدہ رہنا پسند کرتی ہیں؟

ج:۔ جوائنٹ فیملی سسٹم بھی برا نہیں ہوتا اگر ہو تو لیکن ہم فیملی ممبرز کل چار ہیں۔ ایک خالہ، میرے میاں اور میرا دیور اور میں۔ اور کچھ عرصہ پہلے ہی میرے خالو اس دنیا میں نہیں رہے۔ اللہ ان کو جنت

SOHNI HAIR OIL

❁ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
❁ نئے بال اگاتا ہے۔
❁ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
❁ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
❁ ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قیمت -/150 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں ... ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی ... ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/150 روپے ہے ... دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے ... والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- -/400 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- -/600 روپے
6 بوتلوں کے لئے ---------- -/1100 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ و عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021

دے۔آمین۔

اور اب ہم گھر میں تین لوگ رہتے ہیں۔ میں، میرا میاں اور دیور۔ ہم لوگ جلال پور میں رہتے ہیں۔اور خالہ اسلام آباد میں رہتی ہیں ادھر آئی رہتی ہیں۔واپس بھی نہیں آرہیں اور وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرتیں۔

کہتی ہیں ”تم نے میرے بیٹے کو مجھ سے چھین لیا ہے۔تم بہت بری ہو صبا میں تم کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔“ اور کہتی ہیں کہ میں ادھر پردیس میں اکلی رہ رہی ہوں اور تم میرے بیٹے کو مجھ سے دور لے گئی ہو۔“

لیکن انہوں نے خود ہی ہم کو جلال پور بھیجا ہے، کہتی تھیں ،”آپ لوگ یہاں رہو میں بھی ایک مہینے تک واپس آجاؤں گی۔“

لیکن ابھی تک وہ نہیں آئیں۔ناراض میں نے ہونا تھا ان سے، الٹا وہ مجھ سے ناراض ہیں، اس بات کو بھی تین مہینے ہونے والے ہیں، جب وہ ہم تینوں کو اھر یہ کہہ کر گئی تھیں کہ میں واپس آجاؤں گی لیکن اب تک وہ نہ آئی ہیں۔اور نہ ہی فون پر بات کرتی ہیں۔ اپنے دونوں بیٹوں سے ٹھیک ٹھاک بات کرتی ہیں۔ لیکن جب میں بات کرتی ہوں تو وہ کال کاٹ دیتی ہیں۔میرا اتنا دل کرتا ہے ان سے بات کرنے کو۔ پر وہ نہیں کرتیں، پتا نہیں کیا ناراضی ہے ان کو میرے ساتھ جبکہ میری کوئی غلطی بھی نہیں ہے۔

وہ پتا نہیں ایسا کیوں کر رہی ہیں۔ میری بہنوں آپ ہی مجھے بتائیں۔ضروری نہیں کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں۔

اور آخر میں یہی کہوں گی کہ اپنی بیٹیوں کو ہر ہنر سکھائیں اور ساتھ ہی صبر کرنا سکھائیں۔ کیونکہ سسرال میں پہلے تختہ اور پھر تخت ملتا ہے۔میری بات یاد رکھنا ”سوا انتظار کرنا ضروری ہے۔“

س:۔ میکے اور سسرال کے ماحول میں کیا فرق محسوس ہوا؟

ج:۔ میرے میکے میں ہنسی مذاق اتنا نہیں تھا کیونکہ ہم سب بھائی سے ڈرتے تھے تو زیادہ ہنسی مذاق نہیں ہوتا تھا۔اور جب بھائی کام پر جاتے تھے تو پھر اس کے بعد ہم بہنیں کچھ شرارتیں کرتی تھیں۔ بڑی آپی ماموں کے گھر ٹی وی دیکھنے چلی جاتی تھی۔ اور ان سے جو چھوٹی تھی عظمت، وہ اور ہم رسالے پڑھتے پھر اس کے بعد میں شعر و شاعری کرتی تھی، رسالے میں سے دیکھ کر جو شعر اچھا لگتا، وہ میں ڈائری میں لکھ لیتی تھی خیر اب بھی ایسا ہی کرتی ہوں۔ اور جب بھائی کام سے واپس آتے تو تینوں بہنیں ایسے چپ کر کے بیٹھ جاتیں کہ جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔اور جو ہمارا چھوٹا بھائی تھا وہ ہم سے ہنسی مذاق کرتا اور وہ بھی میرے ساتھ رسالے پڑھتا تھا۔

بھائی وقاص کہتے صبا رسالے میں جو چھوٹی کہانی ہے نا وہ مجھے نکال کر دو۔ بڑی کہانی میری سمجھ میں نہیں آتی۔

ایک دن چھوٹا بھائی کہانی پڑھ رہا تھا کہ اوپر سے بھائی زبیر آگئے تو بھائی وقاص نے فوراً رسالہ چھپا لیا۔لیکن بھائی زبیر نے دیکھ لیا۔تو بھائی بولے کہ وقاص تو نے ان سب نوں منع کرن دی بجائے آپ شروع ہو گیا وے۔“

اس وقت بھائی وقاص گھبرا گئے بولے۔“بھائی میں۔میں تو“

”تو بھائی نے کہا کہ کیا میں میں لگا رکھی ہے شرم کر کج۔“

اور جی سسرال کا ماحول میرے میکے سے کافی کھلا ہے۔ یہاں تو میرے میاں ہی ہر کسی سے مذاق کرتے رہتے ہیں۔اپنی بہنوں سے وہ جب تک کال کر کے مذاق نہ کریں، ان کو سکون ہی نہیں ملتا پھر وہ غصہ کر جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ میں نے اج توں بعد کال نہیں کرنی دونوں نوں۔“

☆☆

pklibrary.com

معروف اداکارہ

فضیلہ قیصر سے ملاقات

شاہین رشید

فضیلہ قیصر اور قیصر خان نظامانی ایک خوب صورت کپل، بہترین پرفارمر، بہترین انسان، اگرچہ میری ان دونوں سے کبھی بلاقات نہیں ہوئی لیکن ہمارے درمیان جو دوستی ہے اور تعلق وہ بہت مضبوط ہے اور یہ دوستی، محبت اور تعلق آج کا نہیں برسوں کا ہے۔

گزشتہ دنوں معلوم ہوا کہ فضیلہ نے اپنے بڑے بیٹے "احمد" کی بات پکی کردی ہے۔ مبارک باد کے بعد قارئین کے لیے کچھ باتیں کیں آپ بھی پڑھیے۔

"کیسی ہو فضیلہ؟"

"اللہ کا شکر ہے۔"

"اللہ نے ساس کے رتبے پر فائز کیا۔ بیٹے کی بات پکی کرنے پر بہت بہت مبارک باد ہمارے ادارے اور میری طرف سے۔"

"بہت شکریہ، ادارے کا بھی اور آپ کا بھی۔"

"اور جناب پہلے بات تھوڑی سی سیاست کی ہو جائے۔ تمہارا تعلق یا تمہاری پسندیدہ جماعت پیپلز پارٹی ہے۔"

"بھئی۔ پہلے تو اس کی تصحیح کردوں کہ میرا تعلق بالکل بھی پی پی پی سے نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور پارٹی سے ہے ان شاء اللہ میں اپنی پارٹی بناؤں گی...... اور ہاں میرے خاندان میں زیادہ تر لوگوں کا تعلق پیپلز پارٹی سے رہا...... پھر قیصر نے بھی اس پارٹی سے الیکشن لڑا۔ میں تو کہتی ہوں کہ جو ہمارے ملک کے

لیے کام کرے گا جو ملک کے لیے مخلص ہوگا، ہم اس کو ووٹ دیں گے جو نئے لوگ آئے۔ ان کو بھی دیکھ لیا اور جو پرانے ہیں۔ ان کو دیکھ بھی لیا اور دیکھ بھی رہے ہیں۔ بس کسی کی نیکیاں کام آرہی ہیں اور اللہ کا کرم ہے کہ ہمارا ملک قائم و دائم ہے۔ جب بھی سیلاب کی خبر سنو، تیز بارشوں کی خبر سنو، کسی سونامی کی خبر سنو تو دل دہل کے رہ جاتا ہے کہ اگر سیلاب خدانخواستہ آ گیا تو کراچی تو ڈوب جائے گا...... اللہ نے ہی بچایا ہوا ہے اور اللہ ہی ہمیں بچائے گا۔"

"قیصر صاحب نے پہلے بھی الیکشن لڑا تھا اور اب 2023ء الیکشن کا سال ہے...... تو کیا اب حصہ لینے کا ارادہ ہے؟"

"ابھی تک تو ایسا ارادہ نہیں ہے...... کیونکہ قیصر بھی بہت افسردہ ہوتے ہیں...... انہوں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنے لوگوں کے لیے کچھ کریں اور کرتے بھی رہے...... لیکن جس لیول پر کرنا چاہتے تھے ویسا نہیں کر سکے۔ وجوہات کی وضاحت ضروری نہیں ہے...... تو بات ساری یہ ہے کہ زندگی میں کوئی چیز طے شدہ نہیں ہوتی، بندہ بہت سے پلان کرتا ہے۔ سوچتا ہے مگر ہوتا کچھ الگ ہی ہے...... تو اللہ ہر طرح سے خیریت رکھے...... فی الحال تو ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"اس لیے پوچھا یہ پارٹی والا سوال کہ فہمیدہ مرزا صاحبہ شاید تمہاری پھوپھی ہیں جو تحریک انصاف میں چلی گئی ہیں!"

"اگر میری پھوپھی تحریک انصاف میں ہیں۔ یا میرے میاں نے پیپلز پارٹی کی طرف سے الیکشن لڑا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بھی اس جماعت سے تعلق رکھتی ہوں یا اسے سپورٹ کرتی ہوں۔"

"خیر یہ بتاؤ کہ احمد کی پسند سے ہے...... لڑکی؟ اور تمہاری فیلڈ سے ہے؟"

"آپ کو پتا ہے کہ میرے دونوں بیٹے لائر ہیں۔ ماشاءاللہ لڑکی میری فیلڈ کی نہیں ہے بلکہ "احمد" کی فیلڈ سے ہی ہے۔ اس سے جونیئر ہے احمد کی پسند ہے...... میں سمجھتی ہوں کہ شادی میں بچوں کی پسند شامل ہونی چاہیے...... کیونکہ انہوں نے ہی ایک ساتھ زندگی گزارنی ہوتی ہے اور پھر وہ اس رشتے کو نبھانے کی ذمہ داری بھی لیتے ہیں...... میں نے تو خود اپنی پسند سے شادی کی تھی اور میری زندگی تو آپ کے سامنے ہی ہے...... یہی ہوتا ہے کہ بچے پسند کرتے ہیں۔ والدین تحقیق کرتے ہیں فیملی اور خاندان کے بارے میں...... اور پھر شادی لو ارینج ہو جاتی ہے......
اور یہی بہتر ہوتا ہے بچوں کے لیے بھی اور دونوں طرف کی فیملیز کے لیے بھی...... اور میں نے بات پکی کی ہے۔ ہمارے یہاں عموماً منگنی نہیں ہوتی...... اور شادی ان شاء اللہ دسمبر میں ہوگی۔ آگے اللہ تعالیٰ جانے...... جو اسے منظور ہوگا۔"

"عموماً...... بلکہ زیادہ تر شادیوں میں خواہ وہ امیروں کی ہو یا غریبوں کی، اسراف بہت ہوتا ہے...... اور آپ تو سیلبریٹی ہیں...... آپ تو بہت دھوم دھام سے شادی کریں گی۔"

"بہت اچھا کیا جو آپ نے یہ سوال کر لیا۔ کیونکہ میں خود بھی اس بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ کہ شادیوں میں یہ اسراف اور فضول خرچیاں مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہیں...... ماں باپ بہت محنت سے کماتے ہیں خواہ وہ لڑکی کے ہوں یا لڑکے کے دُنیا دکھاوے کے لیے کرتے ہیں والی بات میری سمجھ میں نہیں آتی...... کیونکہ عزت و ذلت دینے والی خدا کی ذات ہے...... اور عزت تو آپ کے اچھے برتاؤ۔ اچھے رکھ رکھاؤ، دوسروں کو محبت دینے سے ہوتی ہے۔ پیسہ دکھانے سے یا شوشا دکھانے سے کیا عزت ہوتی ہے؟...... میں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں...... اور آپ یقین کریں کہ میں نے بڑی سختی کے ساتھ لڑکی والوں کو منع کیا ہے کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ آپ ہمیں اپنی بیٹی دے رہے ہیں اس سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کچھ نہیں۔ ہاں آپ نے اپنی بیٹی کو جو دینا ہے، دے دیں کیونکہ والدین کے بھی ارمان ہوتے ہیں۔

pklibrary.com

آپ وہ ضرور پورے کریں۔ لیکن ہماری کوئی ڈیمانڈز نہیں ہیں...... بس ہمارے بچے محبت سے رہیں، سلوک سے رہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ ایک دوسرے کو عزت دیں۔ محبت دیں...... سسرال کے رشتے......اور میاں بیوی کا رشتہ عزت و محبت اور احترام سے ہی آگے بڑھتا ہے...... رشتہ تو بن جاتا ہے مگر اسے احسن طریقے سے نبھانا سب سے بڑا کمال ہے۔"

"کوئی پلاننگ ہے کہ کیا کیا رسمیں کرنی ہیں؟"

"پلاننگ تو ابھی نہیں کی۔ لیکن کوشش ضرور کریں گے کہ جتنی سادگی ہو سکے اختیار کریں...... مایوں، مہندی کی تقریبات کے حق میں میں بالکل بھی نہیں ہوں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب لوگوں کے پاس بھی اتنا ٹائم نہیں ہے کہ دس دس تقریبات میں جائیں۔ شوبز میں یعنی ڈراموں میں جو شادیاں دکھائی جاتی ہیں۔ اس طرح کی شادی کی تقریب ہم تو نہیں کر سکتے۔

ڈراموں کی شادیاں تو اسپانسرڈ ہوتی ہیں۔ ڈیزائنرز سے کپڑے آرہے ہوتے ہیں۔ جیولری اسپانسر ہوتی ہے...... کیٹرنگ والے۔ ڈیکوریشن والے ......لوکیشنز والے...... سب اسپانسر کررہے ہوتے ہیں......اور بے جا اسراف دکھا کر لڑکیوں کے والدین کو پریشان کررہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ پھر لڑکیوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی شادی بھی اس طرح دھوم دھام سے ہو۔ اور اسی خواہش میں وہ اپنے ماں باپ کی زندگیاں حرام کردیتی ہیں۔ ان کو شاید اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ سب اسپانسرڈ شادیاں ہوتی ہیں اور ان کا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوتا...... تو میں یہی کہوں گی لڑکیوں سے کہ ٹی وی ڈراموں کی شادیوں سے ہرگز متاثر نہ ہوا کریں جو شادیاں دکھا رہے ہوتے ہیں ان کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔

میں تو اس طرح کا دکھاوا اور اسراف نہیں کرنا چاہتی میرا یہ کہنا ہے کہ شادی دو خاندانوں کے درمیان ہوتی ہے اور آپ اپنے خاندان کے دیگر لوگوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی یا بیٹے کا نکاح کیا ہے...... اگر شریعت کی رو سے دیکھا جائے تو یہی حکم ہے کہ بچوں کا نکاح کریں، رخصتی کرکے گھر لے آئیں اور دوسرے دن کھانا کردیں۔ جیسا کہ سنت رسول ہے کہ آپ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی کردی ہے اور اس خوشی میں ہم نے کھانے کا اہتمام کیا ہے۔

لیکن ہمارے یہاں تو شادیوں کو اتنا مشکل بنادیا گیا ہے کہ حد نہیں۔ اول تو اچھے رشتے ملنا بہت مشکل ہیں اور اگر مل جائیں تو پھر دھوم دھام شروع ہو جاتی ہے دونوں سائیڈ سے۔"

pklibrary.com

"میں تو سب سے کہتی ہوں کہ اتنا دکھاوا نہ کریں بلکہ بیٹی کو کیش میں رقم دے دیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکیں؟"

"جی...... بالکل...... میری بھی یہی سوچ ہے کہ آپ نے جو کچھ بھی دینا ہے ان کے اکاؤنٹ میں پیسے جمع کرا دیں۔ تاکہ ان کے فیوچر میں کام آئیں...... میری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کے لیے یہی سوچتی...... اور میں نے یہی بات ان سے بھی کہی...... اب جن سے یہ رشتہ جڑنے جا رہا ہے اللہ کرے انہیں بھی یہ بات پسند آجائے...... کیونکہ لوگ دنیا سے بہت ڈرتے ہیں...... لیکن میں دنیا سے نہیں ڈرتی...... مجھے دنیا کو کچھ نہیں دکھانا...... جو میرے پاس ہے وہی دکھاؤں گی...... شو آف کرنا مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے تو جو کچھ دینا ہے بچوں کو دے دیں، وہ اسے کس طرح استعمال کرتے ہیں یہ ان کا مسئلہ ہے...... اس پیسے سے ہو سکتا ہے وہ اپنی ڈگریاں (پڑھائی) مکمل کرلیں...... اپنی پسند سے اپنے گھر کے لیے کچھ چیزیں خرید لیں...... اپنے فیوچر کے لیے کچھ انویسٹمنٹ کر دیں...... سمجھ داری اور عقل کی یہی بات ہے کہ بچے پیسہ اپنی مرضی سے خرچ کریں۔"

"چلو۔ جو ہو بہتر ہو۔ اور بچے خوش رہیں...... اب اپنی مصروفیات کے بارے میں کچھ بتاؤ......"

"میری مصروفیات تو وہی ہیں جو ایک زمانے سے ہیں۔ ٹی وی اور گھر...... ملا کی دوڑ مسجد تک والی بات ہے...... صبح کام پر جاتی ہوں...... واپس آتی ہوں تو اپنا گھر...... آپ کو تو پتا ہی ہے کہ میں بالکل بھی سوشلائز نہیں کرتی...... مجھے پسند ہی نہیں ہے اور سچ بات تو یہ ہے کہ شوبز ایک جھوٹی چمک دمک ہے...... بس کام پہ جائیں اور اپنا کام پورا کر کے گھر آجائیں مجھے تو ویسے بھی گھر کے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ شروع سے ہی میرا یہی اسٹائل ہے مجھے اپنا گھر بہت پیارا ہے۔ شادی سے پہلے بھی زیادہ وقت گھر پر گزارتی تھی اور اب بھی۔

خیر اب تو کام اتنا زیادہ ہو گیا ہے ماشاء اللہ کہ چھٹی کا انتظار کرنا پڑتا ہے...... یقین کرو، مجھے اپنے گھر میں بہت مزا آتا ہے میں اپنے بچوں کے ساتھ بہت انجوائے کرتی ہوں...... الحمد للہ...... مجھے ہر وقت تیار ہو کر کسی کے گھر میں جانا، تقریبات میں جانا اور نقلی ہنسی ہنس ہنس کر ملنا مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے...... گزرے زمانے میں پھر بھی اصلی محبتیں تھیں مگر اب تو ہر چیز نقلی ہے۔ نہ محبتیں ہیں نہ لحاظ ہے...... بس کام پھر اپنا گھر اپنی جنت، اللہ نظر بد سے بچائے بہت خوش اور مطمئن ہوں۔"

"کہتے ہیں کہ بچے بڑے ہو جائیں تو ذمہ داریاں کم ہو جاتی ہیں...... کیا ایسا ہے؟"

"سچی بات تو یہ ہے کہ چھوٹے بچے ہوتے ہیں تو چھوٹی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور بڑے بچے ہوں تو بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں...... کوئی یہ کہے کہ بچے بڑے ہو گئے تو ذمہ داریاں ختم ہو گئیں ایسا نہیں ہوتا۔"

"آج کل ایک ڈرامے میں قیصر کو دیکھ رہی ہوں...... تھوڑے کمزور سے لگ رہے ہیں...... طبیعت ٹھیک ہے ان کی؟"

"الحمد للہ...... بہترین...... پتا نہیں آپ کو کیوں ایسا لگا۔ شاید اس لیے کہ آپ مجھے مسلسل اسکرین پہ دیکھ رہی ہیں اور قیصر ذرا گیپ سے آئے ہیں...... اور پھر گزشتہ دنوں قیصر کی والدہ کا انتقال ہوا تو اداس پریشان رہے۔ ماں کتنی بھی بزرگ ہو جائے، بچے کتنے ہی بڑے ہو جائیں۔ ماں ماں ہی ہوتی ہے...... ویسے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قیصر اپنے دوستوں میں سب سے زیادہ فٹ ہیں ماشاءاللہ۔"

"بچے اس فیلڈ سے کیوں دور رہے؟"

"بچے جب چھوٹے تھے تو انہوں نے کچھ کام کیا تھا، احمد نے بھی کیا اور زورین نے بھی کیا لیکن ایمان داری کی بات یہ ہے کہ میرے بچوں کو مزا نہیں آیا...... زورین کہتا تھا کہ میں تھک جاتا ہوں...... اداکاری ایک مشکل کام ہے یہ نائن ٹو فائیو والی جاب نہیں ہے...... پھر الحمد للہ میرے بچوں کو پڑھائی میں

pklibrary.com

زیادہ دلچسپی تھی...... کیونکہ ہم نے انہیں بتادیا تھا کہ شوبز نقلی شوشا تو ہے ہی لیکن اس کے پیچھے بہت سارے مسائل بھی ہوتے ہیں۔ اور ڈراما انڈسٹری ابھی تک بن نہیں پائی ہے۔ اس فیلڈ کو اگر آپ کریئر بنانا چاہیں تو آپ کے لیے بہت مشکل ہے۔ ہم نے تو بہت اچھا وقت دیکھا۔ ہمارا تو گولڈن ٹائم تھا جب پی ٹی وی پہ ہم نے کام کیا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس وقت ضرورتیں بھی کم تھیں اور پیسے میں برکت زیادہ تھی اور جتنا بھی آتا تھا بہت ہوتا تھا۔

اب کے مقابلے میں تو بہت کم تھا مگر برکت اتنی تھی کہ سب خواہشیں پوری ہوجاتی تھیں شاید اس وقت اتنا زیادہ دکھاوا نہیں تھا، سادہ لوگ تھے...... مگر اب بہت فرق آ گیا ہے...... اب کیریئر بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے...... میں اس فیلڈ میں ہوں اور سب کچھ جانتی ہوں تو اس لیے میرا خیال یہی تھا کہ اس فیلڈ کو کیریئر بنانا بچوں کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے بچوں سے یہی کہا کہ آپ اپنی پڑھائی مکمل کریں۔ اپنا کیریئر اسٹارٹ کریں۔ اور پھر آپ کا دل چاہے تو آپ اس فیلڈ میں کام کرلیجیے گا۔

بچوں نے بھی ہماری بات کو سمجھا اور اپنی پڑھائی مکمل کی، دونوں بچے "وکیل" ہیں بڑا بیٹا تو ہائی کورٹ کے لیے بہت جلد کام شروع کردے گا۔ ماشاءاللہ ۔ اب چونکہ وہ سیٹ ہے تو اس کی شادی بھی ہوجائے گی۔ جبکہ چھوٹا بیٹا ماسٹرز کے لیے ملک سے باہر جارہا ہے۔ اور پڑھائی ہی ایک ایسی چیز ہے جو آپ کی زندگی میں ہر وقت کام آتی ہے...... فیلڈ کا حال تو آپ سب کو پتا ہے کہ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور......"

"فیس بک پہ میں دیکھتی ہوں کہ تم ملک سے باہر انجوائے کررہی ہوتی ہو...... ایسا ہی ہے نا......"

"بات ساری یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہم میں چینج آرہا ہوتا ہے۔ ہم بڑے ہورہے ہوتے ہیں۔ ہمارے خیالات بدل رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر زندگی کی جو بے ثباتی ہے اس کو دیکھ کر تو میں یہی سوچتی ہوں کہ پیسہ، شہرت، زیور یہ سازوسامان سب کچھ اس دنیا میں ہی رہ جانا ہے...... لیکن آپ کی خوشی، آپ کی یادیں آپ کو اندر سے تازہ دم رکھتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خوب صورت دنیا بنائی ہے مجھے گھومنا پھرنا اور نئی جگہوں کو دریافت کرنا بہت پسند ہے...... تو جب سے بچے بڑے ہوئے ہیں اور چھوٹے بچوں والی ذمہ داری کم ہوئی تو میں نے گھومنا پھرنا شروع کیا۔ اور میری کوشش ہوتی ہے کہ ایک محدود بجٹ میں ساری جگہیں دیکھ لوں دنیا بہت خوب صورت ہے اور خوب صورتی کے ساتھ ساتھ حکومتوں نے جس طرح ان کو رکھا ہوا ہے لاء اینڈ آرڈر کے تحت، صفائی ستھرائی، اپنی ہسٹری کو محفوظ رکھا ہوا ہے......

ہمارے یہاں تو غربت کا مطلب ہے گندگی۔ پھر متوسط طبقہ ہو یا غریب طبقہ ہمارے ذہنوں میں بہت گندگی بھری ہوتی ہے اور پھر جہالت اتنی کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی مہنگی مہنگی چیزیں خریدنا۔ اپنی جیب کا خیال نہ رکھنا۔ تو مجھے یہ باتیں بہت بری لگتی ہیں...... میرا دل چاہتا ہے کہ دنیا گھوموں اور جب آپ گھومتے پھرتے ہیں تو آپ بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ جب بچے چھوٹے تھے تو میں انہیں ملک سے باہر اکثر لے جایا کرتی تھی کہ یہ دنیا کو دیکھیں اور سیکھیں ان کا وژن بڑھے دنیا میں بہت کچھ ہے کرنے کو...... صرف شوبز یا تین چار فیلڈز نہیں ہیں...... تو بس ہمارا دل تھا کہ بچے ذہنی طور پر آگے بڑھیں کریں اور مجھے لگتا ہے کہ ہم بطور والدین اس میں کافی کامیاب ہورہے ہیں الحمدللہ۔

میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی نسلوں کے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے کچھ اچھا چھوڑ جائیں۔ بس اسی لیے ملک سے باہر گھومنا پھرنا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہم نے فضیلہ قیصر سے اجازت چاہی شکریہ کے ساتھ۔

☆☆

pklibrary.com

دستک دستک دستک

شاہین رشید

آغا طلال

"کیسے مزاج ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے۔"

"کیا مصروفیات ہیں آج کل؟"

"وہی جو آپ ڈراموں میں دیکھ رہی ہیں۔ کچھ آن ایئر ہے کچھ پہ کام ہو رہا ہے۔ کچھ کے لیے بات چیت چل رہی ہے۔ آج کل ڈرامہ سیریل سوپ انت الحیات آن ایئر ہے۔ فرقان کا رول ہے میرا۔"

"ہاں میں دیکھ رہی ہوں۔ ایک بات تو بتاؤ اچھے خاصے فنکار ہو مگر زیادہ تر "سوپ" میں آتے ہو کیوں؟"

"ویسے آپ کو بتاؤں کہ ڈرامے سب ہی دیکھے جاتے ہیں خواہ وہ سوپ ہوں یا پرائم ٹائم کے ڈرامے یا نو بجے والے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ میں نے صرف سوپ میں ہی کام کیا ہو۔ میں تقریباً سب ہی سلاٹ کے ڈراموں میں کام کر چکا ہوں۔"

"اس فیلڈ میں جگہ بنانے کے لیے مشکل کا سامنا کرنا پڑا یا آسانی سے جگہ بن گئی؟"

"کوئی جاب ہو۔ کوئی بزنس ہو۔ یا پھر شوبز ہو۔ جگہ آسانی سے نہیں بنتی بلکہ بہت محنت کرنا پڑتی ہے اور محنت کا پھل میٹھا بھی بہت ہوتا ہے تو میں نے اس فیلڈ میں محنت کی اور جگہ بنتی گئی۔ کہتے ہیں نا کہ جتنا گڑ ڈالو اتنا ہی میٹھا ہوگا تو جتنی محنت کرو گے اتنا ہی صلہ ملے گا۔ مجھے میری محنت کا صلہ مل رہا ہے۔"

"اس فیلڈ میں آنے کے لیے جنونی تھے؟"

"نہیں...... بالکل بھی جنونی نہیں تھا۔ یونہی آڈیشن دے دیا اور کامیاب ہو گیا۔ بس پھر سلسلہ بنتا چلا گیا اب تو اس فیلڈ میں تقریباً چار ساڑھے چار سال ہو گئے ہیں۔"

"آڈیشن کے وقت نارمل تھے؟ مطلب کیمرہ، مائیک وغیرہ وغیرہ؟"

"ارے نہیں اب یہ کیمرہ، مائیک ڈرنے والی چیز نہیں رہیں۔ موبائل کی وجہ سے اب سب ڈر خوف تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ ہر وقت تو کیمرے استعمال ہو رہے ہیں۔ اس لیے میں نے تو بڑی آسانی سے آڈیشن دے دیا۔"

"گویا سب کام آسانی سے ہوتے چلے گئے؟"

"جی بالکل ...... مجھے اس فیلڈ میں اپنی جگہ بنانے اور ایڈجسٹ ہونے میں ذرا بھی مشکل پیش

pklibrary.com

نہیں آئی۔ مجھے تو بچپن سے ہی تصاویر بنوانا، ویڈیوز بنوانا، ان سب کا شوق تھا جب بڑے ہوئے تو باقی کی کسر موبائل فون نے پوری کر دی تو اللہ کا شکر ہے کہ اس نے عزت دی ہوئی ہے۔"

"مزہ آ رہا ہے اس فیلڈ میں؟"

"بہت مزہ آ رہا ہے اور جس جاب سے یا جس کام سے آپ کو رزق مل رہا ہو۔ عزت مل رہی ہو اور شہرت بھی تو اس سے اچھی بات بھلا کون سی ہوگی۔"

"آپ کچھ سوپ سیریل کے بارے میں کہنا چاہ رہے ہیں؟"

"جی...... جی میں سوپ کے بارے میں کہہ رہا تھا کہ اگر کسی کو بہت اچھا پرفارمر بننا ہے تو وہ سوپ میں ضرور کام کرے۔ کیونکہ ایسے سیریلز میں سیکھنے کو بہت ملتا ہے۔ اور سوپ زیادہ شوق سے دیکھے جاتے ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے میرا سوپ "سویا میرا نصیب" دیکھ کر ہی مجھے کال کی اور میرا انٹرویو کیا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ آٹھ بجے والے ڈرامے بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوتے۔ جتنے سوپ کامیاب ہوتے ہیں۔"

"جو آج کل کے فنکار ہیں وہ گزرے دور کے ڈراموں کی زیادہ تعریف نہیں کرتے اور جو کل کے فنکار ہیں (گزرے وقت کے) وہ آج کے ڈراموں کی تعریف نہیں کرتے...... ایسا کیوں ہے؟"

"وقت کے ساتھ ساتھ ڈرامہ ٹیکنالوجی اور ناظرین کے دیکھنے اور سمجھنے کا انداز بھی بدلتا رہتا ہے۔ جس طرح فیشن بدلتا ہے۔ تو گزرے زمانے کے ڈرامے اپنے وقت کے حساب سے بہت اچھے تھے اور آج کل کے ڈرامے اپنے دور کے حساب سے بہت اچھے ہیں۔ ہاں یہ فرق میں نے ضرور دیکھا ہے کہ پرانے زمانے میں زبان و بیان اور تلفظ اور زبان کی شائستگی کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔ کوئی ایسی لینگویج استعمال نہیں کی جاتی تھی کہ جس کے لیے کہا جائے کہ نوجوانوں کی زبان خراب ہو جائے گی یا بچے اس کا غلط مطلب لے لیں گے۔ اب ان باتوں کا خیال ذرا کم ہی رکھا جاتا ہے۔"

"ان باتوں کا خیال بھی ذرا کم ہی رکھا جاتا ہے اور موضوعات بھی ذرا کھلے ڈلے ہو گئے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک کہا...... اب حقیقت نگاری بھی ذرا کم ہو گئی ہے۔ دکھاوا زیادہ ہو گیا ہے کردار کے حساب سے بہت سی چیزیں نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ خیر پھر بھی آج کا ڈرامہ بہت مقبول ہو رہا ہے۔"

"اب مقابلہ زیادہ ہے یا پہلے تھا؟"

"بہت زیادہ مقابلہ ہے۔ بہت زیادہ تعداد میں ڈرامے بن رہے ہیں اور مقبولیت چند ایک کو ہی ملتی ہے۔ تو اس لحاظ سے مقابلے کی فضا اب زیادہ ہو گئی ہے۔"

"اور ایسا بھی تو ہے کہ لوگ اپنے پسندیدہ چینلز کے ڈرامے زیادہ دیکھتے ہیں؟"

"جی ایسا بھی ہے۔ مگر جو رائٹرز جو فنکار جس چینل کے لیے کام کر رہا ہوتا ہے وہ اپنے جاننے والوں کو بتاتا ہے، اس طرح دیگر چینلز کے ڈرامے بھی دیکھے جاتے ہیں۔ بس ڈرامہ اچھا ہونا چاہیے۔"

"بالکل، جی ڈرامہ اچھا ہونا چاہیے اب اپنے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"بس کیا بتاؤں...... کوئی خاص بات تو ہے نہیں۔ شادی ابھی ہوئی نہیں۔ گھر میں والدین کے علاوہ میرا ایک چھوٹا بھائی اور بہن ہے۔ بہن شادی شدہ ہے۔ میں نے اے سی سی اے کیا ہے اور گریجویٹ بھی ہوں۔ دنیا میں 23 اپریل 1989ء میں آیا اور کچھ۔"

"چلیں جی خوش رہیں۔ ان شاء اللہ پھر بات ہوگی۔"

☆☆

pklibrary.com

خط بھجوانے کے لیے پتا۔
ماہنامہ شعاع۔ 37۔ اردو بازار کراچی۔
Email:shuaa@khawateendigest.com

اگست میں شدید بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے ڈاک کا نظام بھی معطل ہوگیا۔ ڈاک ہم تک بہت تاخیر سے پہنچی۔ بہنوں نے اگست کے شمارے سالگرہ نمبر کے جو خط ہمیں لکھے۔ وہ ستمبر کے شمارے میں شامل نہ ہوسکے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اس ماہ کے شمارے میں ان میں سے کچھ خطوط شامل ہوسکیں۔ اب آتے ہیں آپ کے خطوں کی طرف۔

پہلا خط ماہ نور انجم کا ہے، لکھتی ہیں

اتنے شاندار ماہنامے کے بارے میں بلکہ تعریف میں کچھ نہ لکھنا بڑی زیادتی ہوگی۔ بات شروع کرتے ہیں "پہلی شعاع" سے تو واقعی ملک نازک دور سے گزر رہا ہے، سب کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنے بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔

کہانیوں کی طرف آتے ہیں تو ہماری بہت پیاری نعیمہ ناز تو بھئی ہمیشہ ہی جان دار اور شان دار کہانی کے ساتھ ہی آتی ہیں اور اس بار بھی اپنی روایت برقرار رکھی لیکن کہانی کچھ ادھوری سی لگی، اگر بیلا اور فرمان کی داستان تھوڑی اور دکھاتے تو مزہ دوبالا ہوجاتا۔

"برسے گا ٹوٹ کر" گو کافی پرانی اور روایتی کہانی تھی لیکن انداز تحریر بہت اچھا تھا اور اختتام نے تو چار چاند لگا دیے کیونکہ ہمیں لگا، اب شجاع عنادل پر شک کرے گا اور کہانی طوالت کا شکار ہوجائے گی لیکن مصنفہ نے بروقت اور بہت خوب صورت اختتام لکھا۔

"چاہتوں کے درمیان" شازیہ الطاف سب پر بازی لے گئیں، بلاشبہ یہ "کہانی آف دی منتھ" تھی۔ مرکزی خیال تو اچھا تھا ہی سونے پہ سہاگا جوائنٹ فیملی سسٹم، رشتوں کا احترام، بڑوں کا فہم، محبت، فالتو کا کوئی ڈرامہ نہیں تو بھئی بہترین کہانی کے تمام لوازمات پورے تھے۔

افسانوں کی تعداد زیادہ تھی اور تمام ہی بہت زبردست۔ خاص کر "انا" اور یہ جملہ تو دل کو چھو گیا، "انا محبت سے بڑی نہیں ہونی چاہیے۔" بھئی واہ، کیا کہنے، زبردست۔ ام طیفور کافی عرصے سے غائب ہیں ان کی تحریروں کی کمی بہت شدت سے محسوس ہورہی ہے۔

پیاری ماہ نور! شعاع آپ کو پسند آیا۔ ہماری محبت وصول ہوگئی۔ بہت شکریہ۔

تسنیم کوثر ایف بی ایریا کراچی سے شریک محفل ہیں، لکھا ہے

ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس کی قیمت میں تھوڑا سا اضافہ کریں چونکہ مہنگائی بہت زیادہ ہے۔ کاغذ کا بھی ایک مسئلہ ہو رہا ہے اور بہت سے دوسرے رسائل میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے جو حق بجانب ہے تو آپ بھی اس کی قیمت کم از کم 150 روپے کردیں۔ یقیناً شعاع کے مداحوں، چاہنے والوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

اب ہم آجاتے ہیں۔ بہت ہی پیارے مزے دار

ناول "راستے مل جاتے ہیں۔" واہ واہ زبردست دلچسپ اور عمدہ اسٹوری سے سجا نعیمہ ناز سلطان کا ناول اچھا لگا پڑھ کر دل خوش ہو گیا اور بھئی ایک اور پیارا سا ناولٹ چاہتوں کے درمیان، ماشاء اللہ شازیہ الطاف ہاشمی نے غضب کی کہانی رقم کی ہے ہمیں بہت پسند آیا۔

افسانوں میں سنیعہ عمر کی کہانی تیری ماں ہوں بہت عمدہ لگی۔ اسی طرح شہناز ملک کی ہری مرچیں شان دار اور جان دار لگی۔ اور بھئی ژیلہ ظفر کی انا کی تو کیا بات ہے سچ ہے انسان کو اتنا انا پرست نہیں ہونا چاہیے لیکن دیکھنے میں تو بالکل یوں ہی آ رہا ہے کہ تقریباً ہر شخص میں ایک انا سی آ گئی ہے۔

بندھن میں شاہین رشید نے غزالہ رشید سے اچھے انداز سے ملاقات کروائی جو کہ ہمیں بہت اچھی لگی۔ تجھ سے ناتا جوڑا میں م۔ع کا احوال پڑھ کر دکھ سا محسوس ہوا۔ بھئی وہ کیا کہتے ہیں کہ سسرال تو ہر گھر کی کہانی ہی ہوتی ہے شاید میں اگر لکھوں تو ناول بن جائے۔ وہ کیا ہے کہ سسرال تو کبھی خوشی کبھی غم، دھوپ چھاؤں کا گہوارہ ہی ہوتا ہے بس اللہ تعالیٰ ہر لڑکی کو قدردان سسرال دے۔ پیارے نبی کی پیاری باتیں اور باتوں سے خوشبو آئے یہ پیارے سلسلے تو دل کو چھوتے ہیں۔ اتنے عمدہ سلسلے مرتب کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔

پیاری تسنیم! آپ دعا کریں، حالات بہتر ہو جائیں تا کہ ہم اسی قیمت میں زیادہ صفحات دے سکیں۔ ہماری بہت سی قارئین اضافی قیمت افورڈ نہیں کر سکتیں۔

شعاع آپ کو پسند آیا۔ تہہ دل سے شکریہ۔ آپ نہ صرف ہر ماہ باقاعدگی سے خط لکھتی ہیں بلکہ آپ کا تبصرہ بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ کچھ قارئین کے خطوط کا ہمیں انتظار رہتا ہے۔ تسنیم آپ بھی ان میں شامل ہیں۔

پرچا لیٹ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ سیلاب کی وجہ سے ٹرینیں بند تھیں اس لیے پرچا بروقت نہ پہنچ سکا۔

فرحانہ مہناز نے اسلام آباد سے شرکت کی ہے، لکھتی ہیں

اگست کی مناسبت سے گرین کلر ڈریس میں ماڈل اچھی لگ رہی تھی۔ اس کے بعد نعت رسول مقبول بھی محرم کے مہینہ میں دل کو چھو گئی۔ پھر پیاری نبی کی باتیں ہمیشہ کی طرح ذہن کشادہ کرتی رہیں "تمہارا نام شعاع" سمیرا حمید بہت ہی دلچسپ اور خوب صورت انداز بیاں، الفاظ موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ "خوشبو ہوتے جائیں" تسنیم کوثر، سلمیٰ مسرت سے رضوانہ وقاص تک سب نے اپنا شعاع سے تعلق خوب بیان کیا۔ اقبال بانو سے ملاقات بھی دل کو لگی۔ "دستک" میں ایک ہی چہرہ۔ "خط آپ کے" سلمیٰ جی آپ کی امید پر پوری نہ اتری کہ عید قرباں کے تیسرے دن جو واپس آئی تب سے بیمار ہوں۔ وہی کڈنی کا مسئلہ آپ سب سے دعا چاہتی ہوں۔ عمارہ رفیق جزاک اللہ خیراً کثیراً کو کہ آپ نے ثمینہ آپی کے لیے نسخہ لکھا۔ لیکن پڑھ کر تیسرے دن فراز کے ساتھ نرسری گئی اور پودا گود میں رکھ کر لے آئی آتے ہی اسے پانی دیا۔ آج صبح نہار منہ کھایا۔ اللہ تعالیٰ شفا دے، دعا کیجیے۔

"تجھ سے ناتا جوڑا" ہمیشہ کی طرح اداس کر دینے والا۔ "نور القلوب" انٹرسٹنگ اسٹوری۔ شاہدہ بی بی نے بہت مزے کے جملوں سے صندل بی کی تواضع کی۔ "نظمی" کچھ زیادہ ہی نظمی ثابت ہوئی اور کچھ خاص بھی نہ تھی۔ "ہو کے مجبور" آسیہ رئیس کی بہت اچھی کہانی، الفاظ اپنی خوبصورتی بیان کرتے رہے۔ حوالی کو ہادیہ کا جواب دو دفعہ پڑھنے پر سمجھ آیا یہی چیز اسٹوری کی جان ہوتی ہے۔ ایک تھی محبت صرف محبت کی ہی کہانی تھی۔ مجھے تو سو سو لگی۔ "عسر یسرا" گو کہ کہانی لمبی ہو رہی ہے۔ لیکن اپنی جاذبیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ پڑھ کر بور نہیں ہوئے۔ "والعصر" امت العزیز گرہیں تھوڑی اور کھولیں کہ ہمارا معصوم ذہن الجھے نا۔ باقی چھ افسانے سارے پسند آئے اچھے اچھے پیغام کے ساتھ۔ نقصان پہلے نمبر والا واقعی پہلے نمبر پر رہا۔ "ایک خط میں" نیلوفر صاحبہ نے ہماری ساری مصنفات کی یاد تازہ کی، بہت اچھا لگا۔

پیاری فرحانہ! آپ کا خط شامل اشاعت ہے سیلاب کی وجہ سے ہمیں ڈاک کافی تاخیر سے موصول ہوئی، آپ کا خط بھی پرچا پریس جانے کے بعد موصول ہوا، اس لیے آپ کا اگست کے شمارے کے لیے لکھا تبصرہ اس شمارے میں شامل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت

pklibrary.com

کاملہ سے نوازے۔ آمین۔

مہوش خولہ راؤ نے ٹنڈو والہ یار سے لکھا ہے

اس مرتبہ شمارہ کافی لیٹ ملا۔ جانتے ہیں وجہ ہمارے ملک کی سیلابی صورت حال تھی۔ الحمد اللہ میں نے اپنے شاگردوں کے ساتھ الخدمت پلیٹ فارم سے امدادی سرگرمی میں خوب حصہ لیا۔ جہاں روح و دل کو سکون محسوس ہوا وہاں کچھ خوف بھی تھا، بیلنس تقسیم حق ادا ہوا کہ نہیں، کچھ چہروں کا تشکر نا قابل بیان، ان چہروں کی خوشی نے سونے نہیں دیا۔ کراچی شہر کی خواتین کو ہزار بار سلام جنہوں نے منظم طریقے سے امداد بڑی تعداد میں مل کے تین صوبوں میں بھیجی۔ مدیرہ صاحبہ تعریف بہت ضروری عمل ہے آپ کے جریدے کے توسط سے میں اپنی ساتھی ٹیم اور والنٹیئر طالبات کا نام لے کر شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ ضحیٰ کمبوہ، مصباح الماس، لائبہ عاشق حسین، بینش جاوید، قرۃ العین چھیپا، ماریہ عباس، مریم قائم خانی، نسرین خانزادہ، سدرہ جاوید، مدیحہ راؤ، ناہید اختر، پروین خالد سب خواتین و طالبات کو دعا۔ جزاک اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہمیشہ خیر سمیٹنے کے مواقع دے۔

خواہش تھی کہ امدادی سرگرمی کے تجربات شیئر کرتی لیکن یہ سوچ آڑے آئی کہ دوسری بہت سی قاری خواتین بھی یہاں جگہ چاہتی ہیں۔

اب آتے ہیں شعاع کے مستقل سلسلوں کی طرف "تجھ سے ناتا جوڑا" مجھے پڑھنا بھی ہوتا ہے اور افسردہ بھی ہونا ہوتا ہے۔ بندھن میں غزالہ رشید کو پڑھا بہت اچھا لگا ان کے بارے میں جان کر۔

عمر یسرا کا اب اینڈ ہونا چاہیے۔ سعیعہ عمیر کے افسانے "تیری ماں ہوں" اعلا سپر تھا میں نے مصنفہ کو اس سال کی نمبر ون افسانہ نگار قرار دے دیا۔ کیا جملہ تھا "ہم ڈاکٹر برادری حال پوچھ پوچھ زندگی گزار دیتی ہے" ہیرو کی طبیعت اپنے بھائی عبیداللہ جیسی لگی۔

دوسرے نمبر پر "انا" افسانہ رہا اچھا پیغام تھا' میں اپنے بچوں کو معاف کرنا اور معافی مانگنا دونوں سکھاؤں گا۔ پہل کرنا سکھاؤں گا بتاؤں گا۔ انا محبت سے بڑی نہیں ہونی چاہیے۔" سمجھوتہ افسانہ اچھا تھا۔ ہری مرچیں افسانہ جس قدر نام معنی خیز تھا سوچا مصنفہ بہت گہرا راز بتائیں گی۔ جویریہ مریم بھی حساب برابر نہیں کر سکیں جس قدر نور کے لالچی سسر پر غصہ آیا تھا تو حساب نور کی نند کے سسرالیوں کے ذریعے برابر ہوتا تو زیادہ دل کو سکون ملتا۔

سلسلے وار ناولز ابھی نہیں پڑھے۔ جون میں شائع ہونے والے میرے افسانے "مکدر دل" نے خوشی دی۔ اب اپنا دوسرا افسانہ "جوڑی فٹ ہے" بھیج رہی ہوں۔

پیاری مہوش! سیلاب زدگان جس آسمانی آفت کا شکار ہوئے اور جن مشکلات کا شکار ہیں، اس نے ہر حساس دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ حتی المقدور سب ہی نے کسی نہ کسی طریقے سے ان کی مدد کی کوشش کی سوائے کچھ شرپسند اور بے حس لوگوں کے، جنہوں نے اس کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ اور آپ کی دوستوں نے اس نیک کام میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیکی کو قبول کرے اور آپ کو جزائے خیر دے آمین۔

آپ کا افسانہ قابل غور کی فہرست میں ہے۔ یعنی ابھی اس کے شائع ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ نہیں کر پائے ہیں۔ مہوش آپ میں صلاحیت ہے، محنت کریں تو بہت اچھا لکھ سکتی ہیں۔ آپ مزید تحریریں بھجوائیں۔

مہناز رانی...... مانانوالہ ضلع شیخوپورہ سے لکھتی ہیں

حمد و نعت اور احادیث بیسٹ رہیں ہر بار کی طرح اقبال بانو سے مل کر اچھا لگا۔ اللہ انہیں صبر اور حوصلہ دے (آمین) شاہین آنٹی اگر ممکن ہو تو عمران اشرف کا یا پھر آر۔ جے کا انٹرویو لیں۔ (آر۔ جے چاہے ایف ایم کا کوئی بھی ہو اور اگر 100 والوں میں سے نعمان صدیق کا ہو جائے تو کیا ہی بات ہے) آپ کو آنٹی کہنا برا تو نہیں لگا مجھے آپ کی عمر کا تو اندازہ نہیں اس لیے ایسے مخاطب کر لیا جو کہ مجھے اچھا لگا۔ طیبہ فاطمہ آپی مصباح کا ناول ستارہ زیست 2015 کے مارچ میں نہیں 2016 کو شائع ہوا تھا۔

مسرت آپا کو پڑھ کر اچھا لگتا ہے کہ امریکہ میں کوئی ہمیں بھی جانتا ہے۔ (ہاں نہ اب ہم اور ہمارا شعاع الگ الگ تھوڑی ہیں) اچھا اس لیے بھی لگتا ہے کہ ہم میں اور آپ میں کوئی چیز تو مشترک ہے۔ انصاری سسٹرز ماڈلز

pklibrary.com

کے بارے میں اور میری چھوٹی سسٹر اداکاروں کے بارے میں معلومات رکھتی ہیں۔ فرزانہ کھرل کہاں ہیں آپ؟ باقی سب کی طرح مجھے بھی آپ کے ناولز کے کردار الجھا دیتے ہیں بہت مشکل سے سمجھ میں آتے ہیں بار بار پڑھ کر رشتے سمجھ میں آتے ہیں، اس کے باوجود مجھے آپ بہت پسند ہیں۔ یو آر مائی موسٹ فیورٹ رائٹر۔ افسانے سب ہی اچھے رہے۔ والعصر میں وریٰ نے شاید اپنے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ آتش کون ہے اور کیا کر رہا ہے، اس کو سمجھنا ابھی مشکل ہو رہا ہے۔ عامر پر غصہ اور عیسیٰ سے ہمدردی ہوتی ہے۔ "نور القلوب" خدیجہ نے زہرہ کے ساتھ بہت برا کیا۔ "نکمی" سبق آموز کہانی رہی۔ "ایک تھی محبت" صوفی نے عیسیٰ کا دل کیوں توڑا بہت دکھ ہوا عیسیٰ کے کردار نے رلا دیا۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے جنہوں نے محبت کو کھیل بنا دیا ہے۔ ہماری ماڈل (سدرہ جبار) کے دائیں ہاتھ کا درمیانی انگلی کا ناخن (نقلی والا) کہاں چلا گیا۔

پیاری مہناز! آپ کہاں غائب تھیں۔ کافی دن بعد شرکت کی۔ آپ کی فرمائش پر فرزانہ کھرل کا ناول شامل اشاعت ہے۔

ایلیکا گلزار سدھو نے سوڑا ایمن سے شرکت کی ہے۔ لکھتی ہیں

پچھلے کچھ ماہ شعاع اور خواتین کی محفل میں شرکت نہیں کر سکی۔ وجہ سب سے پہلے کزن کی منگنی پھر میرے بھائی کی منگنی اور آخر میں میرے پیپر تھے۔ اب کہانیوں کی طرف آتے ہیں۔ عمر یسرا میں فارس کا ماضی اب ختم ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد تم سے ہی، والعصر، نور القوب اور ہمدرد بہترین تھیں۔ ہماری بھی حسرت ہے کہانی لکھنے کی مگر وقت کہاں۔ اب ہماری منگنی بھی عنقریب ہے۔ آپ سب بھی ہمارے لیے دعا کریں۔

میرے پاس اس وقت عطروبہ، نسان اور بوسارہ کھڑی ہیں، ہم بازار ناول لینے جا رہے ہیں۔

پیاری ایلیکا! آپ کو سب منگنیوں کی بشمول آپ کی متوقع منگنی کے دلی مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ ان کو شادی کی منزل تک بخیر و خوبی پہنچائے اور ڈھیر ساری خوشیوں سے نواز دے۔ آمین۔

صدف ناصر گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں

"پہلی شعاع" ہمیشہ کی طرح "باادب" اٹینڈ کی۔

"حمد" و "نعت" سے دل کو سکون پہنچایا۔

"پیارے نبی کی باتیں" خاصی معلوماتی رہیں اس ماہ۔ بہت سے نکات دل و دماغ کی گرہیں کھول گئے۔ جزاک اللہ!

"تمہارا نام شعاع" سمیرا احمد نے اش اش کرنے پر مجبور کر دیا۔ کیا یہ سمیرا نے اپنی کہانی لکھی؟

"خوشبو ہوتے جائیں" بہترین نام، بہترین سروے۔ آل دی بیسٹ۔ خاص طور پر جب "سلمیٰ مسرت" شعاع کا پہلا شمارہ لینے خود گئیں تو دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ میری۔ اور اپنی قاری بہنوں اور دوستوں سے گزارش ہے کہ شعاع اور خواتین ڈائجسٹ کا پہلا شمارہ آپ کے پاس ہے تو مجھے بھی گفٹ کر دیں (ہاہاہا)

"اقبال بانو" سے ملاقات اچھی رہی، اگرچہ ان کو شاذ ہی پڑھا ہو مگر پھر بھی ہماری رائٹرز زندہ باد۔ "دستک" بالکل پسند نہیں آئی۔

"خط آپ کے" لاجواب، شان دار سلسلہ۔ اپنی غیر حاضری پر دل اداس ہے۔ ڈاک لیٹ یا پھر بارشوں کے سپرد ہو گئے ہوں گے تبصرے (ہاہاہا)

سلمیٰ مسرت، گلشن شفیع، تسنیم کوثر، ناہید اسماعیل، منابل بٹ، ام حریم سمیت سب دوستوں کو سلام اور دعائیں۔

"گوشی جمال" دکان کی دلی مبارک باد اور دعائیں۔ عمارہ رفیق ہمارے ڈائجسٹ کی "ونڈر لینڈ" میں نہ کوئی "آنٹی" ہے نہ دادی "نانی" پھوپھی، ممانی، یہاں سب بہنیں اور دوست ہیں۔ "رمشا روشن" کو رائیٹر بننے پر خصوصی مبارک باد۔ مٹھائی کھلا دیں رمشا۔

"ناول" "والعصر" ہنوز دلچسپی اور سسپنس کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ وریٰ خود کو برباد کر کے چھوڑے گی۔ شکوہ یہ ہے کہ بہت ہی مختصر قسط ہوتی ہے ہر ماہ۔

"عمر یسرا" افسوس "عدینہ" نے گھٹیا پن کی انتہا کر دی۔

pklibrary.com

"وہکی" نے دماغ کو ہلا ہی دیا۔ ایک ہی بات کو پوری تحریر میں گھمایا پھرایا گیا۔ ورنہ حنا بشریٰ کی تحریریں اچھی، بہت اچھی ہوتی ہیں، مگر...... "ایک تھی محبت" واقعی میں جاندار اور شاندار محبت ہی تھی۔ "ہو کے مجبور" آسیہ رئیس" کی پہلی تحریر۔ ٹاپک پرانا مگر نئے کردار۔

"نقصان" نے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں کیا۔ ہاجرہ آپ ایسے پہلے کب، لکھتی ہیں؟ بتائیں ذرا؟

"سعادت مند" اچھی اور سیدھی سادی سی تحریر تھی فرزانہ چیمہ، بہت ہی اچھی لگی آپ کی تحریر۔ عزت کی روٹی بلاشبہ بہترین افسانہ ہے۔ اس ماہ ہماری فیملی میں ایک "بہو" صاحبہ جو شادی کے پہلے ماہ سے الگ راج کرتی ہیں۔ ایک سال کا بیٹا ہے اور صرف سسر کا ساتھ ہے۔ سسر بھی بہترین انسان جو روز اپنی خون پسینے کی کمائی سے دودھ، دہی، فروٹ، سبزی حتیٰ کہ بچے کے پیمپرز تک لاکر دیتا ہے بیٹے کی کمائی "جناتی" ہے جو آج تک کسی نے نہیں دیکھی۔

وہ بہو اس بات پر گھر چھوڑ کر میکے جا بیٹھی کہ مجھ سے سسر کا کمرہ صاف نہیں ہوتا۔ انتہائی چھوٹی سی بیٹھک ،ایک پلنگ اور صوفے پر مشتمل۔ سسر بھی صاف ستھرا انسان۔

سسرال والے ہی ہر جگہ برے نہیں ہوتے۔ لڑکیاں خود نہیں عزت کی روٹی کھا رہی آج کل۔

"رنگ خوشیوں کے" اتنا طویل افسانہ نہیں ہوتا بھئی۔ توجہ فرمائیں۔ مزید برآں یہ کہ تحریر اچھی نہیں لگی بالکل بھی۔ سوری!

"کیسے" صائمہ نور لے کر آئی ہیں۔ ہماری بھی بہت سی تلخ یادیں تازہ کردیں۔

"ایک خط" نیلوفر جاوید نے اتنا شاندار لکھا مصنفین کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے کہ ہم "نیلوفر" کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

پیاری صدف! آپ کا نہ صرف تبصرہ بہت اچھا اور جان دار ہوتا ہے۔ آپ کی لکھائی بھی بہت اچھی اور صاف ستھری ہے...... اچھا کاغذ استعمال کرتی ہیں اور ہمیشہ سطر چھوڑ کر لکھتی ہیں۔ آپ کا خط پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

تہہ دل سے شکریہ۔

تہمینہ چوہان ملتان سے شریک محفل ہیں

تمہارا نام شعاع سمیرا احمید جی اس تحریر کو میں نے دو تین بار پڑھا اور ہر بار رونا آیا۔ یہ تو ہر عورت کی کہانی تھی۔ میں نے بھی آپ کے سالگرہ نمبر کے سروے میں حصہ لینا تھا۔ لیکن میں کوئی سمیرا احمید تو نہیں تھی۔ کہ دریا کو کوزے میں بند کرتی کہ شعاع کی کس خوبی نے متاثر کیا، یہ تو واقعی ہماری ماں کی طرح ہے ہر مشکل وقت میں ہمارے ساتھ رہا۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں ساس نندوں کے مسائل ہوں یا پریگنینسی کے مسائل یا زچگی کے مسائل بچوں کو پالنے کے طریقے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے کہاں کہاں شعاع نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ شعاع نے ماں، بہن، سہیلی ہر رشتے کو نبھایا اور بخوبی نبھایا۔

"نور القلوب" کہانی بہت سلو چل رہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ ہمارا دین اتنا مشکل نہیں ہے جتنا صندل بی جیسے لوگوں نے بنا دیا۔ اگر صندل بی نے زہرہ کا ساتھ نہیں دیا تو زیادہ حیرت کی بات نہیں لگی جو عورت اپنی سگی اولاد کی نہیں، وہ کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔

حنا بشریٰ کی نکمی اچھی تحریر تھی۔ لیکن جہاں کشف کے نکمے پن پر آٹھ صفحے لگائے تو جب کشف سگھڑ بن گئی تھی۔ تو دو چار صفحے اور لگا دیتی۔ تاکہ ہم بھی دیکھ لیتے کہ اتنی نکمی نے سگھڑ بن کر کیسے مینج کیا۔

"کہانی" فرزانہ چیمہ نے بہت اچھا لکھا۔ ہو کے مجبور آسیہ رئیس خان کا بہت اچھا ناول تھا۔ عائشہ بشیر "عزت کی روٹی" لے کر آئیں اچھی تحریر تھی۔ لیکن بعض لوگوں کو عزت راس نہیں آتی جیسے صائمہ کی ماں کو۔ اگر بیٹوں کو اتنا پڑھا لکھا کر بھی ان کو خود فیصلہ نہیں کرنے دینا ہوتا تو ان کو جاہل ہی رہنے دیا کریں۔

"ایک تھی محبت" سمیرا احمید جی اینڈ دکھی تھا۔ ہمیشہ کی طرح آپ نے اس بار بھی میدان مار لیا۔

حسنہ حسین جی۔ عسر یسرا کی اسپیڈ بڑھا دیں۔

"والعصر" امت العزیز شہزاد بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکی اپنے اوپر اس سے زیادہ ظلم کر نہیں سکتی۔

pklibrary.com

جیسا کہ وری کر رہی ہے۔ اتنی محبتوں کے بعد بھی ایک کے پیچھے لپکنا۔

خوشبوؤں کے رنگ۔ عائشہ تنویر کی بہت دلچسپ تھی۔ صائمہ نور جی آپ نے ہر گھر کی کہانی لکھ ڈالی۔ میری ساس مرحومہ کی یاد دلا دی۔ میں بھی یہی سوچا کرتی کہ انہیں پرانی اپنی ہی کہی بات یاد نہیں کیا۔ خطوط سب ہی بہت اچھے تھے۔ گوشی جمال صاحبہ آپ کا خط ڈھونڈ کر سب سے پہلے پڑھتی ہوں شاید آپ دوکان کی وجہ سے مصروف ہو گئی ہیں۔ اللہ آپ کو کامیابی دے، ایک خط نیلوفر جاوید صاحبہ آپ کے خط کو اب تک شعاع کا خلاصہ کہنا بے جا نہیں ہوگا۔ پرانی یادیں تازہ کردیں آپ نے۔

تاریخ کے جھروکے سے۔ اچھا انتخاب تھا۔ اوور آل سارا رسالہ ہی بہت اچھا تھا۔ 12:30 ہو گئے۔ گیس آنے والی ہے ہنڈیا بھی بنانی ہے۔ اس لیے خط کا اختتام کرتی ہوں۔ اتنا انتظار اپنے شوہر کا نہیں ہوتا شام کو جتنا گیس آنے کا کرنا پڑتا ہے۔

ج: پیاری تہمینہ سچ لکھا آپ نے کہ یہ تو گھر گھر کی کہانی ہے۔ گیس اور بجلی کی لوڈشیڈنگ نے سب ہی کے معمولات کو متاثر کیا ہے۔ سنا ہے کہ وزیراعظم نے گیس کا معاہدہ کیا ہے اور اب گیس کی لوڈشیڈنگ نہیں ہوگی۔ اب یہ کس حد تک صحیح ہے یہ تو وقت ہی بتائے گا۔

رضوانہ وقاص نے کرلاں ہری پور سے لکھا ہے

اس دفعہ شعاع 13 تاریخ کو ملا ماڈل بس ٹھیک ہی لگی۔ "پہلی شعاع" پڑھی بارش رحمت ہے۔ لیکن جو لوگ سندھ میں بے یارومددگار ہیں۔ ان کے لیے دل بہت اداس ہے۔ اپنی طرف سے تو یہی کوشش ہے جتنا ہو سکے۔ بندہ کرتا ہے۔ ہمارے ملک کے حکمرانوں کو بھی خیال رکھنا چاہیے کس طرح لوگ مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ میری آپ دکان دار بھائیوں سے درخواست ہے پلیز اگر آپ مدد نہیں کر سکتے تو چیزیں تو نہ مہنگی کریں۔ اب پیاز نہیں آ رہی، وہ مہنگی۔ گائیں بیمار ہو گئیں لوگوں کی کوئی ایسی بیماری آئی ہے۔ تو مویشی ڈاکٹر نے بولا۔ گائیں ڈیٹول سے نہلائیں۔ تو ڈیٹول مہنگا کر دیا۔ یہ کیا ہو گیا ہمارے مسلمان بھائیوں کو پلیز ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔

میرا چھوٹا بیٹا ارسلان ٹی وی پر سیلاب میں ڈوبتے لوگوں کو دیکھ کر رونے لگ گیا۔

"پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں" بہت ہی اچھی لگیں۔ "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے" پڑھا م۔ع۔ بہن آپ کا پڑھ کر بہت ہی دل دکھا اللہ ایسا سسرال کسی کو کسی کو بھی نہ دے۔ لیکن شوہر کو تو آپ کا ساتھ دینا چاہیے تھا۔ خط آپ کے پڑھے۔ شبانہ کوثر بیٹا قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے (آمین) نجمہ جبار۔ مایا ناز۔ تسنیم سب کے تبصرے اچھے ہوتے ہیں۔ جویریہ مریم اللہ کرے آپ کا بھائی پڑھ لکھ کر آپ بہنوں اور والدین کا سہارا بن جائے۔ شاہدہ نور۔ وردہ غزل خوش آمدید۔ زراع نام مختلف لگا۔ عمارہ۔ سونیا ربانی۔ آپ کے خط بھی اچھے ہوتے ہیں۔ "والعصر" پڑھا وری اچھی لگتی ہے۔ لیکن سہراب سے پہلے چوری سے فون پر بات کرنا اب پیپر بھی ٹھیک سے حل نہیں کرتی۔ سہراب سے ملاقات کرنے نکلتی ہے۔ یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ باقی ان کزنوں کی نوک جھونک اچھی لگتی ہے۔ کہانی ہے مزے کی دیکھتے ہے آگے کیا ہوتا ہے۔ "انا" ژلیہ ظفر نے کیا بہترین لکھا۔ "سمجھوتہ" واہ جی کیا خوب لکھا۔ "نور القلوب" میں خان بابا نے کچھ ٹھیک نہیں کیا۔ نہ لاریب کے ساتھ اور نہ اپنے بیٹے کے ساتھ۔ "عمر بسرا" پڑھا۔ فارس کے ساتھ تو بہت ہی برا ہوا۔ جمیلہ داؤد کے بھائی نے ہی اپنے بہن کا گھر اجاڑ دیا۔ سوتیلی ماں نے بہت اچھا رویہ رکھا، فارس کے ساتھ۔ راحم نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔ "حساب برابر" حسن نے ٹھیک کیا "ہری مرچیں" سالن میں ڈالنی چاہئیں۔ مجھے جڑواں بچے اچھے لگتے ہیں۔ آپ سب دعا کریں۔ میرے بھائی کو اللہ جی جڑواں بچے دیں۔ (آمین)

ج: پیاری رضوانہ! شکریہ کی تو بات ہی نہیں آپ اتنی محنت سے خط ہم تک پہنچاتی ہیں، اتنا اچھا تبصرہ کرتی ہیں۔ ہم آپ کا خط شائع نہ کریں یہ تو ممکن ہی نہیں۔

آپ کے بیٹے فوزان کو سالگرہ کی مبارک باد اور دعائیں۔ اللہ تعالیٰ اسے زندگی کی ہر نعمت سے نوازے۔ آمین، جڑواں بچوں کی پرورش بہت مشکل ہوتی ہے۔

pklibrary.com

پہلے بھابھی سے پوچھ لیں۔ اگر انہیں بھی پسند ہیں تو دعا کرائیں۔

سویرا ظفر اقبال بھمبہ کلاں ضلع قصور

ہم چھ بہنیں، میرے تایا کی دو بیٹیاں، میرے دادا جان، میرے پیارے ابا، میرے تایا، میرے بھائی زبیر اور ہم سب لڑکیاں ڈائجسٹ پڑھتے ہیں۔ میں تو ابا کے ساتھ مل کر تبصرے بھی کرتی تھی۔ میرے ابا اور چھوٹے چاچا گزشتہ سال فقط ایک ماہ اور انیس دن کے وقفے سے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے) ہمارے غم کا اندازہ آپ کر سکتی ہیں۔ اتنے مختصر وقفے میں ہم نے اپنی دو عزیز اور بے حد پیار کرنے والی ہستیوں کو کھویا ہے۔ اور پھر بڑے ابا (دادا جان) کا تو غم ہی الگ ہے۔ برسوں پہلے دو پھوپھیاں اپنے پانچ پانچ بچوں کو چھوڑ کر چلی گئیں پھر دادی جان اور اب چاچا اور ابا، اس شخص کے صبر کا اندازہ لگا سکتے ہیں آپ، جس نے اپنی سات اولادوں میں چار اولادیں بھری جوانی میں قبروں میں اتاریں، بڑے ابا اور میری امی ہی اب ہم لوگوں کا سہارا ہیں اللہ ان کو طویل عمر عطا کرے آمین۔

پیاری باجی کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ یہ ناولز پڑھنا، ڈائجسٹ پڑھنا تم لوگوں کو کیا دیتا ہے تو میرا جواب ہوتا ہے۔ یہ زندگی سنوارتے ہیں۔ غموں سے لڑنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ ہم لڑکیوں کو سکھاتا ہے کہ ہم کمزور نہیں ہیں۔ ہمارا وقار، ہماری عزت بہت انمول ہے اور کیسے ہمیں اپنے وقار اپنی عزت اور اپنے رشتوں کی حفاظت کرنی ہے۔

کبھی ثانیہ امی کو کوئی کہانی پڑھ کر سناتی ہے۔ تو وہ خوش ہوتی ہیں۔ پہلے کہا کرتی تھیں کہ تم باپ بیٹیوں کو یہی کاروبار ہے بس ڈائجسٹ پڑھنا مگر اب کچھ نہیں کہتی ہیں۔

اور یہاں میں آپ کو بتاتی چلوں کہ ہمارے گاؤں میں سب سے پڑھا لکھا خاندان ہمارا ہے۔ میری بڑی بہن نے ماسٹرز کیا ہوا ہے۔ اب میں اور ثانیہ بی ایس کرنے کے بعد ماسٹرز کے ایگزام دینے والے ہیں۔ 9 ستمبر کو پہلا پرچہ ہے۔ میرا ایک بھائی پاک نیوی میں میرین لیڈنگ آفیسر ہے۔ ایک انجینئر ہے اور اب چاچا کا بیٹا بھی ان شاء اللہ اسی ماہ کراچی چلا جائے گا بطور سیلر ان پاک نیوی، میری بہن کے میٹرک میں بہت اچھے نمبر آئے ہیں آپ دعا کریں۔ وہ میڈیکل میں چلی جائے۔ میرے ابا کی خواہش تھی یہ اور اب ہماری بھی ہے۔

پہلی بار جب دو سال پہلے میں نے ڈائجسٹ میں خط کے ساتھ اپنی تحریریں ارسال کی تھیں اپنے سیکنڈ انکل کے ذریعے جو پوسٹ آفس میں کلرک ہیں۔ تو میرے ابا نے کہا تھا "سویرا! تم مجھے دیتیں میں پوسٹ کرواتا۔" جی ہاں میرے ابا ہم بہنوں سے اتنا ہی پیار کرتے تھے۔ گاؤں کی ساری لڑکیاں اور سارے خاندان والے رشک کرتے تھے۔ مگر آہ! اب نہ وہ لوگ نہ وہ محبتیں، مائیں کہاں وہ پیار اور مان دیتی ہیں جو باپ دیتا ہے۔ ان ساری ماؤں کو اپنی ہی بیٹیاں نکمی اور ہڈ حرام لگتی ہیں۔ باقی محلے کی لڑکیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ (پتا نہیں وہ لڑکیاں ہوتی کہاں ہیں مریخ پہ یا مشتری وغیرہ پر) اچھا آخری بات اگر میری کہانی شائع ہو جائے تو امی کو جو مجھ سے ہزاروں شکایتیں ہیں نا شاید ان میں سے سو دو سو ختم ہو جائیں۔ واصفہ باجی کا لہجہ بات کرنے کا انداز اتنا پیارا اتنا دلکش ہوتا ہے کہ بس کیا کہوں؟

ج: پیاری سویرا! آپ میں صلاحیت ہے۔ اچھا لکھتی ہیں لیکن ہم آپ کی کہانی پڑھ نہیں سکے۔ وجہ آپ کی لاپروائی ہے۔ آپ نے صفحات پن اپ نہیں کیے، پن نہیں تھا تو سوئی دھاگے سے ٹانکہ ہی لگا دیتیں پھر سب سے بڑی غلطی کہ صفحات پر نمبر بھی نہیں ڈالے۔ اب ہمیں ڈاک سے جو کہانی موصول ہوئی اس کے صفحات منتشر تھے اور ان پر نمبر نہیں تھے۔ آپ ہی بتائیے کہ ہم کیا کریں۔

موت بہت ظالم چیز ہے ہماری عزیز ہستیوں کو ہم سے چھین لیتی ہے لیکن یہ تو ابن آدم کا مقدر ہے۔ مشیت ایزدی کے سامنے چارہ ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر دے۔ آمین۔

قرۃ العین نے آڑہ اکبر شاہ سے لکھا ہے

شروع سے ہی ایک خواہش تھی کہ کاش کبھی کراچی جاؤں اور ڈائجسٹوں کے آفس۔ ورکرز، ردی کی ٹوکریاں تک دیکھ آؤں۔ لیکن یہ شاید کبھی ممکن نہیں ہو سکے گا کیونکہ

pklibrary.com

آپ وہ ضرور پورے کریں۔ لیکن ہماری کوئی ڈیمانڈز نہیں ہیں...... بس ہمارے بچے محبت سے رہیں، سلوک سے رہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ ایک دوسرے کو عزت دیں۔ محبت دیں...... سسرال کے رشتے......اور میاں بیوی کا رشتہ عزت و محبت اور احترام سے ہی آگے بڑھتا ہے...... رشتہ تو بن جاتا ہے مگر اسے احسن طریقے سے نبھانا سب سے بڑا کمال ہے۔"

"کوئی پلاننگ ہے کہ کیا کیا رسمیں کرتی ہیں؟"

"پلاننگ تو ابھی نہیں کی۔ لیکن کوشش ضرور کریں گے کہ جتنی سادگی ہو سکے اختیار کریں...... بابیوں، مہندی کی تقریبات کے حق میں میں بالکل بھی نہیں ہوں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب لوگوں کے پاس بھی اتنا ٹائم نہیں ہے کہ دس دس تقریبات میں جائیں۔ شوبز میں یعنی ڈراموں میں جو شادیاں دکھائی جاتی ہیں۔ اس طرح کی شادی کی تقریب ہم تو نہیں کر سکتے۔

ڈراموں کی شادیاں تو اسپانسرڈ ہوتی ہیں۔ ڈیزائنرز سے کپڑے آرہے ہوتے ہیں۔ جیولری اسپانسر ہوتی ہے...... کیٹرنگ والے۔ ڈیکوریشن والے ......لوکیشنز والے...... سب اسپانسر کر رہے ہوتے ہیں......اور بے جا اسراف دکھا کر لڑکیوں کے والدین کو پریشان کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ پھر لڑکیوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی شادی بھی اس طرح دھوم دھام سے ہو۔ اور اسی خواہش میں وہ اپنے ماں باپ کی زندگیاں حرام کر دیتی ہیں۔ ان کو شاید اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ سب اسپانسرڈ شادیاں ہوتی ہیں اور ان کا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوتا...... تو میں یہی کہوں گی لڑکیوں سے کہ ٹی وی ڈراموں کی شادیوں سے ہرگز متاثر نہ ہوا کریں جو شادیاں دکھا رہے ہوتے ہیں ان کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔

میں تو اس طرح کا دکھاوا اور اسراف نہیں کرنا چاہتی میرا یہ کہنا ہے کہ شادی دو خاندانوں کے درمیان ہوتی ہے اور آپ اپنے خاندان کے دیگر لوگوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی یا بیٹے کا نکاح کیا ہے...... اگر شریعت کی رو سے دیکھا جائے تو یہی حکم ہے کہ بچوں کا نکاح کریں، رخصتی کر کے گھر لے آئیں اور دوسرے دن کھانا کر دیں۔ جیسا کہ سنت رسول ہے کہ آپ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی کر دی ہے اور اس خوشی میں ہم نے کھانے کا اہتمام کیا ہے۔

لیکن ہمارے یہاں تو شادیوں کو اتنا مشکل بنا دیا گیا ہے کہ حد نہیں۔ اول تو اچھے رشتے ملنا بہت مشکل ہیں اور اگر مل جائیں تو پھر دھوم دھام شروع ہو جاتی ہے دونوں سائیڈ سے۔"

pklibrary.com

اتنی دور جو ہے۔

سب سے پہلے میں آسیہ رئیس خان کے بارے میں بات کروں گی کہ ان کے بارے میں یہ پڑھ کے بہت خوشی ہوئی کہ اتنی دور سے وہ بھی اس ڈائجسٹ میں لکھتی ہیں۔ ان کا مکمل ناول "ہو کے مجبور" پڑھا بہت ہی اچھا تھا اب آتی ہوں موسٹ فیورٹ عمر یسرا۔ حسنہ حسین نے بہت ہی کم وقت میں اتنا اچھا لکھنا شروع کیا ہے۔

والعصر بھی اچھا ہے۔ اس کا اے ابن سلیمان سے شروع ہونے والا انداز بڑا اچھا لگتا ہے۔ نور القلوب اس میں بھی زہرہ کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوا اور تائی شاہدہ نے تو بالکل ٹھیک نہیں کیا صندل بی کے ساتھ۔ مغرور عورت۔ اب ناولٹ کی بات کر لوں، حنا بشریٰ کا "نکمی" اچھا تھا۔ کیا بات ہے سمیرا حمید کی تو بھئی آپ کا جو نام پڑھ کے سب سے پہلے اسی ناولٹ کو ہی کھولا۔ "ایک تھی محبت" تھی یعنی تھی...... اور جتنا انداز تھا اس سے بھی سیڈ اینڈ ہوا۔

افسانے سارے ہی اچھے تھے فرزانہ چیمہ کی کہانی میں زویا بڑے دل والی نکلی۔ ویسے اس مرتبہ امی نے ہی فورس کیا کہ خط لکھتے ہیں۔ میں نے لکھ لیا اور اب امی بھی لکھیں گی۔ (یقیناً) اب میں سب سے دعا کا کہہ رہی ہوں کہ میری ایک بہن عشاء اور کزن علیزہ، صفدر یہ لوگ اینٹری ٹیسٹ دے رہے ہیں تو سب دعا کیجئے گا کہ اللہ پاک سب کو کامیاب کرے (آمین)

پیاری قرۃ العین! آپ ہمیں بھی اپنی دوست ہی سمجھیں اور جی کھول کر باتیں کریں۔ ہم بالکل بور نہیں ہوتے۔ آپ کی باتوں سے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ افسانہ لکھ سکتی ہیں۔ آپ افسانہ بھجوا دیں۔ پکا وعدہ آپ کو انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

فجر ناصر...... شور کورٹ کینٹ سے شریک محفل ہیں، لکھا ہے

"والعصر" ہائے اتنی مختصر قسط ہوتی ہے جیسے کسی ڈیلی سوپ کی بیس منٹ کی اپی سوڈ ہو۔ ویسے کہانی ہے بہت شاندار۔ حنا بشریٰ جی کا ناولٹ "نکمی" کمال کی تحریر تھی۔ ویسے کشف روٹیاں کیسی بناتی تھی؟ یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں "ایک تھی محبت" شروع سے آخر تک اس اعلا تحریر نے اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ سمیرا حمید اور آپ کا یہ پہلا ناول پڑھ کر میں آپ کی دیوانی ہو گئی۔ اب بات ہو جائے افسانوں کی تو "کہانی" نمبر ون پر دیا۔ آپ کا جملہ "اللہ اور نبی پاک کی محبت کے بعد باقی تمام تعلقات ہیچ ہیں۔" دل جیت لیا۔ اس کے بعد ہاجرہ جی کا "نقصان" دوسرے نمبر پر رہا۔ "سعادت مند" بھی اچھی تحریر رہی۔ پر آپ شمائلہ دالعباد کو بھول گئیں! ویسے اتنے عرصے سے غائب ہیں شمائلہ جی!۔

پیاری فجر! آپ کا تبصرہ اچھا لگا۔ امت العزیز شہزاد کی قسط مختصر ہونے کی شکایت بہت سی قارئین کو ہے۔ دراصل پچھلے ماہ امت العزیز شہزاد کا پتے کا آپریشن ہوا ہے، جس کی وجہ سے وہ زیادہ نہیں لکھ پا رہی ہیں۔

☆☆

قاری بہنوں کے لیے خوشخبری

نمرہ احمد کا مشہور و معروف ناول

"مصحف"

بہترین کاغذ' خوب صورت سرورق' مضبوط جلد اور بڑے سائز پر

قیمت صرف: 600/

40% فیصد ڈسکاؤنٹ

رعایتی قیمت: 360/

پاکستان میں ہر اچھے بکسٹال پر دستیاب ہے۔

منگوانے کا پتہ۔

مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

فون: 02132216361

واٹس اپ نمبر: 03478356396

pklibrary.com

شعاع کے ساتھ ساتھ

ادارہ

شہرین اسلم ...... چوک شاہدرہ بہاول پور

س: شعاع کب پڑھنا شروع کیا؟

ج: شعاع تب سے پڑھنا شروع کیا جب ٹھیک سے لفظوں کی بھی سمجھ نہیں تھی، کم از کم تیرہ، چودہ سال ہو گئے۔ شعاع پڑھتے ہوئے۔ بچپن میں واحد گھر میں، میں تھی جو عمرو عیار، پریوں، جنوں کی کہانیاں پڑھتی تھی۔ نانا ابو کی کباڑی کی دکان تھی۔ وہاں سے روزانہ لے کر آتی تھی اور نہیں تو کبھی اسکول سے گھر آتے ہوئے راستے میں دکان پر جا کر بیگ میں رکھ کر لے کر آتی تھی۔ بہت ڈانٹ پڑتی تھی اتنا پڑھنے پر۔

کہانیاں پڑھتے ہوئے فرسٹ ٹائم شعاع ملا، پڑھا اچھا لگا تب سے اتنی عادت ہوئی کہ پھر سب کہانیاں بھول گئی۔ میں بازار نہیں جاتی تھی کبھی، فرسٹ ٹائم اس شرط پر بازار گئی کہ ڈائجسٹ لینا ہے تو اس وقت پرانا شعاع دس روپے کا لے کر آئی۔ پہلا شعاع دس روپے کا خریدا تھا۔ زندگی میں بہت اتار چڑھاؤ آئے۔ شعاع نے ایک استاد کی طرح رہنمائی کی۔ ہمیشہ کچھ اچھا ہی سیکھا شعاع سے۔ جتنی سمجھ دار ہوں میں آج ان رسالوں کی وجہ سے ہی ہوں۔

س: دن کا آغاز کب ہوتا ہے؟

ج: صبح فجر میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ اٹھتی ہوں امی کو اٹھاتی ہوں پھر نماز پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے سو جاتی ہوں کیونکہ اسکول جانا ہوتا ہے تو بیس منٹ آدھے گھنٹے کے لیے سو جاتی ہوں۔ چھ بجے اٹھتی ہوں۔ آٹا گوندھ کر اپنے لیے ناشتا بنا کر ناشتا کر کے جن بھائیوں نے اسکول، کالج جانا ہوتا ہے ان کے لیے ناشتا بنا کر، سب کو اٹھا کر اسکول کے لیے تیار ہوتی ہوں۔ پھر سات بجے گھر سے نکلتی ہوں۔

گیارہ بجے چھٹی ہوتی ہے، آج کل گرمی بھی ہے اور بچوں کے پیپرز ہو رہے ہیں تو گیارہ پندرہ تک گھر آ جاتی ہوں۔ گھر آ کر تھوڑی دیر ڈائجسٹ کا مطالعہ یا پھر موبائل استعمال کر کے سو جاتی ہوں دو بجے اٹھ کر نماز پڑھ کر کھانا کھا کر فری ہوتی ہوں۔ ٹیوشن والے بچے آ جاتے ہیں۔ دو سے تین گھنٹے انہیں پڑھاتی ہوں۔ عصر کے وقت برتن دھو کر نماز پڑھ کر آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہوں۔ مغرب تک بچوں کو بھیج کر نماز پڑھ کر روٹیاں بنانا، عشاء کی نماز پڑھتی ہوں ڈائجسٹ یا پھر موبائل پر کسی دوست سے بات کر لی۔ آمنہ، شہنیلہ سے ہی بات ہوتی ہے دس بجے سو جاتی ہوں ایسے ہی دن تمام ہو جاتا ہے۔

س: آپ کی خوبیاں؟

ج: خوبیاں تو بہت ہیں مجھ میں؟ کیا کیا بتاؤں (ہاہاہا) لکھنے بیٹھی کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا آمنہ سے پوچھا ایک خوبی بتاؤ ایک خامی وہ کہتی دوستی بہت اچھے سے نبھاتی ہوں اور جن سے محبت ہو ان کی خامی نہیں دیکھی جاتی، (تھینکس آمنہ) باقی سب کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ بقول اکلوتی آنٹی کہ شہرین کی شادی ہو جائے گی ہم نے نہیں آنا پھر کیونکہ واحد یہ ہے جو بہت خیال کرتی ہے۔

کسی کو مجھ سے کوئی کام ہے تو منع نہیں کرتی کسی کو، کوشش کرتی ہوں کسی کے کام آسکوں۔

کسی سے ناراض نہیں ہوتی کوئی بے شک جتنا مرضی دل دکھائے، تکلیف دے، دل سے معاف

بقیہ صفحہ نمبر 216 پر

pklibrary.com

قارئین اب گھر بیٹھے پرچا حاصل کرسکتی ہیں

ہماری بہت سی قارئین جو دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں ان کے لیے اکثر و بیشتر پرچوں کا حصول دشوار ہوتا ہے اور موجودہ حالات نے تو اسے مزید دشوار بنا دیا ہے۔ جس کی بناء پر ہماری قارئین کو پرچا حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا ہے۔ ان حالات میں آپ کو گھر بیٹھے پرچا مل سکتا ہے۔
ہم آپ کے دروازے پر پرچا پہنچائیں گے اور آپ کو اس کے لیے صرف پرچے کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ کوئی اضافی رقم آپ سے وصول نہیں کی جائے گی۔ پرچے کی پیکنگ اور ڈاک کے اخراجات ادارہ برداشت کرے گا۔ ہمیں درج ذیل رقم بھجوا کر آپ ہر ماہ باقاعدگی سے گھر بیٹھے پرچا حاصل کرسکتی ہیں۔

اگر آپ کو پرچا اندرون ملک نہیں مل پایا ہے تو آپ ایک پرچے کی رقم -/120 روپے بھجوا کر پرچا حاصل کرسکتی ہیں۔

رقم بھجوانے کا آسان ترین طریقہ ایزی پیسہ ہے۔

آپ کسی بھی ایزی پیسہ شاپ، ایزی پیسہ موبائل ایپ یا بینک اکاؤنٹ سے ہمارے اکاؤنٹ نمبر 0317-2266944 میں رقم بھیج کرسکتے ہیں۔

سالانہ خریدار اندرون ملک قارئین کے لیے:

فی ڈائجسٹ -/1440 روپے بھجوائیں

سالانہ خریدار بیرون ملک قارئین کے لیے:

بیرون ملک پاکستانی درج ذیل طریقہ سے رقم بھجوائیں۔
ڈرافٹ بنام ”عمران ڈائجسٹ، اکاؤنٹ نمبر 0010000015680030، الائیڈ بینک لمیٹڈ، عیدگاہ برانچ، کراچی، آن لائن کے لیے PK44ABPA0010000015680030“، کوشش کریں کہ ڈرافٹ یا چیک کراچی کی کسی برانچ کا ہو اگر کراچی کے علاوہ کسی اور شہر کا ہو تو -/500 روپے زیادہ روانہ کریں، کیونکہ دوسرے شہر کا چیک ہونے کی صورت میں بینک -/500 روپے کمیشن کاٹتا ہے۔
فی ڈائجسٹ ایشیا، افریقہ، یورپ -/21000 روپے، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا -/24000 روپے۔

کسی بھی معلومات اور آڈر کے لیے اس واٹس ایپ نمبر 0317-2266944 پر رابطہ کریں

pklibrary.com

ورئی اپنی نانی اور ماموؤں کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ماں مر چکی ہے۔ گھر میں دو ماموں، ممانی اور ان کے بچے ہیں۔ ان میں آپس میں اچھے تعلقات ہیں مگر بڑی ممانی اسے پسند نہیں کرتی ہیں۔ عباد ان کا بیٹا ہے۔

آتش جو سراپا اسرار ہے، وہ لوگوں کو اپنی گفتگو سے زیر کرتا ہے۔ اس کے بے شمار عقیدت مند ہیں۔

بی زیڈ ایک بے ہوش لڑکی کو لے کر آتش کے ہاں پہنچ جاتی ہے۔ آتش اپنے اسسٹنٹ خاقان کے ذریعے ڈاکٹر کو بلاتا ہے۔ نانی ورئی کو پڑھانے کی ذمہ داری عباد پر ڈال دیتی ہیں۔

لڑکی ہوش میں آتی ہے لیکن حواسوں میں نہیں۔ اپنا نام تک نہیں بتا سکتی۔ آتش کے گھر پولیس آ جاتی ہے۔

پولیس کا نام سن کر بی زی گھبرا جاتی ہے۔ آتش اسے پرسکون رہنے کا کہتا ہے۔ پولیس انسپکٹر امیر علی اپنے جونیئر فاروق احمد کے ساتھ آتے ہیں۔ وہ آتش کو تربیتی ورکشاپ میں مدعو کرتا ہے۔ فاروق احمد تھوڑا تلخ ہے۔

عباد، ورئی کو پڑھانے بیٹھتے ہیں، ورئی بتاتی ہے کہ وہ کمبائن امتحان دے رہی ہے، جسے ہر سبجیکٹ انتہائی مشکل لگتا ہے۔

فیروزہ کی بیٹی شونا کی شادی ہوتی ہے، اس میں بالی کا بھی نکاح کر دیا جاتا ہے، بالی انتہائی کم عمر ہے۔

شاکر فیروزہ کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے حکم پر گھر تعمیر کروا رہے ہیں۔ ان کے والد بنگلہ دیش میں کاروبار کے سلسلے میں رہتے ہیں۔

فیروزہ کا چھوٹا بیٹا عامر بہت خودسر ہے۔ وہ عیسیٰ سے بہت چڑتا ہے۔ وہ ماں سے پیسے مانگتا ہے۔ انکار پر عیسیٰ کو بالکونی سے الٹا لٹکا دیتا ہے۔

pklibrary.com

اس ناول کا باقی حصہ آڈیو ریکارڈنگ میں ہے جس کو آپ اس صفحے پر کہیں بھی کلک کر کے سن سکتے ہیں

Click here to start Story

اس کے علاوہ اس ناول کو آپ آڈیو بکس کی کیٹیگری میں بھی تلاش کر سکتے ہیں

www.pklibrary.com

اگر آپ کو آڈیو سٹوری پسند آئے تو اس کا اظہار کمینٹس میں ضرور کریں تاکہ ہم مزید آڈیو سٹوریز آپ کی خدمت میں پیش کر سکی

شکریہ

ہاجرہ ریحان

محبت یا عادت

رات کسی پہر میری آنکھ کھلی تو عجیب سا احساس ہوا۔ اچانک سانس رکی تھی یا دل کی دھڑکن جیسے کسی نے بہت بھاری پتھر میرے سینے پر لا رکھا ہو مجھے تو ابھی دل کا کوئی عارضہ نہیں تو پھر ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے شاید بہت دیر سے بائیں جانب کروٹ لیے سوتا رہا ہوں اب مجھے کروٹ بدلنی چاہیے۔ ویسے بھی کروٹ نہ بدلنے کی وجہ بھی تو نہیں رہی۔

ایک بار پھر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں؟ میں نے خود کو جھڑکا...... نہیں رہی؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسے کیسے جا سکتی ہے مانا میں نے کبھی اس کا ہاتھ تھام کر ساتھ جینے مرنے کی قسمیں نہیں کھائیں مگر کیا ہم مشرقی لوگ شادی کرتے وقت غیر ارادی طور پر اپنے دلوں میں ایسے ہی عہد و پیمان نہیں کر لیتے کسی کے سمجھائے بغیر ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانے پہچانے بغیر ہی ہمیں ایک دوسرے سے محبت ہو جاتی ہے۔ ایسا میں نہیں، میری مرحوم اماں بی کہا کرتی تھیں جب شادی سے ایک رات پہلے میں نے ان کی گود میں منہ چھپا کر ڈرتے ڈرتے کہا تھا کہ۔

''اماں بی بھلا میں کسی اجنبی عورت سے محبت کیسے کر سکتا ہوں جس کو بس ایک نظر دیکھا ہو جس کی آواز تک کی پہچان نہ ہوئی ہو، جس کی آہٹ کبھی محسوس نہ کی ہو، جو خوشبو کون سی لگاتی ہے وہ تک نہ معلوم ہو تو بھلا ایسے کسی کو کیسے دل دیا جاتا ہے؟''

اور اماں بی نے ہمیشہ کی طرح کس قدر پیار سے سمجھایا تھا۔

''محبت تم نہیں...... وہ تم سے کرے گی اور تمہیں بس اس کی محبت کی عادت ہو جائے گی بیٹا! عورت تو ہے ہی محبت، سر تا پیر محبت مگر مرد...... مرد زیادہ تر عادی ہوتا ہے۔ عورت کو معلوم ہے مرد کو عادی بنانا ہے۔ عقل مند عورت کبھی مرد کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کرتی بس اپنی محبت کا عادی بنا دیتی ہے اور مجھے اپنی بہو پر پورا بھروسا ہے تم زیادہ فکر نہ کرو، ایک دن تم آنکھ کھولو گے اور تمہیں لگے گا کہ بس آج سے تم اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تمہیں اس کے کھو جانے سے ڈر لگنے لگے گا۔ تم اس کی چھوٹی چھوٹی نادانیوں پر ہنسو گے۔ مذاق اڑاؤ گے اس کی بے وقوفیوں پر طنز بھی کرو گے مگر اس سے دور ہو جانے کا خیال ہی تمہیں بے چین کر دے گا۔''

اماں بی کی باتوں سے مجھ میں چھپا ضدی مرد ابھر کر سامنے آ گیا۔

''ہونہہ! میں ایسا ویسا کوئی معمولی بندہ نہیں کہ ذرا سی عورت کی محبت کے جال میں پھنس جاؤں۔ اماں بی تو مجھے ابھی تک چھوٹا سا بچہ ہی سمجھتی ہیں۔ میں چھوٹا بچہ نہیں تھا پھر بھی کتنی دیر تک اماں بی کی گود میں منہ چھپائے پڑا رہا۔

اماں بی غلط کہہ رہی ہیں کہ مرد محبت نہیں کرتا صرف عادی ہوتا ہے۔ مجھے کس قدر محبت ہے اماں بی سے۔ ہمیشہ سے تھی گو میں گھر میں تین بھائیوں اور ایک چھوٹی بہن کا سب سے بڑا بھائی ہوں اور ابا میاں کے گزر جانے کے بعد میں نے ہی کم عمری سے ابا میاں کی جگہ سنبھال لی اور گھر کا کاروبار اپنے کندھوں پر لاد لیا تو کیا یہ سب صرف عادی ہونے پر کیا؟ نہیں میں محبت کرتا ہوں بھائیوں سے ننھی سی بہن سے اور سب سے بڑھ کر اپنی اماں بی سے ایسا الزام کیسے لگا سکتی ہیں اماں بی ہم

مردوں پر کہ مرد محبت نہیں کرتا......؟

میں چاہتا تو اماں بی کو باتوں میں گھیر سکتا تھا مگر میں اماں بی سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کتنے دنوں بعد میری شادی کے سلسلے میں ہونے والے ہنگاموں میں دن رات مصروف ہو کر بھی بے حد مسرور تھیں۔ شاید ابا میاں کے بعد وہ پہلی بار اس قدر ہشاش بشاش تھیں تو اب میں ان کا مزاج برہم کیوں کرتا۔

میں کوئی گندا بچہ تھوڑی ہوں۔ میں بچوں کی طرح کئی دوسری باتوں میں مگن اماں بی کی محبت و شفقت کا مزہ لیتا رہا تھا مگر دل ہی دل میں کہیں میرا خودسر مرد مکمل طور پر جاگ چکا تھا۔

* * *

خیالوں کا سلسلہ ٹوٹا گھر کی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کیا مگر پھر مطمئن ہو گیا۔ دونوں بچے تو شام سے ہی اپنی پھوپھو کے ساتھ چلے گئے تھے۔

چلو اچھا ہوا ورنہ میں بھلا ان کو کیسے سنبھالتا۔ یہ کام تو وہی کر سکتی ہے۔ مجھے تو ویسے بھی بچوں کو صاف ستھرا، مطمئن اور سکون سے بیٹھا دیکھنے کی عادت ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بغیر بچوں کے ساتھ وقت گزاروں، کسی نامناسب بات پر ان کو جھڑکوں، وہ ہوتی ہے تو میرے سامنے پتا نہیں کیسے دونوں بہت ہی شرارتی بچے مکمل طور پر ادب کے دائرے میں رہتے ہیں، مجھے ابھی تک نہیں معلوم کہ باپ کی ہزارہا شفقت و محبت کے باوجود کس طرح ماں بچوں کے دلوں میں باپ کے لیے بے انتہا ادب ڈال دیتی ہے جیسے کوئی مالی بیج کو پانی دیتے دیتے تناور درخت بنا لیتا ہے تو اچھا ہی ہے سو بچے اپنی پھوپھو کے ساتھ چلے گئے۔ یہ ہدایات بھی اسی نے دی ہوں گی۔ وہ نہ ہو کر بھی موجود ہے۔

میں نے سوچتے سوچتے کروٹ بدلی اور بستر کے دوسری جانب سپاٹ خالی جگہ نے مجھے مکمل طور پر بیدار کر دیا۔ پتا نہیں کیوں شادی کے گزرے آٹھ سالوں میں تقریباً ہر رات میں نے اس کی جانب کروٹ لے کر سونے میں قباحت محسوس کی۔ مجھے کس بات کا خوف رہا تھا، شاید اس بات کا کہ کہیں وہ جاگتی نہ ہو جیسا کہ وہ اکثر ہی جاگی رہتی تھی اور پھر میری اس کے چہرے پر نظر پڑی، ہم دونوں کی آنکھیں ملیں، کمرے کے اندھیرے میں بھی اس کے چہرے کو دیکھنے سے اجتناب کرتا تھا اور آج رات جبکہ وہ میرے برابر میں نہیں تھی تو پورے بستر پر پھیل کر سونے کے بجائے اس کے حصے کی صاف ستھری چادر کی سلوٹ خراب ہونے کے ڈر سے کب سے

pklibrary.com

بیٹھا سوچ رہا ہوں کہ میں ایسا کیوں کرتا رہا تھا۔
پتا نہیں میں یہ آج کس قسم کی باتوں میں الجھتا چلا جا رہا ہوں۔ میں نے ایک بار پھر خود کو جھڑکا اور باورچی خانے جا کر پانی پینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ باورچی خانے میں ہر طرف شام سے گھر میں ہر طرح کے آنے جانے والوں کے کھانے پینے کے آثار نمایاں تھے۔ اچانک میں مسکرا گیا ایک یا ڈیڑھ ہفتہ پہلے ہی میرا سات سالہ بڑا بیٹا اسکول جانے کے لیے تیار اپنی وین کا انتظار کرنے کے دوران اپنی ماں سے بیسن یا سنک کا اردو میں ترجمہ پوچھ رہا تھا، اتفاق سے اس وقت میں بھی باورچی خانے کے ایک کونے پر رکھی تین کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا سامنے رکھی میز پر اخبار پھیلائے ناشتے کا انتظار کر رہا تھا۔ بیٹے کی بات پر میں متوجہ ہوا ہی تھا کہ اس نے اپنی دھیمی اور نرم آواز میں بیٹے کو ترجمہ بتا دیا۔

"واش بیسن یا سنک کو اردو میں سلفچی کہتے ہیں۔"

جب یہ لفظ، سلفچی، مجھ جیسے اردو کی اچھی خاصی تعلیم حاصل کیے آدمی کی سمجھ میں آ سکا تو بیٹا تو بہت چھوٹا تھا۔ اور آج کل کے بچوں کی طرح اردو بول چال سے دور بھی۔

"کیا...... سلفی چی؟"

بیٹے نے حیران ہو کر ماں کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے پوچھا۔ وہ توے سے پراٹھا اتار کر پلیٹ میں رکھے میری ہی طرف آ رہی تھی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں تلے ہوئے انڈے کی پلیٹ تھی۔ بیٹے کی بات پر نجانے کیوں وہ تیزی سے چلتے ہوئے ٹھٹک کر رکی ہم دونوں کی نظریں ملیں ...... اور بے اختیار ہم دونوں ایک ساتھ ہنس پڑے۔

اور اس ایک بات پر میں پورا دن خود سے کس قدر ناراض رہا تھا۔ بھلا مجھے ایسے ذرا سی بات پر اس کے ہنسنے کا ساتھ دینے کی ضرورت ہی کیا تھی، ویسے بھی بیٹے کی طرح تو مجھے بھی سلفچی کچھ خاص سمجھ میں آ سکا تھا تو پھر میں یوں ہی اپنے اخبار کی طرف متوجہ رہتا۔

ایک بار پھر سر جھٹک کر میں نے پلٹ کر سلفچی کو دیکھا۔ اس میں گندے برتن ڈھیر تھے۔ آج شام سے میری چھوٹی بہن نے ہی گھر سنبھالا ہوا تھا۔ بچے اسکول سے واپس آئے تو ان کو پرسکون رکھنا، گھر میں آنے والوں کو چائے پانی دینا دلانا، یوں تو میرے بھائیوں کی بیویاں بھی موجود تھیں مگر خود بخود جیسے پورے گھر کی باگ دوڑ میری چھوٹی بہن نے سنبھال لی تھی۔

میں جانتا تھا ایک میں ہی کیا سب ہی پریشان تھے پھر بھی میں یہی امید کر رہا تھا کہ چھوٹی بہن باورچی خانہ اس قدر پھیلا ہوا چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ دل تو چاہا رات کہ اسی پہر چھوٹی بہن کو اور بھائیوں کی بیویوں کو فون لگا کر کھری کھری سنا ڈالوں......

کیوں بھئی کبھی دیکھا میرے گھر کا باورچی خانہ اس قدر پھیلا ہوا بے ہنگم اور گندا اور یہ پانی کی ٹھنڈی بوتلیں نکالی تھیں تو بھر کر واپس بھی نہ رکھی گئیں۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ پیچھے بھی لوگ آ سکتے ہیں تو کیا اب آنے والوں کو اس گرمی میں ٹھنڈا پانی بھی نہ ملے یعنی میرے گھر میں کوئی آئے اور اس طرح پیاسا رہے...... گندے برتن دھونے تو دور کی بات سمیٹ کر بھی نہ رکھے گئے جس نے جو چاہا فریج سے نکال کر کھایا پیا اور بقایا میز پر ہی چھوڑ کر چلتا بنا...... کیا کیا جا سکتا ہے تم سب کی عادت ہی بگڑی ہوئی ہے۔ میرے گھر میں آ کر تو تم سب کو یاد ہی نہیں رہتا کہ انسان کے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔

"یہ بار بار میرا گھر، میرا گھر کیا لگا رکھا ہے......؟"

کسی نے چپکے سے میرے کان میں کہا یہ جو تم اس قدر اترائے ہوئے سب کو میرا گھر میرا گھر کہہ کر شرمسار کرنے کا سوچ رہے ہو تو کبھی سوچا کہ اگر وہ اس گھر میں ہر دم چلتی پھرتی محنت مشقت کرتی کونے کونے کی دیکھ بھال نہ کرتی ہوتی تو کیا فقط ان چار دیواروں کو تم میرا گھر کہہ سکتے تھے؟

سچ بات ہے دنیا کا دستور یہی ہے محنت کسی کی اور شاباشی کوئی اور سمیٹتا ہے۔ چھوٹی بہن یقیناً بھول

pklibrary.com

گئی تھی۔ شاید اسے یاد ہی نہیں رہا ہو کہ آج کی رات
باورچی خانہ سمیٹنے صاف کرنے والی موجود نہیں ہے۔
میں نے خود کو اس کی کمی کو محسوس کرتے سوچ کر جلدی
سے اپنی توجہ باورچی خانے کی حالت زار پر مرکوز کی۔
ٹھنڈے پانی کے لیے فریج کھولا تو پانی کی
ایک بھی بوتل نہ ملی بلکہ شادی کے بعد سے آج پہلی
بار مجھے اپنے گھر کا فریج کھول کر بھی اجنبیت کا
احساس ہوا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ میں نے فریج
کھولا ہو اور گھر پر بنے انواع واقسام کی کھانے پینے
کی اشیاء سے بھرا ہوا نہ ہو۔

بچے تو ہمارے دو ہی تھے میں بھی دن بھر آفس
میں رہتا مگر ہمارے گھر مہمان بہت آتے تھے اور
مہمانوں کا اکرام کرنا وہ خوب جانتی تھی اور اچانک
آنے والی رحمت کو وہ بھی اپنی مہمان داری سے
مایوس ہونے نہیں دیتی تھی۔

برکت خود ہی عود آتی۔ اس نے کبھی گھر کے
خرچے کو بڑھانے کا نہیں کہا۔ مجھے اکثر حیرت ہوتی
کہ کس طرح وہ میری محدود آمدنی میں بچوں کے
ساتھ ساتھ گھر کے اخراجات بھی سنبھال رہی تھی
مگر میں اپنی حیرت اپنے تک ہی محدود رکھتا۔

اس سے بلاوجہ بہت چھیڑنا اور بات سے بات
نکال کر باتیں کرنا مجھے کبھی نہیں بھایا۔ اس نے بھی
مجھے کبھی تنگ نہیں کیا اس کی مصروفیات ہی اس قدر
ہوتی تھیں۔

گھر کی صفائی، کھانا پکانا، کپڑے دھونا، استری کرنا
بچوں کو پڑھانا، مہمانوں کے آنے پر ان کی خاطر داری
وہ ہر وقت ایک مشین سی بنی پورے گھر میں دوڑتی پھرتی
تھی۔ ہمارا پرانی طرز کا ایک سو بیس گز پر بنا آبائی گھر کا
کوئی کونا ایسا نہ تھا جہاں اس کی موجودگی محسوس نہ کی جا
سکتی ہو۔ وہ ہر جگہ ہر وقت ہر طرف اپنے سلیقے اور محنت
کی نشانی چھوڑ جاتی تھی اور میں چاہ کر بھی اس سے
ناراضی کا کوئی بہانہ ڈھونڈ نہیں پاتا تھا۔

میرے بھائی بہن ان کے بچے میرے بوڑھے
جوان رشتہ دار، دوست احباب، ان کی بیویاں، بیٹیاں
مائیں سب کے سب اس کے اخلاق کے گرویدہ
تھے۔ اس کی خوش مزاجی اور مہمان نوازی کے چرچے
تھے ہمیں بہت ذوق وشوق سے محفلوں میں بلایا جاتا
تھا غم وخوشی میں ہمیں شامل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا
اور میں جانتا تھا کہ یہ سب اس کی ہی خوش اخلاقی کی
بدولت تھا مگر مانتا کہاں تھا۔

پانی لینے کے لیے گلاس اٹھایا ہی تھا کہ طبیعت
مکدر ہو گئی ...... کسی نے تیل لگے ہاتھوں سے گلاس
پکڑا تھا اور پانی پی کر ویسے ہی الٹ کر گلاس کے
اسٹینڈ پر رکھ کر چلتا بنا تھا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ
میں کس طرح ذرا ذرا سی تفصیل پر بھنا رہا تھا حالانکہ
کبھی اسے اس طرح ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بچوں
کو ڈانٹتے یا سمجھاتے سنتا تو دل میں اس کی صفائی
پسندی پر ناراض ہو جاتا۔

میں نے دوسرا نسبتاً صاف گلاس نکال کر سلفچی
کے نلکے سے پانی لے کر پیا اور ایک عجیب سی اداسی
محسوس کرتا پورے گھر میں اکیلا دیوانوں کی طرح گھوم
پھر کر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

میں جذباتی انسان کبھی نہیں رہا۔ بس اپنے
آپ کو دوسروں کے سامنے کھولنا پسند نہیں کرتا۔
حالانکہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی زیادتی یا دل
دکھانے کی بات نہیں کی پھر بھی اکثر لوگ مجھے مغرور
سمجھتے تھے اور مجھ سے بات کرنے سے کتراتے تھے
جب سے وہ میری زندگی میں آئی تھی۔ سب نے مجھ
سے بات کرنے کا ذریعہ اسے بنا لیا تھا اور کیونکہ وہ
نہیں تھی، لہٰذا گھر پر آئے ہوئے میں سے کسی نے بھی
جاتے ہوئے مجھے بتایا تک نہیں تھا، شاید وہ سب مجھے
کمرے میں سوتا ہوا سمجھے ہوں اور نیند خراب کرنے
کے ڈر سے ہی مجھے بتایا نہ ہو۔

چھوٹی بہن کا بچوں کو لے جانے کا بھی اپنے
موبائل پر چھوٹی بہن کے میسج سے پتا چلا تھا تو اب کیا
کروں؟ کاش چھوٹی بہن جاتے جاتے دو چار منٹ
مجھ سے بات کر لیتی۔ مجھے کسی کے سامنے تو اقرار کرنا
ہی ہے۔ کسی کو تو بتانا ہی ہے کہ میں اس کے بغیر بہت

pklibrary.com

بہت اداس ہوں اور اس کے بغیر بالکل ادھورا سا لگ رہا ہوں اور میں اس کے بغیر بالکل نہیں رہ سکتا۔

گھڑی صبح کے ساڑھے چار بجا رہی تھی یعنی میں تقریباً پوری رات ہی اسے سوچتے اسے یاد کرتے گزار چکا ہوں اور اس بات سے ہی ڈر رہا ہوں کہ کہیں وہ ہمیشہ کے لیے ہی نہ کھو جائے۔ دل پھر مچلا۔ میں نے کچھ سوچے سمجھے بنا فون اٹھایا اور اسے میسج کیا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

حالانکہ اتنا تو مجھے معلوم ہی تھا کہ ایمرجنسی میں فون لے جانے کی اجازت نہیں لہٰذا اندر فون بند ہی رکھنا پڑتا ہے۔ چند سیکنڈ میں ہی جواب آ گیا۔

"نماز کے لیے اٹھے ہیں؟"

خلاف توقع میسج ملنے پر خوشی اپنی جگہ مگر اس کے معمول کے میسج پر میں اور بگڑ گیا۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے؟" میں نے بھی جیسے اس کے طریقے پر ہی چلنا چاہا۔

"صبح سات بجے تک رپورٹس آئیں گی تو ہی بتائیں گے۔ آپ کچھ کھالیں پلیز۔"

کھانے کا تو ایسے کہہ رہی ہے جیسے اسے میری بہت ہی پرواہ ہو۔ خود وہاں ایمرجنسی میں آرام سے ہے اور میں یہاں...... اکیلا اور بھوکا بھی...... اس کے جانے سے پہلے کھانا لگانے کا ہی کہہ دیتا۔ میں بھی تو اس قدر جذباتی ہو گیا فضول میں۔

مجھے شدید غصہ آنے لگا اور وہ بھی توصیف پر جو میرے بچپن کا دوست تھا اور میرے گھر اس کا آنا جانا گھر کے ایک فرد کی طرح تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اس طرح مجھے استعمال کرے گا۔ آج تک مجھے بے بسی کا ایسا احساس نہ ہوا تھا جیسا اب ہو رہا تھا۔

اب کس طرح کیسے اظہار کروں...... وہ پتا نہیں کب تک رہے اور یہاں تو ایک رات گزارنی مشکل ہو گئی ہے۔ تو کیا کروں اپنے آپ کو کمزور دکھا دوں۔ یہ بتا دوں کہ میں تو بس اپنی بیوی کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ کس قدر مذاق اڑائیں گے سب۔

جیسے ہی صبح کی سفیدی نمودار ہوئی میں تیار ہو گیا۔ اس کے جاتے ہوئے میں نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ جاتی ہے تو جائے۔ میرے معمول میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے آفس سے چھٹی تک نہیں لی تھی اور جب وہ جا رہی تھی تو میری طرف اس نے کئی بار دیکھا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ صبح میری اس سے ہونے والی ہلکی سی جھڑپ کے نتیجے میں اسے توصیف کے ساتھ بھیجا جا رہا ہے۔ اس نے مجھے آفس فون کر کے بات ختم کرنی چاہی تھی مگر میں ضد پر اترا ہوا تھا۔ آخر جب کچھ نہ بن پڑا تو وہ بول پڑی۔

"آپ ہی بتائیں۔ میرا تو میکہ بھی نہیں ہے کہ میں کچھ دنوں کے لیے بچوں کو لے کر وہاں چلی جاؤں کہ آپ کا غصہ کچھ کم ہو سکے۔"

اور جب وہ قدرت کے پیدا کردہ موقع پر واقعی جا رہی تھی تو میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ایک ضدی بچے کی طرح فاتحانہ انداز میں دروازے پر کھڑا بس اسے جاتے دیکھ رہا تھا اور دل میں عہد کر چکا تھا کہ میں اس کی غیر موجودگی میں مزے کروں گا لیکن اب مجھے واقعی مزہ آ گیا تھا۔

تمام بھائیوں اور چھوٹی بہن کو میری اس سے ان بن کا پتا چل گیا تھا اور وہ سب کے سب اس کے جاتے ہی میرے گھر آ کر بھی بس ادھر ادھر بیٹھ کر کھا پی کر چلے گئے تھے کیونکہ بات تو مجھ سے کرنے کی کسی کی بھی ہمت نہ تھی۔

تیار ہو کر میں نے چھوٹی بہن کو میسج کر دیا کہ وہ بچوں کو اسکول نہ بھیجے...... اور پھر سوچ بچار کر کے کہ ان سب کی بھی جان میں جان آ جائے یہ بھی لکھ ڈالا کہ اب بچوں کی ماں ہی واپس آ کر اسکول بھیجے گی۔

یوں تو میری لاڈلی چھوٹی بہن شادی شدہ دو بچوں کی ماں تھی مگر اپنے بچوں کے لیے میں ایک تو کسی کو پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا اور کہیں کہیں مجھے اپنی بہن پر بھروسا یا اعتبار کی کمی بھی محسوس ہوتی تھی۔ مجھے اس کا اپنے بچوں کے لیے بہت حساس ہونا پسند تھا اور میں خود بھی اس کے رنگ میں رنگ چکا تھا۔ یہ میرے بچے ہیں اور ہماری ذمہ داری ہیں۔

pklibrary.com

میں آفس کی تیاری کر کے نکلا مگر میرا رخ ہسپتال کی طرف ہو گیا۔ بہت سمجھایا۔ خود کو بہت منایا کہ ایسی کمزوری ساری عمر کا روگ بن جایا کرتی ہے اب ہمت کر کے ایک فیصلہ کیا ہی ہے تو نبھاؤں مگر نا بھئی دل نے تو سینے میں اس قدر ادھم مچا دیا کہ مردانگی ،ضد،انا،خودسری سب دھری کی دھری رہ گئی۔ ہسپتال کے ایمر جنسی وارڈ کے باہر توصیف ٹہلتا نظر آ گیا اور میرا غصہ سے پارا ایک بار پھر اوپر پہنچ گیا۔

"ہاں بھئی کیا پروگریس ہے؟ کب تک رہو گے یہاں؟"

میں نے تنک کر پوچھا تو توصیف جو مجھے دیکھ کر لپک کر میرے گلے لگا تھا۔ جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"ابے تو تو ایسے کہہ رہا ہے جیسے کب سے بھابی کو میں نے روک رکھا ہو؟"

توصیف ہمیشہ سے میرے دل کی بات کو فوراً سمجھ جایا کرتا تھا اور اس کی عادت تھی بغیر لیپا پوتی کے میرے منہ پر جواب مار دیتا تھا۔ لہذا میں پہلے گڑبڑایا پھر شیر ہونے میں عافیت جانی......

"ہمیشہ سے احسان فراموش ہے تو...... مانا تو تجھے ہے نہیں۔"

مجھ سے جواب نہ بن پڑا تو تلملا گیا اور توصیف کو چھوڑ کر ایمر جنسی میں جانے کے لیے بڑھا۔

"ابے ٹھہر جا میرے تیر کمان...... کمرے میں شفٹ کر دیا ہے۔ تجھے بتا نہیں سکے تھے۔ اسی لیے میں یہاں کھڑا تھا۔ ایسی شاندار جوڑی ہے تیری، سبحان اللہ کہ مجھے بھابی نے صبح پانچ بجے سے ہی کہہ دیا تھا کہ تو آتا ہوگا...... اب چل جنرل وارڈ۔"

میں نے پلٹ کر توصیف کو گھورا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"ابے چل ناں مجھ سے بھی چھپائے گا کیا۔ بیٹا امی نے تو رات میں ہی کہہ دیا تھا کہ ناحق بھابی کو تکلیف دی، امی کے ساتھ رات میں رکنے کے لیے میری دونوں بہنیں بھی تو ہیں پر تو اس وقت اس قدر بضد تھا کہ ہم بھابی کو لے آئے۔ اب بتا، ہمارا کیا قصور؟"

"بات یہ ہے کہ بچے پریشان ہیں، آج ان کی اسکول کی چھٹی بھی ہو گئی اس لیے بس مجبوری ہے یار سمجھا کرو۔"

میں نے بات بنائی مگر وہ بھی میرے بچپن کا دوست تھا۔

"آپ بالکل درست فرما رہے ہیں جناب و مکرمی مگر کبھی کبھی سچ بولنے میں حرج نہیں...... چلو ہم سے نہ سہی، اپنے آپ سے تو سچ بولو اور لگے ہاتھوں کبھی کبھار اپنی بیوی سے اظہار بھی کر دیا کرو۔ آخر بیوی ہے یار! وہ بھی اکلوتی...... دیکھو ناں تم نے زبردستی بھابی مطلب اپنی بیوی کو میری امی کے ہسپتال جانے کا بن کر روانہ کر دیا اور حکم بھی صادر کر دیا کہ جب تک امی ٹھیک ہو کر گھر نہیں چلی جاتیں وہ امی کے ساتھ ہی رہیں۔ ناراضی ناچاقی تو ہوتی رہتی ہے میاں بیوی میں مگر ایسے کوئی تھوڑی ناں کرتا ہے۔

خیر اچھا ہوا کہ تمہارا موڈ رات بھر میں ہی ٹھیک ہو گیا، اب بھابی کو لے کر جاؤ اگر تم نہیں بھی آتے میں خود چھوڑ آتا ان کو...... اور آج کا دن صرف ان کے ساتھ گزارو۔ بچے چھوٹی بہن کے پاس رہنے دو۔ رات میں جا کر لے آنا...... مجھے اتنی اچھی سمجھ دار بھابی ہیں ہماری۔ قدر کرو میرے بھائی اور امی الحمدللہ بالکل ٹھیک ہیں، ہو سکتا ہے کل تک ان کو ڈسچارج بھی کر دیں۔ تمہارا اور بھابی کا شکریہ کہ انہوں نے اس مشکل وقت میں ساتھ دیا۔"

بار بار میرے ذہن میں اماں بی مرحوم کی ایک ہی بات بازگشت کر رہی تھی۔

"مرد محبت نہیں کرتا عادی ہوتا ہے۔"

میں نے سر جھٹک کر اماں بی مرحوم کی بات کا جواب دیا۔

"نہیں اماں بی! مجھے اس کی عادت نہیں، اس سے محبت ہو گئی ہے۔"

گو توصیف میرے بچپن کا دوست تھا مگر آج سے پہلے وہ مجھے اتنا پیارا بھی نہیں لگا تھا۔

☆☆

pklibrary.com

شازیہ الطاف

ذرا سی بات

"زارا بیٹی جاؤ! ذرا پنجیری بنا کر لے آؤ۔ میرا میٹھا کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

نفیسہ بیگم نے کمرے سے ہی نئی نویلی بہو بیگم کو آواز دے ڈالی تھی۔ نئی نئی دلہن تھی اس رشتے کو ابھی صرف ایک مہینہ ہوا تھا۔ وہ سعادت مندی سے جی کہہ کر کچن میں جا پہنچی تھی۔

نادیہ جب گھر میں ہوتی تھی تب وہ اکثر خود ہی اپنے اور اس کے لیے کھانا پکا لیا کرتی تھیں۔ دوپہر کے لیے بریانی یا پھر آلو گوشت کا سالن انہیں تھکاوٹ کا احساس نہ ہوتا تھا۔ تین چار روٹیاں ڈالنا کون سا جان جوکھوں کا کام ہے ذرا سا تو کام ہے۔

مگر اب جب بہو آ گئی تھی۔ کسی کام کو ہاتھ لگانے کو جی نہیں چاہتا تھا اپنے بیڈ سے اپنے کمرے اور اپنے اکلوتے بیٹے سے بے انتہا محبت محسوس ہونے لگی تھی۔ زارا ہو گی کوئی بیس اکیس برس کی موٹی موٹی آنکھوں والی صلح جو سی لڑکی پہلے پہل من کو بھائی بھی بہت تھی۔

سکندر کو بھی زارا پسند آئی تھی مگر کہا بھی تو کیا "جیسی آپ کی مرضی۔" حالانکہ اس لڑکی کو دیکھ کر اس کا من مرضی کرنے کو دل کیا تھا مگر سکندر خاصا سیانا بندہ تھا چپ ہی رہا۔

اب نفیسہ بیگم دلہن بیاہ کر لے آئی تھیں۔ بڑے ارمان تھے دل میں، سو پورے ہوئے اب امتحان لینے کو جی چاہتا تھا۔ دل کرتا کہ ہر وقت عدالت لگی ہو اور زارا مجرم ٹھہرے اسے کڑی سے کڑی سزا ملے۔ ہر جرم اس پر ثابت ہو۔

بس ایسی ظالم تو وہ کبھی بھی نہ تھیں مگر اب اچانک مزاج بدل گیا تھا مزاج کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی بدل سکتا ہے، موسم کی طرح نت نئے پکوان کھانے کا دل چاہتا نئی سے نئی ڈش، صفائی ستھرائی کا خاص خیال رہنے لگا مکھی گھر میں نظر نہ آئے کہیں بیٹھنے کی گستاخی تو دور کی بات ہے وہ عینک لگا کر صفائی ستھرائی کا معیار چیک کرنے لگیں۔

زارا آہستہ آہستہ ہلکان ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ بھاگ بھاگ کے جیسے تنگ آ گئی تھی۔ سالن ہر بار تازہ بنے، روٹی توے سے اتر کر سامنے آئے تو کسی قریبی آتش فشاں کے انگاروں پر سکی ہو تو ذائقہ دوبالا ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

بھلے مانسوں کی اولاد تھی۔ ماں بھی اس کی تو دبو سی لگتی تھی، یہ بھی ایسی ہی ہو گی، شائستہ کو انہوں نے دبو سی سمجھ لیا حالانکہ سسرالی اننگز انہوں نے بھی ڈٹ کر کھیلی تھی۔

وہ اچھی خاصی سیانی خاتون تھیں۔ یہ اخلاق والی بات تو بعد کی تھی۔ اب تھک گئیں تو اخلاق والی ہو گئیں۔ یہ اور کہانی ہے۔

نفیسہ بیگم نے پنجیری بھری دوپہر میں بنوائی تھی۔

اللہ یا نادیہ تو اس شکر دوپہر میں پانی کا گلاس بھی لا کر نہ دیتی تھی، وہ بھی نفیسہ خود ہی اٹھ کے کھا لیتیں اور اس کے لیے بھی لے آتیں۔

"لے نادی پانی پی حلق سوکھ گیا ہو گا۔"

اور وہ کبھی پی لیتی۔ کبھی سائیڈ پہ رکھ دیں کہہ دیتی اپنی بیٹی جو تھی۔

"ارے کہاں وہ اور کہاں یہ۔" انہوں نے سوچا اور زارا کی پشت دیکھنے لگیں۔ "نادیہ والی بات نہیں اس میں۔ میرا داماد بھی تو لاکھوں میں ایک ہے اف کتنا پیارا بچہ ہے نادی بچی بھی تو خوب ہے خوش ہو کے

pklibrary.com

پنجیری کھانے لگیں اور اگلی فرمائش کا بھی سوچ لیا تھا۔ کوئی مشکل سی چیز کوئی بہت تھکا دینے والا کھڑے ہو کر پکانے والا کھانا میں سوچوں گی کہ کس کس کھانے کو میرا جی چاہتا ہے کہ میں کھاؤں۔"

انہوں نے طے کیا اور بستر پر لمبی لیٹ گئیں۔

"ایک تو موئے چینلز اتنے ہیں اور کام کی کوئی بھی بات یہاں نہیں ہوتی اور "ناگن" والا ڈرامہ اسے دیکھ کر تو بچوں کو ہنسی آجاتی ہے ناگن کے پاس بیلنس نہیں ہے۔ ناگن کا میک اپ ناگن کا شوہر بچے فرمائشیں اف ہنس ہنس کر پیٹ میں درد ہو جاتا تھا۔ بقول نادیہ کے اماں یہ کون سے زمانے کی بات ہو رہی ہے کہاں ہو رہا ہے ایسا پتا نہیں کون دیکھتا ہے یہ سب۔ ہم ناگنوں کے پیچھے بین بجائے پھر رہے ہیں یہ بین اور سانپ کا کھیل کب ختم ہو گا دنیا کہاں سے کہاں جا پہنچی ہے۔

ماں بیٹی ہنس ہنس کر تھک جاتیں تو خواب بننے لگتیں سنہرے نازک دھاگے، سنہرے خواب زندگی

pklibrary.com

پیارا سا خواب تو نہیں ہے مگر خواب کی طرح گزار دینے کو جی چاہتا ہے خواب تو کچی مٹی کے بنے ہوتے ہیں ذرا سی ٹھیس لگے تو ٹوٹ جاتے ہیں اور دل بچوں کی طرح روتا ہے مگر یہ زندگی ہے اسے گزارنا تو ہے۔

نادیہ رخصت ہوئی۔ ایک خواب تھا کہ اپنے گھر کی ہو جائے وہ بیاہ کر سسرال چلی گئی تھی۔ نفیسہ بیگم کی بیٹھے بیٹھے آنکھیں نم ہو جاتیں۔ وہ محفلیں یاد آنے لگتیں۔ جنہیں انہوں نے اور ان کی نادی نے مل کر سجایا تھا۔ ابھی نئی نئی بات تھی۔

نیا نیا غم تھا سو اب غم غلط ہونے لگا تھا اب گھر کی باگ ڈور سنبھالنے کا وقت تھا اور نہ راج دھانی گئی پانی میں۔

نادیہ نے آج صبح ہی آنے کو کہا تھا۔ نفیسہ بیگم کا بس چلتا تو آنکھیں بچھاتیں۔

کل ہی انہوں نے زارا کو گھوڑی والی سویوں کا ذائقہ تازہ کرنے کے لیے پرانے سامان سے سویوں والی گھوڑی نکلوائی زارا سے اور لگیں سویاں بنانے کا طریقہ سکھانے۔

"بھئی مجھے تو وہی ذائقہ پسند آتا ہے سویوں کا اور نہیں تو کیا یہ پیکٹوں والی سویاں اور بند ڈبے کی کھیر۔"

وہ بڑی ٹیڑھی کھیر ثابت ہو رہی تھیں زارا کے لیے مگر صبر کرتے بھی وہ نڈھال ہو ہی گئی۔

سکندر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ امی کو سمجھائے گا اور گھوڑی پرانے سامان میں واپس رکھوا دے گا اگر پھر بھی امی اپنے اٹل ارادے سے نہ ہٹیں تو پھر وہ گھوڑی ہی غائب کر دے گا۔ کون امی کو آدم کے زمانے کی گھوڑی بنا کر دے گا۔ زارا کو لگتا تھا۔ وہ ٹائم مشین میں بیٹھی ہے اور وقت اسے بہت پیچھے لے گیا ہے۔ ٹائم مشین کو نفیسہ بیگم اپنی مرضی سے آگے پیچھے کر رہی ہیں۔

بہرحال نفیسہ بیگم آج بہت خوش تھیں بیٹی داماد کی آمد کی وجہ سے دل باغ باغ تھا دوسرا بہو کی لگام کسنے کی بھی خوشی تھی۔

انہوں نے کچن میں آ کر خاصا تھکا دینے والا مینیو سیٹ کیا تھا زارا نے صرف قورمہ بریانی رائتہ اور سلاد بنایا تھا باقی دسترخوان طرح طرح کے پھلوں اور دو میٹھوں سے سجا ہوا تھا موڈ خراب تو ہوا تھا مگر کلاس بعد میں لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

جواد اور سکندر ملکی سیاست میں الجھ گئے تھے دونوں ماں بیٹی اپنے مشترکہ کمرے میں گئی تھیں نادی کا منہ لٹکا لٹکا سا تھا نفیسہ بیگم نے کریدا تو پتا چلا کہ ساس محترمہ کو ہر چیز ہر وقت تازہ بنوانے کی بیماری ہے اور دوسرے سل بٹے کو تو گویا نادی کے گلے میں باندھ دیا گیا ہے۔

"یہ پیسو، یہ کاٹو، یہ موٹا موٹا ہاتھ کے ہاتھ پیس کے لے آؤ۔" نادیہ بے حد تھکی تھکی لگ رہی تھی یہ نظر کرم صرف اسی کے حصے میں آئی تھی۔ ورنہ باقی بہویں تو آزاد تھیں نفیسہ بیگم کو بڑا غصہ آیا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہے شاید بڑھیا۔ میں نے بیٹی بیاہی ہے نوکرانی نہیں۔"

جاتے جاتے داماد جی سے کہا تو نہیں مگر اگلے روز ساس صاحبہ کو مناسب الفاظ میں سمجھانے کا ارادہ ضرور تھا۔

صبح ہی صبح ناشتہ کرنے بیٹھیں، تب نادیہ کا ہی خیال آیا تو برتن اٹھا کر خود ہی کچن میں آئیں اور زارا سے کہنے لگیں۔

"اس گھوڑی کو اٹھا کر واپس کباڑ میں ڈال دو بلکہ لاؤ میں ہی رکھ آتی ہوں۔"

زارا کو بھی سکندر نے سمجھایا ہو گا مگر سکندر کے کہنے سے پہلے ہی وقت نے بڑی اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ اس دن نادیہ بڑے اچھے موڈ میں بھی تھی۔

"نہ امی! اب میری مرضی ہے سل بٹے پہ پیسوں یا نہ پیسوں۔" باہر نکلے دانت خاصے حوصلہ افزا تھے۔

ایک ذرا سی بات تھی شکر ہے جلد ہی نفیسہ نے سمجھ لی تھی ورنہ دیر ہو جاتی۔

☆☆

pklibrary.com

انتباہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی جانب سے تنبیہہ کی جاتی ہے کہ جو ویب سائٹس ہمارے ادارے کا نام لے کر "آفیشل پیج" کی اصطلاح استعمال کررہی ہیں ان سائٹس سے ادارے کا کوئی تعلق نہیں، اسے فوری ترک کیا جائے تاکہ ہمارے معزز قارئین کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ ایسی تمام ویب سائٹس اور سوشل میڈیا گروپس کو مرتب کرنے والے منتظمین جو اپنے سطحی مفادات کی خاطر ادارے سے شائع ہونے والے ماہناموں کے مضامین، افسانے اورکہانیاں بلا اختیار اور غیر قانونی طور پر اَپ لوڈ کرکے ادارے کو سنگین مالی نقصان پہنچانے کے ساتھ ادارے کی ساکھ متاثر کررہے ہیں، انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ اس قبیح فعل کو فوری ترک کردیں، بصورت دیگر ادارہ، سائبر کرائمز کے قانون

Prevention of Electronic Crimes Act 2016

اور

Copyright Ordinance 1962 / 2000

کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔ ایف آئی اے اور دیگر متعلقہ اداروں میں بھی ان افراد/ اداروں کے خلاف شکایات درج کرائی جائیں گی۔

خواتین ڈائجسٹ - ماہنامہ شعاع

ماہنامہ کرن عمران ڈائجسٹ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ

pklibrary.com

شازیہ جمال طارق

تیرے اقرار کا موسم

ناولٹ

"زوہیب! آفس جاتے ہوئے مجھے امی کی طرف چھوڑ دیں گے؟" شائلہ نے اپنے ڈیڑھ سالہ بیٹے علی کو تیار کرنے کے بعد زوہیب سے پوچھا۔ جو آفس کے لیے تیار ہوتا اب باہر نکلنے کے لیے پرتول رہا تھا۔ سنجیدہ باوقار شخصیت، سلیقے سے جمے بال۔

"مجھے آفس سے دیر ہو جائے گی۔ ولید سے کہنا تمہیں چھوڑ آئے گا۔"

جواب حسب سابق ہی آیا تھا۔

"میں جانتی ہوں وہ مجھے چھوڑ آئے گا۔ لیکن میں آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ امی بھی آپ کا پوچھ رہی تھیں۔ کافی عرصے سے آپ نے وہاں چکر نہیں لگایا۔"

"اب میں آفس کے کام چھوڑ کر صبح شام تمہاری ماں کے گھر کے پھیرے لگانے سے تو رہا۔ جب تم میری مجبوری نہیں سمجھ رہی ہو وہ کیا خاک سمجھیں گی۔ بہر حال انہیں میرا سلام کہنا۔" جلدی سے بولتا وہ آفس بیگ اٹھائے باہر نکلا تھا۔ علی باپ کو دیکھ کر ہمکنے لگا تھا۔

"اچھا لینے تو آئیں گے نا؟" اس نے آخری امید کے طور پر پوچھا تو وہ گہری سانس بھرتا پلٹا اور سنجیدگی سے بولا۔

"عمار اور ولید فارغ نہ ہوئے تو ڈرائیو کو بھیج دوں گا۔" شائلہ چپ سی رہ گئی۔ علی زور زور سے بازو ہلانے لگا تھا۔ شائلہ اسے پچکارنے لگی جو باپ کو جاتا دیکھ کر ہمکنے لگا تھا۔

pklibrary.com

"کہیں جا رہی ہو بیٹا؟" اسے برآمدے میں چادر اوڑھے کھڑا دیکھ کر بڑی اماں اپنے کمرے سے نکل کر اس کی طرف چلی آئی تھیں۔

"امی کی طرف جا رہی تھی بڑی اماں! کافی دن ہو گئے ان کی طرف چکر نہیں لگایا۔" بڑی اماں سر ہلانے لگیں۔

"اچھا ہے ہو آؤ۔ شام تک تو آ جاؤ گی نا؟ ہدیٰ کے سسرال والے شادی کی تاریخ طے کرنے آ رہے ہیں؟" بڑی اماں کی بات پر اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

"کیا واقعی؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ شام کو مہمان آ رہے ہیں تو ابھی میرا جانا مناسب نہیں ہے۔ میں کل چلی جاؤں گی۔"

"جیتی رہو۔" بڑی اماں کو اس کی سمجھ داری اور معاملہ فہمی ہمیشہ یونہی خوش کر دیتی تھی۔

"سمیرا اور جہاں آرا کو میرے پاس بھیجنا۔ اور ہاں بچوں سے کہو خبردار جو مہمانوں کی موجودگی میں کوئی ان کے آس پاس بھی پھٹکا تو۔ غیروں میں سو باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ میں نہیں چاہتی ہدیٰ کے سسرال والے کوئی غلط تاثر لے کر جائیں۔" بڑی اماں کی ہدایت پر وہ سر ہلاتی چادر اتار کے اندر کمرے میں رکھ کر واپس آئی تو وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھیں۔

"لاؤ اسے مجھے دے دو۔"

"آپ کو تنگ کرے گا بڑی اماں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں، اپنے بچے نہیں سنبھالے تھے کیا۔ اس میں تو جان ہے میری۔" علی کو بڑی اماں کے حوالے کرتی وہ تائی اماں اور سمیرا چچی کے پاس چلی گئی۔ شام کو مہمانوں کی آمد کے ساتھ ہی گھر میں خوشگوار سی چہل پہل مچ گئی۔

"عزہ! بیٹے! آپ بھی باہر باقی بچوں کے ساتھ جا کر بیٹھو میری جان۔"

صوفے پر تائی اماں کی اوٹ میں دبکی عزہ کو بڑی اماں نے اتنے پیار سے کہا کہ ہدیٰ کی سسرالی خواتین دادی کی اپنی پوتی سے اس درجہ محبت سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکے۔

اس پیار کے پیچھے دانت پیسنے کی آواز صرف عزہ نے ہی سنی تھی۔

"جی بڑی اماں کیوں نہیں۔" انہی کے سے انداز میں بڑی فرمانبرداری سے کہتی عزہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ شرافت سے مہمانوں کے سامنے سج سج کر قدم اٹھاتی وہ ڈرائنگ روم سے باہر آتے ہی پاؤں پٹخ پٹخ کر ساتھ والے کمرے میں آئی تھی۔

"بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال کے آئی ہو کیا؟" سب سے پہلے عمار کی نظر اس پر پڑی تھی۔

"یہ ہمارے بڑے بھڑوں کے چھتے سے کم ہیں کیا؟" سوجا ہوا منہ مزید سوج گیا۔ "تائی اماں کے ساتھ چھپ کر بیٹھی تھی پھر بھی بڑی اماں کی عقابی نگاہوں نے تاڑ لیا، لے کے سارے مہمانوں کے سامنے مجھے بے عزت کر کے نکال دیا۔"

ولید کے منہ سے ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا تھا۔ عزہ کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورتی دھپ سے کاؤچ پر آ بیٹھی تھی۔

"تو تمہیں کس نے کہا تھا اندر جا کر گھسو۔ جب ایک دفعہ بڑی اماں نے کہہ دیا تھا کہ مہمانوں کی موجودگی میں کوئی بچہ اندر نہیں آئے گا۔" گل کی بات پر وہ مزید سلگی۔

"اب ہم بچے نہیں رہے۔"

"ہاں جی! آنسہ عزہ مہربان صاحبہ اس اکتوبر میں پورے اکیس سال کی ہو جائیں گی۔" ہنسی روکتے ولید نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا تو عزہ نے کشن کھینچ کر اسے دے مارا۔

"ویسے یار۔ اندازہ لگاؤ نکاح کے لیے کون سی ڈیٹ رکھیں گے وہ؟" عمار کے پوچھنے پر عزہ فوراً بولی تھی۔

"اگلے مہینے کی دس تاریخ کیونکہ دس کو جمعہ ہے اور بڑی اماں ہدیٰ آپی کا نکاح جمعہ کے بابرکت دن رکھنے کو ہی ترجیح دیں گی۔" ولید نے نفی میں سر ہلاتے

pklibrary.com

ہوئے کہا۔
"اس سے اگلا جمعہ سترہ تاریخ کو ہی نکاح ہو گا۔ دیکھنا......"
"لگی شرط؟" عزہ نے چیلنجنگ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر بولا۔
"لگی شرط۔"
"اوکے ڈن! جو ہار گیا وہ سب کو آئس کریم کھلانے لے جائے گا۔" ولید کی بات پر عزہ کے ساتھ ساتھ عمار اور گل نے فوراً اتفاق کیا تھا۔

☆☆☆

"ہاں بھئی بچہ پارٹی! باہر آجاؤ اب۔" مہمانوں کے جانے کے بعد مٹھائی کا ڈبہ لیے شائلہ بھابھی نے پورا دروازہ کھول دیا تھا۔
"اپنی ہدیٰ کی شادی کی تاریخ طے ہوگئی ہے۔"
"کون سی ڈیٹ رکھی ہے؟" باہر نکلتے ہوئے عزہ اور ولید نے ایک ساتھ پوچھا تھا۔
"اگلے مہینے کی دس تاریخ بروز جمعہ کو نکاح ہو گا۔"
"ہرا۔" عزہ نے گلاب جامن اٹھا کر اسی وقت ناچنا شروع کر دیا تھا۔
"شرم کرو۔ بہن رخصت ہو کر چلی جائے گی اور تم خوشی سے چھلانگیں مار رہی ہو؟" شائلہ بھابھی نے اسے شرم دلانی چاہی تو گل اطلاع دینے والے انداز میں بولی۔
"یہ اپنی جیت کا جشن منا رہی ہے بھابھی!" شائلہ بھابھی ہنس پڑی تھیں۔
"ولید ہار گیا۔" مسکی سی شکل بنا کے کھڑے ولید کے منہ میں زبردستی گلاب جامن ٹھونستی عزہ نے لمبی تان اڑائی۔
"ولید ہار گیا......" بڑی اماں نے اسے یوں بھنگڑا ڈالتے دیکھا تو اپنا سر پیٹ لیا۔
"دیکھو ذرا اس لڑکی کو۔ ذرا جو شرم لحاظ اسے چھو کر گزری ہو۔" عزہ نے نیچے گرا اسٹالر اٹھا کر پھر سے گردن میں ڈال لیا اور بظاہر سنجیدگی سے بولی۔
"ایسی بات نہیں ہے بڑی اماں! یہ کئی بار مجھے "چھو" کر گزری ہیں۔ بلکہ میں نے تو انہیں کئی بار اپنے پاس بھی بلایا لیکن دور سے سلام کر کے پتلی گلی سے نکل گئیں۔"
بڑی اماں نے گہری سانس بھرتے اپنے تخت پر بیٹھتے ہوئے یوں سر ہلایا۔ "جیسے تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔" آج ان کا موڈ خوشگوار تھا ورنہ اکثر اس کی ایسی باتوں اور حرکتوں کا جواب وہ اپنی چھڑی سے دیتی تھیں۔
سمیرا بیگم اور تائی اماں مل کر بچا ہوا کھانا فریز کرنے لگیں۔ بڑی اماں کے حکم پر مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے اتنا سب کچھ تیار کر لیا گیا تھا کہ اب انہیں اگلے دو دنوں تک اپنے لیے کھانا پکانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بڑی اماں سے آئس کریم کھانے کے لیے باہر جانے کی اجازت لے کر گل اور عزہ تیار ہونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھیں۔
"آجاؤ۔ اب تم دونوں ورنہ باہر جانا کینسل۔" عمار نے با آواز بلند دھمکی دی جو خاصی کارگر ثابت ہوئی تھی۔
"افوہ! کیا مصیبت ہے؟ ڈھنگ سے تیار بھی نہیں ہونے دیتے۔ آؤٹنگ پر جاتے وقت لوگ نقلی پلکیں تک لگا لیتے ہیں۔" دوپٹہ سنبھالتی گل جھنجلائی ہوئی باہر نکلی تھی۔ اس کے پیچھے عزہ بھی، وہ گل کی طرح اپنی تیاری کے بارے میں کانشس نہیں ہوتی تھی۔ کندھوں سے ذرا نیچے آتے سیدھے بالوں کو کس کر اونچی پونی ٹیل میں قید کرتی۔ گھر میں بھی عموماً ٹراؤزر پر ڈھیلے ڈھالے کڑھائی والے کرتے پہنے رکھتی گردن میں اسٹالر۔ رابعہ بڑی اماں کی خاص تاکید پر گھر سے باہر نکلتے وقت دوپٹہ لے لیتی۔
"بے چاری غریب عوام کی جیب پر ایٹم بم گرا دیا۔" کچن سے علی کا فیڈر لے کر نکلتی شائلہ بھابھی کو ولید کی بے زار شکل دیکھ کر ہنسی آنے لگی تھی۔ انہیں بات بے بات مسکرانے کی عادت تھی۔ زوہیب بھائی جتنے کم گو اور سنجیدہ تھے شائلہ بھابھی اتنی ہی ہنس مکھ اور

pklibrary.com

بزلہ سنج تھیں۔

"آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔" عزہ نے بڑے شاہانہ انداز میں انہیں اور ہدیٰ آپی کو اپنے ساتھ چلنے کی آفر کی تھی۔ ولید دانت پیس کر بولا۔

"دوچار محلے والیوں کو بھی بلالو۔" شمائلہ بھابھی ہنس ہنس کر دوہری ہوگئیں۔

"اس بات پر آپ کو ناراض ہونا چاہیے تھا۔" گل نے انہیں اکسایا تو وہ مسکراہٹ دباتی نفی میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئیں۔ "میں اپنے مفت کے ڈرائیور سے کبھی ناراض نہیں ہوسکتی۔"

"اچھا اب چلو بھی۔" عمار، زوہیب بھائی سے ان کی گاڑی کی چابی لے کر آیا تو انہیں آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

"گزارا ہو جائے گا۔" ولید نے نوٹ گن کر بٹوہ پینٹ کی جیب میں اڑسا۔ مہینے کا آخر تھا۔ اس کی پاکٹ منی ختم ہونے کے قریب تھی۔ سیونگ اس کے پاس ہوتی نہیں تھی۔ کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں عزہ سے ادھار پکڑ لیتا۔ عزہ کے ساتھ یہ ادھار والا حساب کتاب چلتا رہتا تھا۔

اپنے اپنے پسندیدہ فلیور کی آئس کریم لینے کے بعد عزہ نے ہدیٰ اور شمائلہ بھابھی کے لیے بھی ان کی پسندیدہ فلیور کی آئس کریم پیک کرنے کا آرڈر دیا۔ ولید نے ٹیبل کے نیچے زور سے اپنا پاؤں اس کے پاؤں پر دے مارا تھا۔

"اب میرے پاس اتنے بھی پیسے نہیں ہیں۔"

"یہ کون سی نئی بات ہے۔ سدا کے کنگال ہو تم۔" عزہ نے جلبلا کر اپنا پاؤں پیچھے کیا تھا۔ ولید خون کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

اپنی آدھی آئس کریم یونہی چھوڑ کر وہ بٹوہ نکال رہا تھا کہ عزہ نے پاس کھڑے ویٹر کو بل پے کر دیا۔ بلکہ ٹپ بھی دے دی۔ ولید آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے گیا۔

"بل میں نے پے کرنا تھا۔" اس نے "میں نے" پہ زور دیا۔ عزہ نے کندھے اچکائے۔

"میں کروں یا تم کیا فرق پڑتا ہے؟"

ولید کھل کر مسکرایا تھا اور جلدی سے اپنی آدھی بچائی گئی آئس کریم کا کپ دوبارہ اٹھا کر کھانے لگا۔

☆☆☆

ناشتہ بنانے کی ذمہ داری ہدیٰ اور شمائلہ بھابھی کے ذمہ تھی۔ لیکن جب سے ہدیٰ کی شادی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ اسے شمائلہ بھابھی نے کچن کے کاموں سے دور کر دیا تھا۔ اب ان کی ہیلپر عزہ ہوتی۔ جس کا صبح سویرے اٹھائے جانے پر جمائیاں لے لے کر برا حال ہو جاتا۔ شمائلہ بھابھی کو اس پر ترس آتا تو اسے کرسی پر آرام سے بیٹھ جانے کا کہتی خود اکیلی شروع ہو جاتیں۔

کبھی کبھار اچانک بڑی اماں کا "چھاپہ" پڑتا تو اس کی نیند تو کیا ہاتھوں کے طوطے، چڑیاں تک اڑ جاتیں۔

ناشتے کے وقت سے جو فرمائشی پروگرام شروع ہوتا تو دس بجے تک چلتا رہتا۔ کسی کو انڈہ پراٹھا چاہیے ہوتا تو کسی کو رات کے سالن کے ساتھ دیسی گھی کی چپڑی روٹی۔ تو کسی کو دہی کے ساتھ سادا پھلکا درکار ہوتا۔

لیکن آج بڑی اماں نے تخت پر تسبیح ہاتھ میں لیے بیٹھتے ہوئے حکم جاری کیا۔

"چائے کے ساتھ سب کے لیے بچے ہوئے قیمے کے پراٹھے بنیں گے۔" علی رات بھر بے چین رہا تھا۔ نہ تو خود سویا نہ سکون سے ماں باپ کو سونے دیا۔ صبح اس کی آنکھ قدرے تاخیر سے کھلی تھی۔ سمیرا بیگم نے اس کے اٹھنے سے پہلے ہی چولہا چوکی سنبھال لی۔

"ارے امی! آپ کیوں کر رہی ہیں؟ میں بس آ ہی رہی تھی......" بالوں کا گول مول جوڑا بناتے وہ جلدی سے کچن کی طرف آئی تھیں۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! روز تم بناتی ہو۔ ایک دن میں بنالوں گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" انہوں نے پراٹھے میں قیمہ بھرتے ہوئے نرمی سے جواب دیا

pklibrary.com

تھا۔

''رات بھر ان کے لاڈلے نے ٹھیک سے سونے نہیں دیا۔'' زوہیب سرخ آنکھیں لیے کچن میں آ گیا تھا۔

''ان کا لاڈلا آپ کا بھی کچھ لگتا ہے بیٹا جی! یہ کوئی اپنے میکے سے تھوڑی لے کر آئی ہیں۔ جب ماں ساری ساری رات بچے کی خاطر جاگ سکتی ہے تو باپ کیوں نہیں؟ آخر اولاد تو دونوں کی برابر کی ہی ہوتی ہے نا؟''

بظاہر ہلکے پھلکے لہجے میں انہوں نے نرمی سے اپنے بڑے بیٹے کو ٹوکا تھا۔ فلاسک سے چائے نکالتی شائلہ کے دل میں ان کی قدر و منزلت کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ وہ اس کے لیے ساس کم، ماں زیادہ ثابت ہوئی تھیں۔ باری باری سب کو ناشتہ کروانے کے بعد سمیرا بیگم اور شائلہ بھابھی باہر آ گئی تھیں۔ ولید سب سے آخر میں اٹھا تھا۔

''مجھے نہیں کھانا یہ قیمہ ملا پراٹھا۔'' کرسی پر کسل مندی سے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا تو سمیرا بیگم سر پر ہاتھ مار کر رہ گئیں۔

''اوہو! میں تو بھول ہی گئی کہ ولید کو قیمہ سخت ناپسند ہے۔''

''میں کچھ اور بنا کے لاتی ہوں۔'' شائلہ بھابھی فوراً اٹھی تھیں۔ لیکن اسی وقت عزہ بوتل کے جن کی طرح اس کے لیے آملیٹ بنا کر لے آئی تھی۔ ساتھ میں تایا ابا کا بچایا ایک پھلکا۔

''جیو عزہ!'' ولید کو ایسی عیاشی عزہ ہی کروا سکتی تھی۔

''اگر تم اس گھر میں نہ ہوتیں تو نجانے میرا کیا بنتا؟'' عزہ نے شکریہ قبول کرنے والے انداز میں سر کو ہلکا سا خم دے کر بھاپ اڑاتا اس کا فیورٹ سفیدمگ اس کی طرف بڑھایا جس پر سرخ رنگ کے دو دل بنے ہوئے تھے۔

☆☆☆

''ہدیٰ آپی بس چند دنوں کی مہمان ہیں اس گھر میں۔'' عزہ پر آج اداسی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ اپنی حد سے زیادہ سادہ مزاج اور سادہ دل بہن سے اسے شدید محبت تھی۔

''کوئی نہیں، اسی شہر میں رہے گی ہماری ہدیٰ۔ اسی لیے تو میں نے اس رشتے کے لیے ہامی بھری تھی۔ بھئی اپنی جان کے ٹکڑوں کو دور دراز بھیجنے کا حوصلہ نہیں ہے ہمارے اندر۔'' تایا ابا نے شفقت سے کہتے ہوئے اپنا بازو اس کے گرد پھیلایا تھا۔ ان کی اپنی اولاد خاصی تاخیر سے ہوئی تھی۔ جبکہ ان سے چھوٹے مہربان علی کو شادی کے سال بھر بعد ہی اللہ نے زوہیب کی شکل میں اولاد نرینہ عطا کر دی تھی۔ زوہیب کے بعد ہدیٰ بھی اس دنیا میں آ گئی۔ جہاں آرا بیگم کو دیورانی سمیرا کے دونوں بچوں سے خصوصی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اگرچہ عزہ اور عمار کے اس دنیا میں آنے سے پہلے وہ خود ولید اور پھر گل کی والدہ ماجدہ کے عہدے پر فائز ہو چکی تھیں لیکن اپنی اولاد ہو جانے کے باوجود انہوں نے عمار اور عزہ کو پیار دینے میں بالکل کنجوسی سے کام نہ لیا۔ بلکہ عزہ تو انہیں اپنی گل کی طرح ہی پیاری تھی۔

مہربان علی کی وفات کے بعد غفران صاحب نے اپنے یتیم بھتیجے اور بھتیجیوں کو کبھی باپ کی کمی نہیں ہونے دی تھی۔

''آج میں اپنی ہدیٰ کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گا۔ بھئی ہم دونوں کا کھانا یہیں لا دو۔'' ان کا مان دینے کا بھی اپنا ہی انداز تھا۔ ہدیٰ نم آنکھیں لیے مسکراتی رہی۔ امریکہ سے غزالہ پھپھو کی کال آئی۔ بڑی اماں کال سن کر شاداں و فرحاں باہر آئیں۔

''شادی پر غزالہ بھی آ رہی ہے۔ آفاق کے ساتھ۔'' خوشی سے نہال ہوتے ہوئے سب کو اطلاع دی۔

''چلو اچھا ہے۔ غزالہ کی اس بہانے سب سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ زوہیب کی شادی پر بھی وہ نہیں آ سکی تھی۔'' تائی اماں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آفاق تو شاید پہلی بار آ رہا ہے نا؟'' سمیرا چچی

pklibrary.com

نے خیال آرائی کی۔
"بچپن میں جب بھی آتا کہتا بڑی اماں کے گھر مچھر بہت کاٹتے ہیں۔ وقار میاں نے جب آہستہ آہستہ اپنا سارا کاروبار امریکہ منتقل کیا تب سے آنا جانا کم ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔ ان گزرے آٹھ دس سالوں میں غزالہ نے بھی ایک آدھ چکر ہی لگایا ہے" بڑی اماں کو سب ازبر تھا۔ بیٹے، بہویں، پوتے، پوتیاں بھرا پرا گھر تھا، ایسے میں ہر خوشی غم کے موقع پر پردیس بیٹھی بیٹی کا خیال انہیں اداس کر جاتا۔

☆☆☆

"میری توبہ جو آئندہ ان خواتین کے ساتھ بازار جانے کی غلطی کی ہو تو......" شاپنگ بیگز کارپٹ پر پھینکنے کے سے انداز میں ڈالتے ہوئے ولید صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔
"اپنی توبہ اپنے پاس ہی رکھو۔ ایسے بہت سے چکر لگنے ہیں ابھی ہمارے بازار کے۔" شائلہ بھابھی نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ کراہ کر رہ گیا۔
"ارے کوئی پانی ہی پلا دے اس مفت کے ڈرائیور کو......" اس کی دہائیاں عروج پر تھیں۔ چونکہ سب ہی اس وقت بازار سے تھکی ہاری لوٹی تھیں اس لیے کسی نے توجہ نہ دی۔ جوتوں کی قید سے اپنے پاؤں آزاد کیے انہیں آہستہ آہستہ دباتی عزہ نے اٹھ کر ہاتھ دھوئے اور پانی کا گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھایا۔
"ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔" عمار نے دکھی تان لگائی تو ہدیٰ اٹھ کر سب کو پانی پلانے لگی۔
"ارے اتنا قیمتی سامان ایسے نیچے ڈال دیا۔ ہزاروں روپے اٹھ گئے ہیں ان پر۔" تائی اماں نے اندر آتے ہی سارے شاپنگ بیگز اٹھا کر صوفوں پر رکھے۔ "ابھی بھی ہدیٰ کے سسرال والوں کی کچھ پہناوئیاں رہ گئی ہیں۔ یہ سب پورے ہوں تو پھر لڑکیوں کی باری آئے گی۔" سمیرا بیگم لسٹ پر نگاہیں دوڑاتی بڑی اماں کے پاس جا بیٹھی تھیں۔

"میں اس بار ساری شاپنگ اپنی پسند سے ہی کروں گی۔" عزہ نے باآواز بلند اعلان کیا تھا۔
"ہاں ہاں پچھلے صحن میں جو نوٹوں سے لدا پیڑ کھڑا ہے اس پر سے نوٹ توڑ کر بیگ بھرتی چلی جانا بازار۔" سمیرا بیگم چڑ کر بولی تھیں۔ عزہ منہ بنا کر رہ گئی۔
"ایسے نہ ٹوکا کرو سمیرا۔ یہی تو دن ہوتے ہیں بچیوں کے پہننے اوڑھنے کے۔ بعد میں گھر، شوہر، بچوں کی ذمہ داریوں میں کہاں ہوش رہتا ہے۔" تائی اماں کے محبت سے کہنے پر وہ ان کے گلے آ لگی تھی۔
"میری تائی اماں زندہ باد! سچ سچ بتائیں کہیں اگلے پچھلے کسی جنم میں آپ میری سگی ماں تو نہیں رہی ہیں نا؟" آنکھیں پٹپٹا کے وہ یوں معصومیت سے بولی تھی کہ شائلہ بھابھی نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔
"یہ اگلا پچھلا جنم کیا ہوتا ہے؟ پڑوسی ملک کے ڈرامے ذرا کم دیکھا کرو۔ ہم مسلمان عقیدہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ موت کے بعد کی ابدی زندگی پر۔" بڑی اماں نے فوراً کلاس لے ڈالی تھی۔
"جی جی بڑی اماں! میں بھی بحیثیت ایک سچی اور پکی مسلمان ہونے کے عقیدہ آخرت پر مکمل یقین رکھتی ہوں۔ لیکن یہ جو میری سگی اماں ہیں نا......" ماں کے تیوروں پہ نظر پڑی تو فوراً بات بدلی تھی۔
"ان کی جٹھانی کی بے لوث محبت مجھے شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتی ہے۔" سمیرا بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ پھر شاپنگ بیگز کھول کر سب کو شاپنگ دکھانے لگیں۔
"ارے واہ! ہدیٰ آپی اتنی پیاری لگ رہی ہیں۔" گل نے کرن لگا زرد دوپٹہ کھول کر ہدیٰ کے سر پر ڈالا تو وہ بری طرح شرما کر سر جھکا گئی۔

☆☆☆

"عزہ! یار کچھ پیسے ادھار دے دو۔ بہت جلد واپس کر دوں گا۔" عزہ کے لیے یہ تقاضا نیا نہیں تھا اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ پچھلے تمام ادھاروں کی طرح یہ ادھار بھی کبھی نہیں چکایا جائے گا۔

pklibrary.com

"شاپنگ تو گھر والے کروا ہی دیں گے۔ لیکن دولہا دلہن کے اوپر وارنے کے لیے کچھ اضافی پیسے بھی تو ہونا چاہئیں نا جیب میں۔" عزہ نے کوئی سوال جواب کیے بغیر الماری کھول کر اپنی ساری سیونگ بنا گنے اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔ عزہ کو تو لگتا تھا وہ بچت ولید کے لیے ہے تاکہ اسے بوقت ضرورت فوراً نکال کر پیش کردے۔ ہر ماہ پاکٹ منی تو سب کو ایک جیسی ہی ملتی تھی لیکن ولید کے ہاتھوں میں پیسہ ٹکتا ہی نہیں تھا۔ ادھر آیا ادھر اڑا دیا۔

"تھینکس یار! دیکھنا جب مجھے جاب ملے گی تو سب سے پہلے تمہارا ادھار چکاؤں گا۔"

"یا اللہ! وہ مبارک دن کب ان گناہگار آنکھوں کو دیکھنا نصیب کرے گا؟" عزہ کے بجائے عمار نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اوپر دیکھا تھا۔ ولید اسے گھورتا باہر نکل گیا۔

"ڈانس پریکٹس کب کریں گے؟" گل کو نئی فکر لاحق ہوئی۔

"تم اور عمار مہندی پر "تو لونگ میں الائچی" پر ڈانس کرو گے ناں؟ عزہ کے یاد دلانے پر عمار فوراً بولا تھا۔"

"بالکل نہیں گل بہت موٹی ہو گئی ہے اب۔ اس پر یہ اسٹیپ سوٹ نہیں کرتے۔" گل کو جیسے کرنٹ لگ گیا۔ فوراً اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا میں موٹی ہو گئی ہوں؟" عزہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ دھاڑ سے دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ دوپٹہ اتار کر خود کو ڈریسنگ کے آئینے میں دیکھا تو صدمے سے چکرا کر رہ گئی۔ عمار غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ اف خدایا! اتنی ساری چربی کیسے چڑھالی میں نے اپنے اوپر۔ میکسی پہن کر کتنی بھدی لگوں گی۔ شادی میں اتنے کم دن رہ گئے ہیں۔ اللہ...... کیا کروں؟"

اس نے کم وقت میں جسم کی فالتو چربی پگھلانے کے ایک سو ایک طریقے سوچ ڈالے۔

"لائیں بھابھی! آج سے علی کو میں سنبھالوں گی۔" سارا دن علی کے پیچھے ہلکان ہوتی اسمارٹ سی شمائلہ بھابھی کو دیکھ کر اس نے کہا تو وہ الٹا حیران ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔ گل گڑبڑائی "میرا مطلب ہے آپ پر کام کا بہت بوجھ بڑھ گیا ہے۔ اوپر سے یہ ہر وقت آپ کو تنگ کرتا رہتا ہے۔ تھوڑی دیر میں چھت پر جا کر اسے بہلاؤں گی تو آپ تسلی سے کام کر سکیں گی۔"

انہوں نے خوشی خوشی علی کو اس کے حوالے کر دیا۔

اب گل کی سارا دن علی کو اٹھائے اوپر نیچے کی پریڈ شروع ہو گئی۔ اس ہڑبونگ میں کبھی علی اکیلا اوپر رہ جاتا اور گل نیچے پہنچ جاتی۔ جب یاد آتا تو دھڑ ادھڑ سیڑھیاں چڑھتی اوپر جا پہنچتی۔ کبھی علی نیچے تو کبھی گل اوپر......

"سنبھالیں بھئی اپنے لاڈلے کو۔ واقعی ماں کے قدموں تلے ایسے ہی جنت نہیں رکھی گئی۔" دو دن میں وہ اچھی خاصی چکرا کر رہ گئی تھی۔

شمائلہ بھابھی نے ہنستے ہوئے علی کو اس سے لے لیا تھا جسے اوپر نیچے کی اس بھاگ دوڑ نے سہما کر رکھ دیا تھا۔

"ثریا خانم! ہٹو تم روز اوپر اوپر سے صفائی کر کے چلی جاتی ہو میں تمہیں بتاتی ہوں صفائی کیسے کی جاتی ہے؟" اپنی ہم عمر ملازمہ کے ہاتھ سے جھاڑو لے کر وہ خود شروع ہو گئی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے روز پورا صحن چمکا دیتی۔ اسے یہ ایکسرسائز نسبتاً آسان لگی تھی اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی نکلتے دکھائی دینے لگے تھے۔ ثریا کو اس کی دماغی حالت پر شک ہونے لگا تھا کہاں وہ اٹھ کر پانی تک پینا گوارا نہ کرتی تھی کہاں اب اس کا آدھے سے زیادہ کام اپنے ذمے لے لیا۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چار دن کی چاندنی ہے۔ میں ذرا خود کو شیپ میں لے آؤں، پھر وہی جھاڑو ہو گی وہی ثریا خانم۔"

ثریا نے فوراً بتیسی اندر کی تھی۔

☆☆☆

"سچ کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ

pklibrary.com

پکڑتا ہے۔ شمائلہ کی دیکھا دیکھی اپنی گل بھی اب ماشاء اللہ خاصی پھرتیلی اور کام والی ہوتی جا رہی ہے۔"

بڑی اماں کو اس پھرتیلے پن کا پس منظر معلوم نہیں تھا وہ تو اسی پر خوش تھیں کہ لڑکیوں میں ذمہ داری کا احساس پروان چڑھ رہا ہے۔

"گل! بڑی اماں تمہیں خربوزہ کہہ رہی ہیں؟" عزہ نے شرارت سے کہا تو بڑی اماں نے چھڑی اٹھالی۔

"اچھا؟"

"آج اگر تم سے سارا صحن رگڑ رگڑ کر نہ دھلوایا تو میں بھی تمہاری دادی نہیں۔"

"تائی اماں۔" اس نے تائی اماں کو دہائی دی۔

وہ کفگیر ہاتھ میں پکڑے کچن کے دروازے پر آ کر جھانکنے لگیں۔ صورت حال کا اندازہ ہوتے ہی مسکراہٹ دبائی دوبارہ کچن میں چلی گئیں۔ وہ اور سمیرا بیگم اس وقت دوپہر کے کھانے کا انتظام کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

"بہت توڑ لیں مفت کی روٹیاں۔" بڑی اماں اسے چھڑی سے ہانکتی صحن میں کھڑا کر گئیں۔ شمائلہ بھابھی نے جھاڑو اور پانی سے بھری بالٹی اس کے قریب لا کر رکھی۔

"سخت زہر لگ رہی ہے ابھی آپ کی یہ مسکراہٹ......" تلملا کر جھاڑو اٹھائی۔ وہ اور کھل کر ہنسی تھیں۔ عزہ چاروناچار جھاڑو سے پانی کے چھپا چھپ چھینٹے اڑانے لگی۔

"ستیاناس! صحن صاف کرنے کے بجائے دیواروں کو گندا کر رہی ہے۔" سمیرا بیگم کچن سے باہر نکلیں تو دختر نیک اختر کی کارکردگی پر سر تھام کر رہ گئیں۔ اسی وقت بیرونی دروازہ کھلا تھا۔

زوہیب بھائی کے ساتھ غزالہ پھوپھو اور آفاق نے اندر قدم رکھا تھا۔ اپنے کپڑوں پر گندے پانی کے بنے نقش ونگار کو دیکھتا آفاق حیران پریشان کھڑا رہ گیا۔

گھر میں افراتفری سی مچ گئی۔ سمیرا بیگم کا بی پی لو ہونے لگا چکراتے سر کے ساتھ سمجھ نہیں پائیں پہلے مہمانوں کا خیر مقدم کریں یا جھاڑو اٹھائے کھڑی عزہ کی اسی جھاڑو۔۔۔ سے چھترول کریں۔

☆☆☆

ولید کے ہنس ہنس کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔

"گل! ایک بار پھر بتانا جب آفاق صاحب نے اندر قدم رکھا تو کیسے عزہ نے زوردار جھاڑو گھمائی اور......" اس کے منہ سے ایک بار پھر ہنسی کا فوارہ پھوٹ نکلا تھا۔

"ہاں تو جس کا کام اسی کو ساجھے۔ سارا قصور بڑی اماں کا ہے۔ ان کو کس نے کہا تھا یہ لمبی سی جھاڑو مجھے پکڑا دیں۔ اور مجھے خواب تھوڑی آیا تھا کہ عین اسی وقت پھوپھو لوگ بھی آ جائیں گے۔" عزہ خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے کوئی ہزار تاویلیں گھڑنے کو تیار تھی۔

"ویسے عزہ! شکر کرو یہ تو آفاق بھائی تھے جو مروتاً خاموش رہے، ان کی جگہ اگر زوہیب بھائی کے کپڑوں پر تم نے یہ نقش ونگار بنائے ہوتے تو تمہاری شامت تو پکی تھی۔" گل کی بات پر وہ چڑ کر بولی۔

"اب کون سا کسی نے کوئی کسر چھوڑ دی ہے؟" اس وقت سب نے مہمانوں کے سامنے اس کی خوب کلاس لی تھی۔

سوائے تائی اماں کے جنہوں نے نرمی سے اسے اندر جانے کا کہتے ہوئے اس کی جان بخشی کروائی تھی۔

"ماشاء اللہ! ہمارا آفاق اتنا بڑا ہو گیا ہے۔" تایا ابا اندر آئے تو وہ انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"السلام علیکم ماموں جان!"

انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے چوڑے کندھے پر تھپکی دی تھی۔ سب اس وقت لاؤنج میں ہی موجود تھے۔ شمائلہ بھابھی سب کے لیے چائے بنا کر لے آئی تھیں۔

"اچھا ہدیٰ کے سسرال والوں کے بارے میں

pklibrary.com

بتائیں کیسے لوگ ہیں؟ اچھی کھاتی پیتی فیملی تو ہے نا؟'' غزالہ پھوپھو نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے سمیرا بیگم سے پوچھا۔

''ہماری طرح کے ہی سفید پوش لوگ ہیں۔ نیک، شریف، عزت دار......''

''وہ سب تو ٹھیک ہے بھابھی! لیکن کوئی مضبوط بیک گراؤنڈ بھی تو ہونا چاہیے نا؟ ویسے بھی اب تو لوگ اپنی بیٹیوں کے لیے بہی کچھ دیکھتے ہیں، اپنا ذاتی گھر، گاڑی، تھوڑا بہت بینک بیلنس...... بھوکے ننگوں کو تو کوئی اپنی بیٹی اٹھا کر نہیں دے دیتا۔'' امریکہ میں رہتے ہوئے ان کی سوچ بھی کچھ کچھ مغربی ہو گئی تھی۔

''ہمارے لیے تو شرافت، نیک نامی اور عزت ہی سب سے بڑھ کر ہے۔ جنید بہت سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ ہماری ہدیٰ کی قدر کرے گا۔ قسمت اچھی نہ ہو تو یہ گھر، گاڑی، بینک بیلنس سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔'' بڑی اماں نے رسانیت سے کہتے بات سمیٹ دی تھی۔

☆☆☆

بڑی اماں کے کہنے پر شمائلہ بھابھی، غزالہ پھوپھو کو ہدیٰ کی شاپنگ دکھانے کے لیے اٹھی ہی تھیں کہ علی ان کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ شمائلہ نے زوہیب کی طرف دیکھا جو اپنا چائے کا خالی کپ میز پر اپنے کمرے میں جانے کے لیے اٹھے تھے۔

''زوہیب! ذرا علی کو اٹھالیں۔ میں تھوڑی دیر میں آ کر آپ سے لے لیتی ہوں۔'' جھک کر علی کو اٹھاتے ہوئے زوہیب کی طرف بڑھایا تو وہ سنجیدگی سے کہنے لگے۔

''سارا دن آفس میں دماغ کھپاؤ پھر گھر آ کر بچے بھی سنبھالو۔ میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہے۔ ویسے بھی میں اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں آرام کروں گا۔'' شمائلہ کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔

زوہیب کا شمار ان مردوں میں ہوتا تھا جنہیں شادی کے فوراً بعد یہ وہم لاحق ہو جاتا ہے کہ بیوی بچے کی ناز برداریاں اٹھاتے دیکھ کر لوگ انہیں ''زن مرید'' نہ سمجھنے لگ جائیں، کمرے کی حد تک تو ٹھیک تھا لیکن سب کے سامنے انہیں یہ ''چاؤ چونچلے'' سخت زہر لگتے۔ بیوی کو اپنی حد میں رکھ کر انہوں نے اپنی مردانہ انا کا پرچم سر بلند رکھا ہوا تھا۔

تائی اماں نے علی کو اس سے لے کر اپنی گود میں لٹا لیا تھا۔ نرمی سے تھپکا تو اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی بند ہونے لگی تھیں۔ شمائلہ بھابھی مسکراتے ہوئے بولیں۔

''میں ابھی آپ کو ساری شاپنگ دکھاتی ہوں پھوپھو!''

رات کی چائے عزہ اور گل ہمیشہ لان میں ہی پیتی تھیں۔ نرم گھاس پر چہل قدمی کرتے اپنا اپنا مگ اٹھا کے دنیا جہاں کی باتیں کیے جاتیں۔

''تمہیں آفاق بھائی کیسے لگے عزہ؟''

''مجھے تو لگتا تھا افسانوی کردار صرف افسانوں میں ہی پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ تو بالکل کسی افسانے کے ہیرو جیسے ہیں۔ بہت چارم ہے ان کی شخصیت میں......'' عزہ بولی تھی۔ آفاق کی شخصیت، اس کی ڈریسنگ، بات کرنے کا انداز سب کچھ بہت متاثر کن تھا۔

گل کو تائی اماں نے آواز لگائی تو وہ ''آئی اماں'' کہتی ڈم ڈم کی باڑھ پھلانگ گئی عزہ مڑی تو اچانک نظر رات کی رانی کے پودے کے پاس کھڑے آفاق پر پڑی تھی۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر ہلکا سا مسکرایا۔ چاند کی مدہم روشنی میں وہ دونوں ان کی وہاں موجودگی سے مکمل لاعلم تھیں۔

''کمال ہے کوئی ولایتی مہمان ہی ایسی جرات کر سکتا ہے۔ ورنہ ہمارے سیدھے سادے دیسی مہمان کہاں پہلے ہی دن بے تکلفی سے لان میں دندناتے نظر آئیں۔'' عزہ نے غصے سے سوچا۔ یقیناً انہوں نے اس کا جامع تبصرہ سن لیا تھا۔ وہ انہیں نظر انداز کرتی آگے بڑھنے لگی تو وہ اپنی گمبھیر آواز میں بولے۔

"معذرت نہیں کرو گی پیاری لڑکی؟" وہ پلٹی۔

"کس بات کی معذرت؟"

آفاق نے اس کی بڑی بڑی حیران آنکھوں میں جھانکا پھر سر جھٹکتے ہوئے ہنس دیے۔

"کسی بات کے لیے نہیں۔"

"اوہ......!" عزہ نے گہری سانس کھینچی۔

"اس میں سارا قصور میرا نہیں تھا آفاق بھائی! آپ لوگوں کو دستک دے کر اندر آنا چاہیے تھا۔"

"اس کا مطلب ہے مجھے آپ کو سوری بولنا چاہیے۔" انہوں نے مسکراہٹ دبائی۔ عزہ سٹ پٹا گئی۔

"نہیں تو، میں نے ایسا تو نہیں کیا۔" جواب دے کر اس نے جلدی سے لان کی دو اسٹیپ کی بنی سیڑھیاں طے کی تھیں۔

"تمہیں کیا ہوا؟ کون سا جن پیچھے لگ گیا ہے؟" سامنے سے آتے ولید سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ وہ اور عمار اس وقت باہر سے واپس آ رہے تھے۔

"امریکہ والا جن۔" عزہ بڑبڑائی۔

"ہائیں عینک والا جن تو سنا تھا۔ یہ امریکہ والا جن......" عمار نے اس کے عقب میں آتے آفاق کو دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"السلام علیکم آفاق بھائی؟ سنائیں کیا حال چال ہیں؟"

"اللہ!" عزہ چکرائی۔ عمار اور ولید کو ان سے سلام دعا کرتے دیکھ کر اس نے اس بار جو سرپٹ دوڑ لگائی تو اپنے کمرے میں ہی جا کر دم لیا۔

☆☆☆

"دس چیزیں پسند کی دلا دیں پھر بھی مہارانی کا منہ بنا ہوا ہے۔" سمیرا بیگم نے آتے کے ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز صوفے پر پٹخے تھے۔

"وہ بلیک میکسی تو نہیں لے کر دی نا؟" عزہ نے تڑخ کر کہا تھا۔ آج ان کا بازار کا آخری چکر تھا۔ سمیرا بیگم لڑکیوں کو شاپنگ کرانے لے گئی تھیں۔ عزہ، گل، شائلہ بھابھی اور ہدیٰ بھی ساتھ تھی۔ اس کے ایک دو جوتے رہ گئے تھے۔ ڈرائیور کی ذمہ داری حسب سابق ولید نے ہی اٹھائی تھی۔ سمیرا بیگم کی کڑی نگاہوں اور کراری ہدایات کے باوجود لڑکیوں نے پورا دن لگا کر اپنی شاپنگ مکمل کی، کپڑے، جوتے، میچنگ جیولری، چوڑیاں۔

"عین مارکیٹ سے نکلتے وقت عزہ کی نظر اس سیاہ میکسی پر پڑ گئی جس پر سفید موتیوں کا خوب صورت کام کیا گیا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے ماں کی منتیں، ترلے سب کر لیے مگر ان کی ناں، ہاں میں نہیں بدلی۔

"میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔" عزہ کا بری طرح اس میکسی پر دل آ گیا تھا۔

"ولید!" عقب میں کھڑے ولید کو مدد کے لیے پکارا۔ جس کے دونوں ہاتھوں میں بھاری بھرکم تھیلے تھے۔ اس نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔ عزہ سلگی۔

"خدا ایسا کنگال ......کزن کسی دشمن کو بھی نہ دے۔"

ہیرو کہتے کہتے کزن منہ سے نکل گیا۔ تب سے اس کا موڈ بری طرح آف تھا۔ گھر آ کر سمیرا بیگم نے اس کی خوب خبر لی۔

"اگر بچی کو وہ اتنی پسند آ گئی تھی تو آپ لے دیتیں بھابھی۔"

غزالہ پھوپھو کے کہنے پر وہ فوراً بولی تھیں۔

"پورے ساڑھے دس ہزار کی تھی غزالہ آپا! ویسے ہی اتنی مہنگائی ہے۔ ہر چیز کی قیمت آسمان کو چھو رہی تھی۔ بہت مشکل سے سب کی چیزیں کھینچ کھانچ کر پوری کیں۔"

"ساڑھے دس ہزار میری خوشی سے بڑھ کر ہیں کیا؟"

"آنسو تو اس لڑکی کی آنکھوں کی دہلیز پر ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔" سمیرا بیگم کا ہاتھ اپنی جوتی تک گیا تھا۔

"یہ لو پیسے اور صبح جا کر وہ میکسی لے آنا۔"

pklibrary.com

آفاق نے والٹ سے نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ وہ بدکی۔ ”نہیں آفاق بھائی...... میں۔“

”تھوڑے ہیں اور دوں؟“ انہوں نے مزید کئی ہزار ہزار کے نوٹ نکال لیے۔ عزہ نے گڑبڑا کر ماں کی طرف دیکھا۔

”لے لو بیٹا شاباش۔“ غزالہ پھوپھو نے کہا۔

”اور تم سمیرا بھابھی ایسے مت گھورو اب بچی کو۔“ عزہ نے ہچکچاتے ہوئے نوٹ تھام لیے تھے۔

”یہ تو بہت زیادہ ہیں آفاق بھائی۔“ وہ ایسے مسکرائے تھے جیسے کسی نادان بچے کی معصوم بات پر مسکرایا جاتا ہے۔ ”تمہاری خوشی سے بڑھ کر نہیں۔“

اگلے روز وہ ولید کے ساتھ جا کر اسی شاپنگ مال سے وہ میکسی لے آئی تھی۔ اور اترا اترا کر سب کو دکھائی۔

”میں نے تم سے کہا تھا نا وہ بالکل کسی افسانے کے ہیرو کی طرح ہیں۔“ گل کے کان کے پاس جھک کر اس نے سرگوشی کی تھی۔

☆☆☆

اگلے روز ہدیٰ کو مایوں بٹھا دیا گیا۔ بڑی اماں کا آرڈر تھا سارے فنکشن گھر پر ہی رکھے جائیں۔ انہیں یہ سخت ناپسند تھا کہ دلہن پارلر سے تیار ہو کر شادی ہال جائے اور پھر وہاں سے رخصت ہو کر سسرال۔

گل نے ڈھولکی رکھی۔ عزہ اور شائلہ بھابھی نے حلق پھاڑ کر ایسی بے سری تانیں لگائیں کہ سننے والیوں نے اپنے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ گیندے کے پھولوں سے سجے جھولے پر بیٹھی ہدیٰ زرد دوپٹہ اوڑھے مسکراتی رہی۔

مہندی پر گل اور عمار نے جم کر ”تو لونگ میں الائچی، تیرے پیچھے ہاں گواچی“ پر ڈانس کیا۔ بارات والے دن عزہ دولہا والوں کے استقبال کے لیے پھول کی پتیوں سے بھرا ہوا تھال اٹھانے کے لیے کمرے کی طرف بھاگی۔ ایک ہاتھ کی چٹکی سے سیاہ میکسی کو تھوڑا سا اوپر اٹھائے دوسرے میں تھال لے کر پلٹی تو سامنے سے آتے آفاق سے بری طرح ٹکرا گئی۔ پھول کی پتیاں اچھل کر چھت پر سے ہوتی ہوئی ان دونوں کے اوپر آ گری تھیں۔ آفاق مسمرائز سا کھڑا رہ گیا۔

”کبھی جھاڑو سے چھینٹے اڑاتی ہو۔ کبھی پھول نچھاور کرتی ہو؟“

عزہ کو ہنسی آ گئی۔ باہر سے گل پکار رہی تھی۔ وہ خالی تھال وہیں رکھتی دونوں ہاتھوں کی چٹکیوں سے میکسی کو تھوڑا سا اوپر اٹھائے باہر بھاگ گئی۔

”آ بھی جاؤ عزہ! دولہا والے پہنچ گئے۔ پھول کہاں ہیں؟“ گل نے اس کا بازو دبوچا۔

”اڑ گئے۔“ عزہ نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے۔ گل اسے دیکھ کر رہ گئی۔ ہمیشہ سادہ حلیے میں رہنے والی ہدیٰ پر دلہن بن کر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔ آف وائٹ تھری پیس سوٹ میں جنید بھی بہت شاندار لگ رہا تھا۔

”اف میرا آئٹم نمبر تو رہ گیا۔ ندا! ذرا ”میرا ماہی چھیل چھبیلا“ تو لگانا۔“ عزہ نے سینڈل اتارتے ہوئے اسٹریو سسٹم کے پاس کھڑی ندا سے کہا۔

”تم ڈانس نہیں کرو گی عزہ۔“ ولید نے اس کے پاس آ کر کہا تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ سلکی سیدھے بال کھلے چھوڑے، نیٹ کے دوپٹے کو ایک کندھے پر گرا کر باندھا۔

”کچھ سنا تم نے عزہ؟ میں تمہیں ڈانس کرنے سے منع کر رہا ہوں۔“ ٹراؤزر کرتی پر رنگ برنگے اسٹالر پہننے والی عزہ کا یہ روپ اتنا دلکش تھا کہ ولید کا دل چاہا اس پر پہلی کے بعد دوسری نظر بھی صرف اسی کی پڑے۔ کجا کہ اس بھرے پنڈال میں اس کا ڈانس کرنا۔

اس آئٹم سونگ کے لیے اس نے کئی دنوں تک پریکٹس کی تھی۔ لیکن اب ولید نے منع کر دیا تو بس کر دیا۔ عزہ دوبارہ سے دوپٹہ کھول کر سینڈلز پہننے لگی۔

”اففوہ! پتا نہیں وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو بیٹیوں کی شادیوں پر تیار ہو کر کیچ ہاتھ میں تھامے اسٹیج پر بیٹھی آرام سے فوٹو شوٹ کروا رہی ہوتی ہیں۔

pklibrary.com

مہمانوں کو دیکھ دیکھ کر گرتی پڑتی ہماری ماؤں کی تو حواس باختی ہی ختم ہونے میں نہیں آتی۔" گل سخت جھلائی ہوئی تھی۔ سمیرا چچی کے کہنے پر وہ تائی اماں کو ڈھونڈنے اسٹیج سے نیچے اتر کر پورے پنڈال کا چکر لگا آئی تھی کہ وہ انہیں ایک کونے میں کسی ممانی کو نہ جانے کون سے قصے کہانیاں سناتی کھڑی نظر آ گئی تھیں۔

"بس کر دو ہدیٰ! میک اپ خراب ہو جائے گا۔" رخصتی کے وقت شمائلہ بھابھی کی لاکھ ہدایات کے باوجود ہدیٰ خوب روئی۔

"سارا میک اپ واٹر پروف ہے بھابھی۔" سوں سوں کرتی گل نے کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئیں۔ یہ تو انہیں بھی معلوم تھا۔ وہ بس ہدیٰ کو یوں رونے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ بڑی اماں نے ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ تاروں کی چھاؤں تلے اسے رخصت کیا تھا۔

"بس کرو عزہ! اتنا تو ہدیٰ آپی خود بھی نہیں روئیں اپنی رخصتی پر جتنا تم رو رو کے ندی نالے بہا رہی ہو۔ ویسے ہی پورے ملک میں بارشوں کی وجہ سے سیلاب نے تباہی مچا رکھی ہے۔ تمہاری یہ بن بادل کے برسات کہیں میرے دل کی بستی ہی نہ ڈبو دے۔"

برآمدے کی گرل کے ساتھ لگی کھڑی عزہ سے ولید نے ایسے انداز سے کہا کہ اس نے جھٹ سے اپنی ہتھیلیوں سے گیلے رخسار رگڑ ڈالے تھے۔ ولید مسکرا کر رہ گیا۔

☆☆☆

"بہت نصیب والے ہوتے ہیں وہ والدین جو اپنی زندگی میں ہی اولاد کے فرض سے سبک دوش ہو جاتے ہیں۔" سمیرا بیگم کو اداس اور ملول دیکھ کر بڑی اماں نے نرمی سے ان کا ہاتھ دبایا تھا۔ ان کی آنکھیں بھر آئیں سب نے ان کا بہت ساتھ دیا تھا لیکن شریک حیات کی کمی کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا۔ ایک کسک سی ان کے دل میں جاگی۔

"اگر مہربان زندہ ہوتے تو اپنی ہدیٰ کو خود اپنے ہاتھوں سے رخصت کرتے۔"

"غیروں میں بیٹی بیاہنا کوئی آسان کام نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے جان نکال کر دوسروں کی ہتھیلی پر رکھنا پڑتی ہے۔" غزالہ پھوپھو نے ایک افسردہ سانس بھری تھی۔

"ہدیٰ کے جوڑ کا کوئی خاندان میں نہیں تھا ورنہ میں اسے بھلا غیروں میں جانے دیتی۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے چھوٹے بچوں کا ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔" تائی اماں نے مسکراتے ہوئے عزہ کو دیکھا تھا جسے ولید اپنے موبائل پر شادی کی پکس دکھا رہا تھا۔

"ہاں اماں جان! ویسے آپ لوگوں نے کیا طے کر رکھا ہے؟"

تایا ابا اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ جبکہ باقی سب اس وقت لاؤنج میں ہی موجود تھے۔

"بھئی میں نے تو کہہ دیا ہے زندگی بچوں نے گزارنی ہے تو فیصلے کا حق بھی ان ہی کو دیا جائے۔ وہ زمانے تو گئے جب ماں باپ بنا پوچھے، بنا بتائے جس کھونٹے سے باندھ دیتے ساری عمر اسی کھونٹے کے گرد چکر کاٹتے ہی گزر جاتی۔" بڑی اماں روشن خیال خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے گھر میں کچھ حدود و قیود واضح کر رکھی تھیں۔ نام نہاد آزاد خیالی انہیں پسند نہیں تھی لیکن وہ دقیانوسی تنگ نظری کو بھی سخت ناپسند کرتی تھیں۔

"میں نے جب سے بولنا شروع کیا تب سے کہہ رہا ہوں اس "گل گوبھی کے پھول" سے ہی شادی کروں گا۔" عمار اس قدر برجستہ بولا تھا کہ سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ گل نے جھینپ کر سر جھکا دیا تھا۔

"سو دفعہ بسم اللہ۔" سمیرا چچی نے اسی وقت اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر اسے پہنا دی۔ مبارک، سلامت کا شور بلند ہوا۔

غزالہ پھوپھو نے ولید کو دیکھا۔

"کیا ارادے ہیں صاحبزادے؟"

pklibrary.com

وہ مسکرایا۔

"ادارے تو بہت نیک ہیں۔"

"سیدھی طرح سے بتاؤ لڑکے!" بڑی اماں نے مصنوعی رعب سے اسے جھاڑا۔

"اچھا ہے مل بیٹھ کر سب کو ایک ساتھ نپٹا لیں۔"

"بتادوں گا اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ پہلے میں خود تو مطمئن ہو جاؤں۔" عزہ نے جھٹکا کھا کر اسے دیکھا تھا۔

"مذاق کر رہا ہے۔" تائی اماں نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"ابھی میرے ساتھ کسی کو منسوب کرنے کی غلطی مت کیجیے گا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عزہ کے چہرے کی رنگت پل بھر میں متغیر ہونے لگی۔

"یہ سب کیا تھا ولید؟" گل تیز تیز قدموں سے چلتی اس کے پیچھے کمرے میں آ گئی تھی۔

"کیا؟" وہ استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ انگلی میں پہنائی جانے والی ایک انگوٹھی نے جس کی شخصیت کو آج ایک نیا اور انوکھا اعتماد بخش رہا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بہت جھنجھلائی ہوئی تھی۔

"تم نے عزہ کا نام کیوں نہیں لیا؟"

"کہیں کسی اور کو تو پسند نہیں کر بیٹھے؟" ایسا پوچھتے ہوئے اس کا اپنا دل جیسے اندر کہیں ڈوب کر ابھرا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟ ایسی کوئی بات نہیں۔ شادی تو میں عزہ سے ہی کروں گا لیکن......"

"لیکن؟" گل نے بے صبری سے پوچھا۔

"لیکن میرا دل چاہتا ہے اس سے پہلے میں عزہ کے منہ سے اپنے لیے اظہار محبت سنوں۔" گل نے گہری سانس اپنے اندر اتاری تھی۔ پھر افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو وہ تم سے کتنی محبت کرتی ہے۔ پھر اس بے تکی خواہش کی وجہ؟"

"محبت کرنا اور محبت کا اظہار کرنا دو الگ باتیں ہیں...... بس میں چاہتا ہوں وہ ایک بار مجھ سے کہے کہ وہ مجھے اتنا چاہتی ہے کہ میرے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جس دن میری یہ خواہش پوری ہو گئی اسی وقت میں جا کر بڑی اماں سے کہوں گا عزہ میرے نام کر دیں۔"

"اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو؟" گل نے اسے کسی بھی ممکنہ نقصان سے خبردار کرتے ہوئے پوچھا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ پورے یقین سے بولا تھا۔ باہر دیوار کا سہارا لے کر کھڑی عزہ اپنا دھواں دھواں ہوتا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے مڑی اور بھاگتے قدموں کے ساتھ اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

☆☆☆

"اف اللہ! ہدیٰ آپی آپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔" شادی کے بعد ہدیٰ پہلی بار اپنے شوہر کے ہمراہ آئی تھی۔ داماد کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ ہدیٰ کو وہاں چھوڑ کر وہ کسی ضروری کام سے باہر چلا گیا تھا۔ گل کی بے ساختہ تعریف پر وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"مجھے چھوڑو، اپنی سناؤ۔ میرے جاتے ہی چپکے سے منگنی بھی کر لی۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولی تو اس نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"گھر کی مرغی دال برابر والا معاملہ ہوا ہے، بھلا ایسے ہوتی ہیں منگنیاں؟ نہ لڈو بٹے، نہ پٹاخے پھوٹے......"

"ارے بھئی لڈو بھی بٹیں گے، پٹاخے بھی پھوٹیں گے خیر سے وہ وقت آئے تو سہی......" شمائلہ بھابھی نے دسترخوان لگانے کے لیے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جنید کو فون ملاؤ بیٹا! کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔ کب تک آئے گا وہ؟" تائی اماں کی بات پر وہ سر ہلاتی جنید کا نمبر ملانے لگی۔

"عزہ کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہی؟" جنید سے بات کرنے کے بعد ہدیٰ نے چاروں اور نگاہیں دوڑائیں۔

"کل سے طبیعت کچھ خراب تھی اس کی۔

pklibrary.com

میڈیسن لے کر سوئی ہوئی ہے۔'' سمیرا بیگم نے جواب دیا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں دیکھ لوں اس کو۔'' کمرے میں اندھیرا کیے وہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی۔

''عزہ!'' ہدیٰ نے اس کے سر کے اوپر سے کمبل کھینچ کر اتارا۔ وہ ان کے گلے لگ کر رونے لگی۔

''کیا ہوا ہے میری جان!'' ہدیٰ اس کے اس طرح رونے سے ایک دم پریشان ہو گئی۔

''کچھ بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟'' عزہ سنبھلی۔ وہ کیا بتائے اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟۔

نہیں...... میرے لیے میری عزت نفس سے بڑھ کر کچھ اہم نہیں ہے۔ اس نے فوراً اپنے گیلے رخسار رگڑ ڈالے تھے۔

''آپ کی بہت یاد آ رہی تھی ہدیٰ آپی!'' ہدیٰ کے لبوں سے بے ساختہ گہری سانس نکلی۔

''بالکل پاگل ہو تم۔'' اس نے آہستہ سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''اچھا اٹھو چل کر کھانا کھاتے ہیں۔ سب انتظار کر رہے ہوں گے۔'' باہر سے جنید کی آواز آ رہی تھی۔ ہدیٰ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''پلیز آپی! میرا دل نہیں چاہ رہا۔ میں ابھی کچھ دیر سوؤں گی۔'' ہدیٰ اسے پیار کرتی باہر گئی تو اس نے پھر سے منہ تک کمبل تان لیا۔

☆☆☆

علی کو اٹھائے شمائلہ نے دوسرے ہاتھ میں تہ شدہ کپڑوں کو سینے سے لگائے اپنے کمرے میں آئیں تو زوہیب لیپ ٹاپ پر اپنے کسی کام میں مصروف تھے۔ علی کو بیڈ پر بٹھا کر وہ الماری میں کپڑے رکھنے لگیں۔ علی نے ایک دم رونا شروع کر دیا۔

زوہیب نے ذرا کی ذرا لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا شمائلہ نے جلدی سے الماری کا پٹ بند کیا اور علی کو اٹھا کر باہر چلی گئیں۔ کمرے میں ایک دم خاموشی ہی چھا گئی۔ سکون کو نگل کر بے سکونی پیدا دینے والی خاموشی۔ زوہیب نے لیپ ٹاپ بند کر کے پرے کھسکا دیا۔

☆☆☆

باہر غزالہ چہل قدمی کی غرض سے لان میں آئیں تو وہاں پہلے سے موجود ٹہلتا آفاق ان کو آتا دیکھ کر رک گیا تھا۔

''مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے ممی!'' اور اس کی ضروری بات سن کر وہ لمحہ بھر کے لیے چپ سی رہ گئیں۔ اس کے سر کے عقب میں جھانکتا چاند بہت مدھم تھا آج۔ اکادکا ٹمٹماتے ستارے۔

''میں عزہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں ممی! آپ پلیز بڑی اماں سے اس سلسلے میں بات کریں۔'' سینے پر بازو باندھے اس نے سنجیدگی سے اپنی بات دہرائی تھی۔

''وہ بہت امیچور ہے آفاق!۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

''لیکن تمہیں تو بے وقوف سی جذباتی لڑکیاں کبھی پسند نہیں رہیں؟'' انہوں نے اسے کچھ یاد دلانا چاہا۔ وہ سر جھٹک کر ہنس دیا۔

''پسند بدل بھی تو جاتی ہے ممی!''

''اسی بات کا تو ڈر ہے۔'' انہوں نے گہری سانس لی تھی۔

☆☆☆

صبح صبح ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی۔ ہدیٰ کے سسرال سدھارتے ہی ناشتے کی ذمہ داری اکیلی شمائلہ بھابھی پر پڑتے دیکھ کر بڑی اماں فوراً الرٹ ہو گئیں۔ صفائی، کپڑے، برتن کے لیے ایک کل وقتی اور ایک جز وقتی ملازمہ کی موجودگی کے باوجود بڑی اماں نے گھر کے امور سب خواتین میں منصفانہ بانٹ کر گھر کے ماحول اور نظم و ضبط کو اپنے کنٹرول میں کر رکھا تھا۔

عزہ اور گل پر پڑھائی کی وجہ سے مکمل کام کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی تھی لیکن ان دنوں دونوں گریجویشن کے بعد بالکل فارغ تھیں۔ بڑی اماں

pklibrary.com

نے سنجیدگی سے انہیں کچن کے کاموں میں لگانے کا سوچا کہ بقول ان کے انہیں شوپیس قسم کی لڑکیاں سخت ناپسند تھیں اور وہ اپنی پوتیوں کو گھریلو امور میں طاق دیکھنا چاہتی تھیں۔ گل تو پھر بھی آسانی سے ہاتھ آجاتی لیکن عزہ......

"یار یہ عزہ کہاں ہے؟" ولید کے پوچھنے پر گل طنزیہ بولی۔

"کیوں پھر کوئی ادھار چاہیے؟"

"بکومت۔" اسے آنکھیں دکھاتا ولید اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ سامنے سے شائلہ بھابھی اپنے کمرے سے نکلتی دکھائی دیں۔

"ولید! میرے پیارے بھائی جلدی سے گاڑی نکالو۔ علی کو ڈاکٹر کے ہاں لے کے چلنا ہے۔ صبح سے اس کے موشن نہیں رک رہے۔ تمہارے زوہیب بھائی میری کال اٹینڈ نہیں کر رہے......"

بنا ولید کی کسی بات کا جواب سنے اسے بازو سے پکڑ کر گیراج کی طرف بڑھ گئیں۔

"کمال ہے جب سے لوگوں کی "پروموشن" ہوئی ہے ہمیں تو لفٹ کروانی ہی چھوڑ دی۔" گل کو سیڑھیوں کی طرف بڑھتا دیکھ کر عمار راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا منگنی کروا کے ساری لڑکیاں ایسے ہی اپنے منگیتروں کو نظر انداز کر کے ان کے دل جلانے کا سامان پیدا کرتی ہیں؟" ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود منگنی کے بعد یہ ان کا پہلا باضابطہ ٹاکرا تھا۔ جھجک تھی یا لحاظ۔ گل جان بوجھ کر اس کے سامنے آنے سے ہچکچائی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں میڈم!"

"آپ کے مطلوبہ نمبر سے فی الحال جواب موصول نہیں ہو رہا۔" دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر شرارت سے مسکراہٹ دبائی وہ سیڑھیاں چڑھ گئی۔

☆☆☆

بڑی اماں نے حیرانی سے بیٹی کا چہرہ دیکھا تھا۔

"عزہ کے لیے آفاق کا رشتہ؟"

"آپ اتنا حیران کیوں ہو رہی ہیں اماں؟" انہیں ماں کی حیرت پر حیرت ہوئی تھی۔ بڑی اماں نے طویل سانس اپنے اندر اتاری۔

"جہاں آرا نے بہت شروع میں اپنے ولید کے لیے عزہ کا کہہ رکھا ہے۔ بچوں کی بھی یہی مرضی ہے۔"

"لیکن اس دن ولید نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔" وہ فوراً بولی تھیں۔

"ہاں لیکن......"

"پلیز اماں! میرے اکلوتے بیٹے کی خوشی کا سوال ہے۔ اگر ولید آپ کا پوتا ہے تو آفاق بھی تو کوئی غیر نہیں ہے۔ آپ رضامندی دے دیں تو بھائی جان اور بھابھی سے میں خود بات کرلوں گی۔"

"میری رضامندی سے زیادہ ضروری بچوں کی اپنی رضامندی اور خوشی ہے۔" بات منہ سے نکلی تو پھر بڑی اماں کے کمرے تک محدود نہیں رہی تھی۔ سمیرا چچی اور تائی اماں نے بے ساختہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ عزہ سے تو پوچھ لیں۔ اگر وہ انکار کرتی ہے تو میں دوبارہ ایسی کوئی بات اپنی زبان پر نہیں لاؤں گی کہ بہرحال زبردستی کی قائل تو میں خود بھی نہیں ہوں۔" غزالہ پھوپھو نے انہیں جیسے کسی مشکل سے نکلنے کے لیے آسان راستہ فراہم کیا تھا۔

"آفاق کی خوشی ایک طرف، لیکن تمہاری رضامندی کے بغیر میں انہیں کوئی حوصلہ مند جواب نہیں دوں گی بیٹا!" عزہ کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے ماں کو دیکھے گئی۔

"بولو عزہ؟ تمہیں سوچنے کے لیے وقت

pklibrary.com

چاہیے۔"

عزہ کا پہلا قدم پرخار راستے پر پڑا تھا۔ اس نے آفاق کے رشتے کے لیے ہاں کردی تھی۔ دل نے خوب واویلا مچایا لیکن اس نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔

☆☆☆

"اگر عزہ راضی ہے تو پھر انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔" تایا ابا نے بات سمیٹ دی تھی۔ تائی اماں کو عزہ بہت عزیز تھی۔ اگر ولید اس دن عزہ کے لیے ہامی بھر لیتا تو......" انہوں نے سوچا۔

"خیر! اللہ بچی کا نصیب اچھا کرے۔" سر جھٹکتے ہوئے انہوں نے فراخ دلی سے چپ چاپ بیٹھی عزہ کا ماتھا چوم لیا تھا۔

ولید کو آج ہی ایک ملٹی نیشنل کمپنی کی طرف سے اپائنٹمنٹ لیٹر ملا تھا۔ وہ ابھی ڈھنگ سے سب کے ساتھ اپنی خوشی شیئر بھی نہیں کرپایا تھا کہ اسے لگا کسی نے اس کے حواسوں پر بم گرادیا ہے۔

"عزہ نے آفاق کے رشتے کے لیے ہاں کردی؟" اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ فوراً اٹھ کر لاؤنج کی طرف آیا۔

"آپ کو یاد ہے اماں! ایک دفعہ جب میں یہاں سے جارہی تھی تو عزہ میری ٹانگوں سے لپٹ کر کتنا روئی تھی کہ "پھوپھو ساتھ جانا ہے" تب میں نے اسے بہلانے کو کہہ دیا تھا ابھی آپ چھوٹی ہو اپنے امی ابو کے بغیر رہ نہیں سکو گی جب بڑی ہوجاؤ گی تو اپنے ساتھ لے جاؤں گی، وہ قبولیت کی گھڑی تھی۔ اب تو اپنی بھتیجی کو اپنے ساتھ لے کے ہی جاؤں گی۔"

غزالہ پھوپھو نے اپنے پاس بیٹھی عزہ کو محبت سے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ ولید نے بے یقینی سے بالکل سامنے بیٹھی عزہ کو دیکھا تھا۔ جس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"میری پہلی خوشی ہے میں تو سب کچھ دھوم دھام سے کروں گی۔" ماں کی بات پہ آفاق عزہ کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔ عزہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آگئی۔ ولید اس کے پیچھے باہر آگیا تھا۔

"عزہ! رکو......" وہ رک گئی تھی مڑ کر اسے دیکھا جو قدم قدم چلتا اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

"عزہ تم......" اس کی گردن کی گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔ وہ اس سے شکوہ کرے، جھگڑا کرے یا ناراض ہو۔ لیکن کس لیے؟ نہ تو بڑوں میں باقاعدہ بات طے ہوئی تھی نہ ہی انہوں نے آپس میں کوئی عہد و پیمان باندھے تھے۔ ایک خاموش ان کہا سا تعلق تھا جو بننے سے پہلے ٹوٹ گیا۔

"مجھے مبارک باد نہیں دو گے ولید؟" اس نے مسکراتے ہوئے ولید کی آنکھوں میں جھانکا۔ جس کے سارے سوال گونگے ہوئے تھے۔

☆☆☆

"تم نے کبھی بتایا نہیں تمہیں امریکہ جانے کا اتنا شوق ہے؟" گل کو خوب تپ چڑھی ہوئی تھی۔ اس نے خود کو جب بھی تصور میں عمار کے ساتھ دیکھا ولید کے ساتھ عزہ ہی اسے نظر آئی تھی۔ لیکن اب جیسے سب کچھ ایک دم الٹ پلٹ ہوگیا تھا۔

"مجھے امریکہ جانے کا بھی شوق نہیں رہا۔" عزہ نے سکون سے جواب دیا تھا۔

"تو پھر؟" گل نے دونوں ہاتھ کمر پہ باندھ لیے۔

"تو پھر کیا گل؟ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے جب تمہاری منگنی ہوئی تھی تب میں نے تو ایسی تنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔" گل ایک دم ڈھیلی پڑی تھی۔

"یہ تنگ دلی نہیں ہے عزہ۔" اس نے عزہ کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔ آنکھوں میں نمی چمکی۔

"میں نے......" اس نے بات ادھوری چھوڑ

pklibrary.com

کرا اپنے اندر کی جنگ لڑتی عزہ کو گلے سے لگالیا۔
غزالہ پھوپھو چاہتی تھیں دھوم دھام سے منگنی کا فنکشن ارینج کیا جائے۔ لیکن اسی رات امریکہ سے عابد چچا کی کال آ گئی۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ منگنی کے جھنجھٹ میں پڑنے کے بجائے ڈائریکٹ نکاح کیا جائے۔ تاکہ عزہ کے کاغذات وغیرہ بنوا کرا سے ایک دو ماہ کے اندر رخصت کروا کے اپنے ساتھ لے جاسکیں۔ سب کو ان کا مشورہ صائب لگا تھا۔ گھر میں عزہ اور آفاق کے نکاح کی تیاریاں شروع ہوگئیں ولید کو تو لگتا تھا گھر والوں کے پاس یہی ایک موضوع رہ گیا ہے عزہ اور آفاق، آفاق اور عزہ...... اس کی جھنجھلاہٹ عروج پہ تھی آفس سے واپس آنے کے بعد وہ اس جگہ سے ہی اٹھ جاتا جہاں عزہ اور آفاق کا نام ایک ساتھ جوڑا جا رہا ہوتا۔

رات کو کھانے کے بعد شمائلہ بھابھی کچن سمیٹنے لگیں تو گل نے علی کو ان سے لے لیا اور بڑی اماں کے پاس جاکر کھلانے لگی۔ عزہ اپنا چائے کا کپ اٹھائے لان میں چلی آئی تھی۔ چنبیلی کے پاس پشت کیے کھڑے آفاق کو دیکھ کر اس نے فوراً قدم واپس موڑے تھے۔ لیکن اسی وقت آفاق نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"عزہ!" اس کے ہاتھوں میں جلتا سگریٹ دیکھ کر وہ ٹھٹکی تھی۔

"آپ اسموکنگ کرتے ہیں؟" ناگوار بو محسوس کر کے ناک چڑھاتے پوچھا۔

"چھوڑ دوں؟" اس کے قریب آ کر کھڑے ہوتے اس نے اس انداز سے پوچھا کہ عزہ گڑبڑا گئی۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولی۔

"میری خاطر اسے چھوڑ دیں گے؟"

وہ معنی خیزی سے مسکرایا

"تمہاری خاطر کچھ بھی چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تو پھر امریکہ چھوڑ دیں۔" اس نے ایک دم سے کہہ دیا۔

"میرے لیے مستقل پاکستان سیٹل ہو سکتے ہیں؟" آفاق نے سگریٹ نیچے پھینک کہ جوتے سے مسلی۔ ناک سے دھواں خارج کیا۔ عزہ ضبط کیے کھڑی رہی۔

"کچھ وقت گزرے گا تو تمہیں خود ہی احساس ہو جائے گا کہ تمہاری یہ خواہش کس قدر بچکانہ بلکہ احمقانہ تھی۔" عزہ کو برا لگا تاہم وہ خاموش رہی۔ وہ مزید کہنے لگا۔

"اتنی منظم، صاف ستھری اور پر تعیش زندگی جس کا تم نے خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا، کوئی بے وقوف ہی اسے ٹھکرا سکتا ہے۔ یہاں پاکستان میں کیا رکھا ہے؟ بلکہ میں تو حیران ہوتا ہوں تم لوگ اتنے مسائل کے ساتھ کیسے سروائیو کر رہے ہو؟"

"اور میں حیران ہوتی ہوں ایسی مادر پدر آزاد سرزمین جہاں نہ خاندانی اقدار کا خیال رکھا جاتا ہے نہ ہی ایک دوسرے کے لیے دل میں خلوص اور مروت ہوتی ہے، جذبات سے عاری لوگ اتنی مشینی قسم کی زندگی کیسے اتنے سکون اور اطمینان سے گزارے چلے جاتے ہیں؟" آفاق نے بہت غور سے اس کا جذبات کی شدت سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

"حب الوطنی اچھی چیز ہے۔ لیکن سچ کہوں تو پاکستان رہنے کے لیے بالکل موزوں جگہ نہیں ہے۔"

"اپنا گھر قیمتی ساز و سامان سے نہ سجا ہو پھر بھی اپنا" ہی رہتا ہے۔ ہر مشکل اور آزمائش سے بچنے کے لیے محفوظ ترین پناہ گاہ۔"

سینے سے بازو باندھے سر اٹھا کر کھڑی عزہ نے اپنا موقف اس پر واضح کیا تھا۔ آفاق نے سر جھٹکا۔

"محض کتابی کتابیں ہیں ساری۔" عزہ نے کندھے اچکائے۔

"اسے نظریاتی اختلاف کہتے ہیں۔" کہہ کر ڈم ڈم کی باڑھ پھلانگتی اوپر آ گئی تھی۔

pklibrary.com

☆☆☆

اگلے جمعہ کو نکاح کی تاریخ مقرر کی گئی۔ غزالہ پھوپھو کی خواہش تھی کہ عزہ آفاق کے ساتھ جا کر ساری شاپنگ اپنی پسند سے کرے۔ انہوں نے اجازت طلب نظروں سے بڑی اماں کی طرف دیکھا تھا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہے غزالہ! اچھا ہے عزہ سب کچھ اپنی پسند سے لے آئے۔

آخر بچیوں کی اپنی چوائس ہوتی ہے۔'' تائی اماں کے کہنے پر انہوں نے اجازت دے دی تھی۔ عزہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن پھر نجانے کیا سوچ کر ہامی بھر لی۔ واپسی پر اسے ڈھیر سارے شاپنگ بیگز کے ہمراہ آفاق کے ساتھ آتا دیکھ کر ولید کے اندر کہیں سے دھواں اٹھنے لگا تھا۔

''پچھتر ہزار کا پستی رنگ کا کامدار فراک، میچنگ کا نفیس سیٹ، جوتے، کپڑے، بیگ کاسمیٹکس......'' سمیرا بیگم کو غش آنے لگے۔

''کیا ضرورت تھی اتنا سب کچھ لینے کی وہ بھی اتنا مہنگا؟'' انہوں نے دبی زبان میں اسے ڈانٹا۔

''میں نہیں لے رہی تھی امی! انہوں نے خود ہی لیا ہے سب کچھ۔'' عزہ نے آہستہ سے کہا۔ وہ انہیں بتا نہیں سکتی تھی کہ آفاق کے ساتھ شاپنگ کرتے وقت وہ ضبط کے کن کڑے مراحل سے گزری تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار خود کو اتنا غیر آرام دہ اور بے بس محسوس کیا تھا۔ ہاتھ پکڑنے سے لے کر کمال بے تکلفی سے اس کی کمر میں بازو حمائل کرنے کی کوشش کرتے شاپنگ کرواتے ہوئے آفاق کا چند گھنٹوں کا ساتھ اس کے لیے ننگی تلوار پر چلنے کے مترادف تھا۔

''یہ آپ کا امریکہ نہیں ہے آفاق!'' اس نے دبی آواز میں انہیں ٹوکا۔

''اوہ کم آن! ڈونٹ بی کنزرویٹو۔'' وہ ناگواری سے اسے ٹوک گیا تھا۔ عزہ نے لب بھینچ لیے۔ لیکن اسے مغربی طرز کے بے ہودہ ملبوسات نکلواتا دیکھ کر وہ خاموش نہیں رہی تھی۔

''میں ایسے کپڑے نہیں پہنتی آفاق؟'' اس نے جیسے احتجاج کیا تھا۔

''تمہیں پہننے چاہئیں ڈیئر! تمہارے اتنے فلیک سی ایبل فگر پہ یہ بہت سوٹ کریں گے۔''

اس کی جسامت کو بغور یوں دیکھا جیسے وہ کسی دکان کے شوکیس میں سجا کوئی خوب صورت شوپیس ہو۔ سیلز مین کے سامنے عزہ مارے شرم کے زمین میں گڑ گئی۔

ایک وہ تھا ولید گردن میں لاپروائی سے اسٹالر ڈالے جس کے ساتھ ایک ہی صوفے پر بیٹھنے کے باوجود اسے کبھی اپنے آپ میں سمٹنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ نام عزہ کا تھا جبکہ ساری شاپنگ آفاق نے اپنی پسند اور مرضی سے ہی کی تھی۔ آخر میں ایک مہنگے ترین ریسٹورنٹ میں کینڈل لائٹ ڈنر۔ سب کچھ بہت خوب صورت اور خوابناک سا تھا۔ اگر اس وقت آفاق کی جگہ ولید ہوتا تو......'' اس کے خیال کی رو پھر سے پلٹی تھی۔

''تم نے اتنی خوب صورت زندگی کا کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا۔ ہے نا؟'' عزہ نے گہری سانس کھینچتے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں خوب صورت لیکن ان چاہی۔'' اس نے محض سوچا۔ اس کے دل پر ڈھیر سارا بوجھ آ پڑا تھا۔

آفاق کی موجودگی میں اس کے لیے کھل کر سانس لینا تک مشکل ہو گیا۔ وہ بہت خود پسند تھا۔ ہوا کا مخالف رخ بھی اپنی طرف موڑنے والا۔ عزہ کو گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔ ''میں تھک گئی ہوں آفاق گھر چلیں؟''

''کمال ہے تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو گھر تو کیا اس وقت پوری دنیا بھول جاتی۔''

''میں ان لڑکیوں جیسی نہیں ہوں۔'' عزہ اٹھ کھڑی ہو گئی تھی۔

pklibrary.com

"ہاں تم بہت مختلف ہو۔" اس کے رخسار کو ایک نرم چٹکی سے سہلاتا وہ مسکرایا تھا۔ عزہ نے خود کو ضبط کی آخری حد پر کھڑے پایا۔

☆☆☆

رات بھر وہ سو نہیں سکی تھی۔ اپنی آئندہ زندگی کا ہولناک نقشہ اسے خوف زدہ کر گیا تھا۔ بے حد خوبرو آفاق کو اپنی وجاہت اور اسٹیٹس کا بھرپور احساس تھا۔ اگر ولید نہیں تو پھر آفاق ہی کیوں؟ عزہ کی بے چینی حد سے سوا تھی۔ آنکھوں میں رت جگے کی سرخی لیے وہ اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ موسم بہت خوش گوار ہو رہا تھا۔ صحن میں ہی سب کرسیاں لگائے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ کچن میں گل پکوڑے تل رہی تھی۔ دوسرے چولہے پر شائلہ بھابھی نے چائے کا پانی رکھا۔

"سنو غزالہ! عابد سے کہو بہت رہ لیا پردیس میں۔ بس اب سب کچھ سمیٹ کر یہاں آ جائے۔" تایا ابا نے غزالہ پھوپھو سے کہا تو ان کے کچھ کہنے سے قبل آفاق بول پڑا۔

"کم آن ماموں۔ سب لوگ آگے کا سوچتے ہیں آپ مزید پیچھے جانے کی بات کر رہے ہیں۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں ایک چبھن سی تھی۔

"میاں صاحبزادے! ابھی تم نے اپنے ملک کی آزادی کا مزا نہیں چکھا اس لیے ایسا کہہ رہے ہو۔" آفاق نے ناگواری سے لب کچلا۔ وہ اپنے پروپوزل پہ ان سب کے لاٹری نکل آنے والے ردعمل کا خواہش مند تھا لیکن یہاں الٹا سب اپنی زمین کا لاگ الاپ رہے تھے۔

"غزالہ کو اتنی دور بھیجتے وقت ہمارے دل میں ہزاروں خدشے تھے۔ لیکن عزہ...... اس میں تو جان ہے ہماری۔ ہمارے گھر کی رونق ہے۔ اس کے دور جانے کا سوچ کر ہی ابھی سے دل میں ہول اٹھنے لگتے ہیں۔"

بڑی اماں کا لہجہ نمی سے بوجھل ہو گیا تھا۔ اس کی بچکانہ شرارتوں، لاابالی حرکتوں کی وجہ سے سارا دن چھڑی لے کر ہانکتیں، ڈانٹ پلاتیں بڑی اماں اس کے دور چلے جانے کا سوچ کر آب دیدہ ہو رہی تھیں۔ عزہ آنسو بھری آنکھیں لے کر پلٹی۔ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگی تھی کہ سامنے ولید آ گیا۔ اسے آج ہی پے ملی تھی۔ بٹوے سے سارے پیسے نکال کر عزہ کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"یہ کیا ہے؟"

"تمہارا ادھار چکا رہا ہوں۔" ولید نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ بڑھی شیو، سرخ آنکھیں۔

"وہ ادھار نہیں تھا ولید۔" اس نے سارے نوٹ دوبارہ اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ منہ پر ہاتھ رکھے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

☆☆☆

شام کو نکاح کی تقریب تھی۔ صرف قریبی احباب کو ہی مدعو کیا گیا۔ ہدیٰ اور گل کے لاکھ اصرار کے باوجود عزہ پارلر سے تیار ہونے پر رضامند نہیں ہوئی تھی شائلہ بھابھی نے اسے گھر پر ہی تیار کر دیا۔

"ارے واہ! مجھے اندازہ نہیں تھا میں اتنی اچھی بیوٹیشن بھی ہوں۔" من موہنی سی عزہ کی نوک پلک سنوار کر اس کا جائزہ لیتی شائلہ بھابھی نے فرضی کالر اکڑائے تھے۔

"اپنی گل کے لیے ابھی سے ایڈوانس اپائنٹمنٹ نہ لے لیں۔ کیوں گل؟" ہدیٰ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو وہ فوراً بولی۔

"جی نہیں، میں آپ کی بہن کی طرح قدرتی حسن کی دولت سے مالا مال تو ہوں نہیں کہ دو چار الٹے سیدھے برش پھروانے سے اپسرا لگنے لگوں؟" شائلہ بھابھی اسے گھورتے ہوئے سامان سمیٹنے لگیں۔ نکاح سے پہلے تایا ابا نے اکیلے میں غزالہ اور آفاق سے حق مہر طے کرنے کی بات کر دی۔

"گلشن آباد والا گھر یا جوہر کالونی والا فلیٹ دونوں میں سے کوئی ایک عزہ کے نام حق مہر میں لکھ دیں۔" تایا ابا کی بات پر غزالہ پھوپھو نے آفاق کی

pklibrary.com

طرف دیکھا جس کے ماتھے پر ان گنت شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے آپ کو مجھ پہ اعتبار نہیں ہے ماموں۔"

"بات اعتبار کی نہیں سکیورٹی کی ہے بیٹا۔" وہ رسانیت سے بولے تھے۔

"غزالہ تمہیں تو ہمارے رسم و رواج کا پتا ہے نا؟ حق مہر میں زمین، زیور لکھوانا ہمارے پرکھوں سے چلا آ رہا ہے۔ تمہاری شادی کرتے وقت ابا جان نے عابد سے ان کے آبائی گھر میں سے اس کا شرعی حصہ تمہارے نام لکھوا کر ہی نکاح پڑھانے کی اجازت دی تھی۔" غزالہ پھوپھو نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں جانتی ہوں بھائی جان۔"

"لیکن اب دور بدل گیا ہے۔ ویسے بھی یہ سب چیزیں تو غیروں میں دیکھی جاتی ہیں۔ اپنوں پہ تو انسان آنکھیں بند کر کے اعتبار کر لیتا ہے۔" آفاق نے انہیں جگاتے ہوئے کہا۔

"دور بے شک بدل چکا ہے۔ لیکن اپنے جگر کے ٹکڑے دوسرے کے حوالے کرنے والے والدین کے خدشات و تحفظات ابھی تک وہی ہیں۔" سنجیدگی سے کہتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ "بہر حال تم دونوں سوچو اس بارے میں۔ مناسب رہے گا عابد سے بھی مشورہ کر لو۔" باہر جاتے وقت انہوں نے آفاق کے کندھے کو تھپتھپایا تھا۔

"تمہیں بھائی جان سے اس انداز میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی آفاق!" ان کے جانے کے بعد غزالہ نے آفاق کو سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ غصے سے بھڑک اٹھا تھا۔

"باتیں سنی ہیں آپ نے ان کی؟ سکیورٹی۔ مائی فٹ، مجھے یہ سب کچھ بہت انسلٹنگ لگ رہا ہے ممی! آپ ماموں کو صاف صاف بتا دیں مجھے ان کی شرط منظور نہیں بالکل بھی نہیں۔ اگر انہیں عزہ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دینا ہے تو مجھ پہ ٹرسٹ کرنا ہوگا۔ ورنہ عین نکاح کے وقت انکار کرنے کا مطلب تو وہ خود بھی سمجھتے ہوں گے۔"

"تمہیں عزہ سے مطلب ہے؟" باقی سب کو چھوڑو ابھی، میں اماں سے بات کرتی ہوں شاید وہ بھائی جان کو سمجھا پائیں۔ یا پھر سمیرا بھابھی ......" انہوں نے گویا اس کے غصے پر بند باندھنے کی کوشش کی تھی۔ بھائی جان اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔ آفاق کو قائل کرنا بھی بہت مشکل تھا۔ اوپر سے نکاح کا وقت ہو گیا تھا۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔

"ہاں...... وہ تو بھول ہی جائے میں اسے دوبارہ کبھی یہاں قدم رکھنے دوں گا۔" اور اس سے زیادہ سننے اور سہنے کی سکت نہیں تھی ولید میں۔ وہ تیر کی سی تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔

عزہ کو تیار کر کے لاؤنج میں بٹھا دیا گیا تھا اپنی گود میں رکھے دونوں ہاتھوں کو گھورتی وہ اس وقت خالی الذہن کی سی کیفیت میں گویا اردگرد سے بے نیاز بیٹھی تھی کہ ایک جھٹکے سے جھکا سر اوپر اٹھایا۔

"یہ نکاح روک دیں بڑی اماں!" ولید بڑی اماں کے قدموں میں بیٹھا کہہ رہا تھا۔

"میں عزہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پلیز عزہ مجھے دے دیں۔" بڑی اماں دم بخود رہ گئیں۔ ایک نظر قدموں پہ ہاتھ رکھے پوتے کو دیکھا۔ دوسری نظر کے حصار میں بہت سارے لوگ آئے تھے۔

"یہ کیا کہہ رہا ہے اماں جان؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ عزہ تو میرے آفاق......" غزالہ پھوپھو سب کچھ بھول بھال کے آگے بڑھی تھیں۔

"تمہارے بیٹے نے میرا مان نہیں رکھا غزالہ بات صرف زمین کے ایک ٹکڑے کی نہیں تھی۔ وہ میرا دل رکھنے کی خاطر ہی میری شرط ماننے کی ہامی بھر لیتا تو میری نظروں میں سرخرو ٹھہرتا۔ لیکن جسے رشتوں کے احترام، بڑوں کے مان، ان کے تقدس کا ہی پتا نہیں ہے اس کے ہاتھ میں اپنی لاڈوں پلی بھتیجی کا ہاتھ تھما کر میں اپنے مرحوم بھائی اور بیوہ بھابھی کی نظروں میں تا قیامت

سرخرو نہیں ہو سکوں گا۔" تایا نے فیصلہ سنا دیا۔

آفاق نے غصے میں وہ کچھ بھی کہہ ڈالا جس نے اس کی شخصیت پر پڑے بہت سے خوب صورت پردے چاک کر دیئے۔ غزالہ پھوپھو الگ شرم سار، بوکھلائی سی۔ نکاح خواں آ چکے تھے۔ لاؤنج میں گہما گہمی سی مچ گئی۔ سمیرا چچی نے سارے اختیارات بڑی اماں کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ ولید کو حیرت کا بت بنی عزہ کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ بڑی اماں نے پر مسرت لہجے میں کہا۔

"نکاح شروع کریں مولوی صاحب!"

☆☆☆

"کیوں گل! خوشی کے اس موقع پر ہمارا مشہور زمانہ "تو لونگ میں الائچی" یہ ایک ڈانس تو بنتا ہے نا؟" عمار کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ کچھ غلط ہوتے ہوتے جیسے ایک دم ٹھیک ہو گیا تھا۔

"مجھے "منگنی شدہ" ہو کر بڑی اماں سے پٹنے کا کوئی شوق نہیں۔" گل نے انگوٹھی والا ہاتھ اس کے سامنے لہرا کر اسے یاد دہانی کروائی تو وہ سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"اوہ یار! میں تو اس "مبارک انگوٹھی" کے چکر میں اچھا خاصا پس کر رہ گیا ہوں ایک وہ ولید ہے جو کل تک لنڈورا پھر رہا تھا آج اس کے نکاح کے چھوہارے بھی بٹ گئے۔"

سب مہمان جا چکے تھے۔ صرف ہدیٰ کے سسرالی اور شمائلہ بھابھی کے میکے والے موجود تھے۔ سمیرا بیگم اور تائی اماں بہت مطمئن انداز میں ان کے پاس بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ ہدیٰ کچن میں تھی اور شمائلہ ملازماؤں کی مدد سے سارا پھیلاوا سمیٹنے میں لگی ہوئی تھیں۔ پھولوں کی پتیاں، مٹھائی کے خالی ڈبے، گول دائروں کی صورت پورے صحن میں بچھی کرسیاں......

"افوہ!" علی نے مچل کر ماں کے کانوں کی بالی اتنی زور سے کھینچی تھی کہ مارے تکلیف کے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قدرے فاصلے پر پشت پر ہاتھ باندھے تایا ابا کی بات غور سے سنتے زوہیب ان کی طرف کھنچ آئے۔

"لاؤ علی کو مجھے دے دو۔" شمائلہ نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"نہیں، میں کر لوں گی۔"

"میں جانتا ہوں تم کر لو گی۔ ہمیشہ سے کرتی آ رہی ہو۔ لیکن لازمی تو نہیں ہے ہر بار وہی ہو جو ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے؟" ان کے بالکل سامنے کھڑے وہ خلاف معمول قدرے مختلف لہجے میں بات کر رہے تھے۔ شمائلہ کی آنکھیں نمکین پانی سے بھرنے لگی تھیں۔

"تھینکس یار!" ان کی کان کی بالی درست کرتا وہ مزید مدہم لہجے میں بولے۔ شمائلہ کو لگا آج ان کا قد بہت اونچا ہو گیا ہے۔

"آجاؤ بابا کی جان" اپنی ماما کو کام کرنے دو۔" علی کو ان سے لے کر ہوا میں اچھالتے گدگداتے وہ بہت مختلف زوہیب لگ رہے تھے۔

☆☆☆

عزہ نے کمرے میں آ کر سب سے پہلے گلے میں پہنا نیکلس کسی طوق کی طرح اتار پھینکا تھا۔ کپڑے تبدیل کیے بالوں کی پنیں اتار کر سادہ پونی میں کسا اور گہری طویل سانس اپنے اندر اتاری۔

"یہ سب ہو کیا رہا ہے آخر؟" کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹتی وہ اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر بمشکل قابو پانے کی سعی کر رہی تھی۔

"میری زندگی کو مذاق بنا کر رکھ دیا ہے۔ میں اب کسی کی نہیں سنوں گی اور یہ ولید...... ہیرو سمجھتا ہے خود کو......" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کچھ کر ڈالے۔

"آپ کو گل باجی اوپر چھت پر بلا رہی ہیں۔" ثریا خانم نے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے گل کا پیغام پہنچایا۔ عزہ بھنا گئی۔

"اس میں دانت نکالنے والی کون سی بات ہے؟" ثریا نے فوراً بتیسی اندر کی تھی۔ اور وہاں سے

pklibrary.com

نو دو گیارہ ہوگئی۔ عزہ دھڑا دھڑ سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ گئی۔ لیکن سامنے گل کے بجائے ریلنگ سے ٹیک لگائے ولید کو کھڑا دیکھ کر بے ساختہ دل چاہا ثریا کی بتیسی توڑ کر ہاتھ پہ رکھ دے۔

"عزہ...... رکو......" اسے واپس سیڑھیوں کی جانب بڑھتا دیکھ کر ولید ایک دم اس کے سامنے آ گیا تھا۔ عزہ خوں خوار نظروں سے اسے گھورے گئی۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے بڑی اماں نے نکاح کے بعد ہمیں پردہ کرنے کا کوئی قانون لاگو نہیں کیا ابھی تک نہیں؟" عزہ اسے یوں ہی گھورے گئی۔

"کس بات پر غصہ ہو؟" ولید نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

"میں غصہ نہیں ہوں۔" منہ دوسری طرف پھیرتے بے گانگی بھرے لہجے میں بولی۔

"اچھا ناراضی کی وجہ ہی بتا دو۔" وہ صلح جو انداز میں بولا۔ عزہ تڑخی۔ "میں بھلا کیوں ناراض ہوں گی تم سے؟"

ولید نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ عزہ کو جیسے کرنٹ نے چھو لیا تھا۔ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

"اگر حق مہر کو جواز بنا کر وہ لوگ عین نکاح کے وقت انکار کر کے مجھے رسوا کرنے ہی والے تھے تو تمہیں بیچ میں کود کر میرے سر پر احسان کا ٹوکرا رکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی۔"

"یہ احسان نہیں ہے عزہ!" ولید کو سمجھ میں ہی نہیں آیا وہ اس سے اتنی بدگمان کیوں ہوگئی ہے۔ ناراض تو اسے ہونا چاہیے کہ اس نے آفاق کا رشتہ جھٹ سے قبول کر لیا تھا۔

"تو پھر خود کو عین وقت پر قربانی کا بکرا بنا کر پیش کرنے کے پیچھے کیا وجہ تھی؟ کیونکہ تمہاری "خواہش" تو ویسے بھی پوری نہیں ہوسکی......"

"اوہ!" ولید کو ساری بات سمجھ میں آ گئی۔ اس دن یقیناً اس نے گل اور اس کے مابین ہونے والی ساری گفتگو سن لی تھی۔ "اور میں بے وقوف سمجھتا رہا کہ آفاق کا ساتھ تم نے اپنے دل کی خوشی کے لیے قبول کیا؟"

"تم میرے جذبات کی شدت سے ناواقف تو نہیں تھے ولید پھر بھی تم نے......" وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔ رندھے گلے کے ساتھ بولی۔

"مرد محبت کا اظہار کرے تو عورت اپنی نظروں میں معتبر ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ پہل عورت کی طرف سے ہو تو وہ مرد کی نگاہ میں بہت چھوٹی پڑ جاتی ہے۔ بہت عام سی۔ آسانی سے قابل رسائی، قابل تسخیر، میں نہیں جانتی مجھے اپنی نظروں میں جھکانے کی تمہاری اس خواہش کے پیچھے کیا وجہ تھی؟ میں صرف اتنا جانتی ہوں مجھے اپنا وقار، اپنی نسوانیت اور عزت نفس ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہے۔ مجھے محبت سے دستبرداری منظور تھی بجائے اس کے کہ میرے پندار کو ٹھیس پہنچے۔" وہ قطعی اور بے لچک انداز میں بول رہی تھی۔ ولید نے دونوں کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

"اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ میری احمقانہ سی خواہش کا خمیازہ مجھے تمہیں کھونے کی صورت ادا کرنا پڑے گا تو میں ایسی خواہش کا اظہار تو دور سوچنا بھی گوارا نہ کرتا۔" عزہ بنا پلک جھپکائے اسے دیکھے گئی۔

"خدا کی قسم عزہ! اگر یہ حق مہر والا ایشو نہ ہوتا تو بھی میں نے تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دینا تھا۔ میں بڑی اماں کے، ابا جان اور میرا اچھی کے پاؤں پڑ جاتا کہ میں عزہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز عزہ مجھے دے دیں۔" عزہ کی نم آنکھوں میں جھانکتا وہ جذب سے بولا تھا۔

"اب تو مان جاؤ یار۔"

"ایک شرط پر۔" عزہ نے مسکراہٹ دبائی۔

ولید جی جان سے متوجہ ہوا۔

"آئندہ تم مجھ سے کوئی ادھار نہیں مانگو گے؟" ولید ہنس دیا۔

"اب تو زندگی بھر کے لیے مقروض ہو گیا ہوں تمہارا۔" صاف شفاف آسمان کے وسط میں چمکتے چودہویں کے چاند نے مسکراتے ہوئے اپنی ساری چاندنی ان دونوں پر لٹا دی تھی۔

☆☆

pklibrary.com

pklibrary.com

نجانے تائی امی کو کس چیز کا زعم تھا۔ چار لڑکوں کا، بڑے کاروبار کا ___ تمام خاندان ان کا دم بھرتا تھا۔ بڑی بھابی بڑی بھابی کہتے سب کا منہ سوکھتا تھا۔ یہ سچ ہے، تائی امی نے دادی جان کی بڑی خدمت کی۔ ہمیشہ ان کی فرماں بردار بہو ٹھہریں۔ بیاہتا نندوں کو ہمیشہ خوش دلی سے خوش آمدید کیا۔

چھوٹی پھوپھو کا پہلا بچہ آپریشن سے پیدا ہوا وہ اپنی سسرال سے دور کراچی میں تھیں۔ بڑی تائی دوسرے دن اسپتال سے اٹھا کر انہیں گھر لے آئیں۔ پورے دو ماہ خدمت کی۔ اتنی خدمت کہ گھر جاتے ہوئے چھوٹی پھوپھو کی آنکھوں سے موتی جھڑنے لگے، بولیں۔

”بھابی! خدا کی قسم آج میری ماں زندہ ہوتیں تو وہ بھی میری اتنی خدمت نہ کرسکتیں۔ بھابی آپ نے مجھے خرید لیا۔“

بڑی تائی نے شفقت سے ان کا ماتھا چوما اور بولیں۔

”عاصمہ! میں تمہیں اپنے بہنوں کی طرح خیال کرتی ہوں۔ اللہ شاہد ہے کہ میں نے تم میں اور اپنی بہنوں میں کبھی کوئی فرق نہیں روا رکھا۔ بس خوشی خوشی اپنے گھر سدھارو اور ہمارے لیے دعا کیا کرو۔“

”بھابی! میری ساری دعائیں اب اور آپ کے بچوں کے لیے ہیں۔“

ماما اور چچی اوپر والے پورشن میں رہتی تھیں۔ دو کنال کا کشادہ گھر تھا۔ اپنا اپنا کچن اور اپنا اپنا سیٹ اپ تھا۔ مگر اب گھر میں کشادگی کم ہو رہی تھی۔ ہم چار بہن بھائی چار بچے چچی کے، ہر بچے کو اپنا اپنا کمرہ چاہیے تھا۔ بابا نیا گھر ڈھونڈ رہے تھے۔

اصولاً تو باری بڑی تائی کی تھی۔ دو بہوئیں گھر لے آئی تھیں ان کے بھی دو بچے تھے۔ ابھی دو لڑکے رہتے تھے۔ ان کو جگہ کی تنگی تھی مگر بڑی تائی نے کبھی شکوہ نہ کیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر بابا نے بہتر سمجھا کہ وہی الگ گھر تلاش کرلیں۔ ویسے بھی ماما بڑی تائی سے تھوڑا دبتی تھیں۔ ماما تھوڑی سادہ طبیعت کی تھیں۔ ویسے اگر وہ میری ماما نہ ہوتیں تو میں انہیں بے وقوف کہتی۔ بڑی تائی اکثر ماما کے کام کرنے کے انداز پر طنز کرتی تھیں۔ ماما کو جلدی جلدی کام کرنے کی عادت تھی۔ بڑی پھپھو ماما کی پھرتی سے بڑی متاثر ہوتی تھیں۔ تائی اکثر ہنس کر کہتیں۔

”بھابھی! تہمینہ تو جلدی جلدی کام کرتی ہے جلدی جلدی ہاتھ مار کر دو چار گلاس بھی توڑ دیتی ہے۔“

ماما ان کی باتوں پر ہنس دیتیں۔ مجھے بڑی چڑ ہوتی میں کئی بار ماما سے کہتی۔

”ماما! آپ ہنس پڑتی ہیں آگے سے جواب کیوں نہیں دیتیں، وہ آپ کا مذاق اڑاتی ہیں اور آپ سمجھتی ہیں کہ وہ آپ سے مذاق کرتی ہیں۔“

ماما نرمی سے جواب دیتیں۔

”حنا! میری بیٹی! میں جانتی ہوں۔ وہ میرا مذاق اڑاتی ہیں۔ مگر وہ بڑی ہیں۔ میں ان کا لحاظ کرتی ہوں۔ یہ زبان بندی ایک دن میرے کام آئے گی اور یہی زبان درازی ایک دن ان کے لیے مصیبت بنے گی۔

بیٹا اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ میرے دل میں کیا ہے اور ان کے دل میں کیا ہے، وہ سب سے باخبر ہے، میں جواب دے کر ان کی بولتی تو بند کردوں مگر اپنی نظروں میں گر جاؤں گی، میں بیس برس سے ان کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ انہیں اندر باہر سے جان گئی ہوں۔ انہیں نہیں پسند کہ ان کے سامنے کوئی کسی دوسرے کا دم بھرے، وہ بڑی ہیں اور انہیں اپنے آگے کسی دوسرے کی تعریف ہرگز پسند نہیں۔ اتنا تو میں بھی جان گئی ہوں۔ لہٰذا میں ان کے آگے۔ پس پشت ہی رہتی ہوں، ویسے بھی مجھے لوگوں سے کیا مطلب، تم، تمہارے بابا، تمہارے بھائی تو میری عزت کرتے ہو نا؟ مجھ سے

محبت کرتے ہونا۔'' میں نے ان کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور ان کا ماتھا چوم کر بولی۔

''ماما! آپ جیسا دوسرا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔''

''بس بیٹا! میرے لیے یہی کافی ہے۔''

میری بات سن کر ماما کی آنکھوں میں چمک بڑھ گئی۔

میں تائی سے نفرت نہیں کرتی تھی۔ ماما نے کبھی کسی سے نفرت ہی نہیں سکھائی۔ بس مجھے ان کی تیزی سے الجھن ہوتی تھی۔ مجھے پتا چل گیا تھا وہ اوپر سے اور ہیں اور اندر سے اور۔ مجھے اپنے رشتہ داروں پر غصہ آتا تھا جو انہیں بڑا ہمدرد غم گسار سمجھتے تھے اور ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ نجانے کسی کو ان کے چہرے پر چڑھا نقاب کیوں نظر نہیں آتا تھا۔

☆☆☆

وقت گزرتا رہا۔ ایک دن ماما نے مجھے اپنے پاس بلایا اور بری محبت سے ایک سوال کیا۔

''حنا! اگر تمہارے دو رشتے آئیں ایک بڑی پھپھو کے گھر سے اور ایک بڑی تائی کے ہاں سے تو تم کس کو قبول کرو گی؟''

میں ان کی بات سن کر منہ کھول کر اور آنکھیں پھاڑ کر کھڑی ہو گئی۔ امی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''منہ تو بند کر لو اور مجھے جواب دو۔''

''میں کیا کہوں۔'' میں نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

''جو آپ کی مرضی ہو، مجھے قبول ہو گی۔''

''پھر بھی تمہاری کوئی مرضی۔'' ماما نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

''نہیں امی!'' میری کوئی مرضی نہیں۔ ہاں بس ایک چیز کی خواہش ہے جو مجھے عزت سے مانگے، اس کو ہاں کر دیں۔''

''یہ بات تو میں بھی جانتی ہوں بیٹا! عزت محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔'' ماما بولیں۔ بہر حال

فیصلہ میں نے تمہاری مرضی پہ چھوڑا ہے اور تمہارے بابا کا بھی یہی کہنا ہے کہ" جو فیصلہ حنا کرے گی، وہی ہمارا فیصلہ ہوگا۔" تمہیں ایک ہفتہ دیتے ہیں تم اچھی طرح سوچ لو۔"
ماما یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ میں سوچوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوگئی۔ بڑی تائی کا طرزِ عمل مجھے ڈراتا تھا۔ ان کے بیٹے بہت اچھے تھے۔ مگر کیا میں نے صرف ان کے ساتھ رہنا تھا۔ تائی بھی تو ہمارے ساتھ ہوں گی۔ میں ان کی باتوں کی چبھن اور طنزیہ فقروں کی کاٹ کیسے برداشت کروں گی۔ ایک فائدہ ہوگا اس رشتے سے کہ مجھے اپنے ماں باپ سے دوری اختیار نہ کرنا پڑے گی۔
دوسری طرف پھپھو کو دیکھتی، پھپھو بڑی خوش مزاج تھیں۔ ایک عادت تھی ان میں جو بات بری لگتی منہ پہ ہی کہہ دیتیں، چاہے کسی پہ پیار آئے یا غصہ اس کا اظہار فوری طور پر کر دیتیں اور پانچ منٹ بعد پھر پہلے جیسی ہو جاتیں۔ ان کا اندر باہر ایک جیسا تھا۔ گھر کا ماحول کھلا ڈلا۔ سادہ۔ کوئی بناوٹ نہیں۔
وسائل ان کے بھی تائی سے کم نہ تھے مگر اس کا اظہار اتنا نہیں تھا جتنا تائی کے ہاں تھا۔ ان کے ہاں برانڈڈ چیزوں کا شور تھا، ہر چیز برانڈ کے نام پہ آتی تھی۔ کبھی کبھی مجھے ان چیزوں سے الجھن ہوتی تھی۔ مصنوعی پن سا جھلکتا تھا۔
تین دن ان ہی سوچوں میں گزر گئے۔ ماما نے دوبارہ اس موضوع کو نہیں چھیڑا تھا۔ ان کی عادت تھی جب وہ کسی بات کے لیے وقت دیتی تھیں تو اس دیے گئے وقت سے پہلے اس موضوع کا تذکرہ بھی نہیں کرتی تھیں۔
اس دن ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد میں جائے نماز پر دیر تک بیٹھی اللہ سے یہی دعا کرتی رہی۔
"یا اللہ مجھے صحیح فیصلہ کرنے کی قوت عطا کر اللہ جو میرے لیے بہتر ہے، وہی کر۔ میں اپنا معاملہ تیری رضا پہ چھوڑتی ہوں، مجھے کوئی رستہ دکھا۔
کافی دیر کے بعد جب میں اٹھی تو میرا ذہن کافی ہلکا ہو گیا تھا۔
پھر اگلے ہی دن اللہ نے میری مدد کی، ایک ہفتہ گزرنے کے بعد میں نے امی کو جواب دے دیا۔ میں نے پھپھو کے بیٹے کے لیے ہاں کر دی۔ میری بات سن کر ماما کی آنکھوں میں مسرت آمیز چمک آگئی۔ مجھے گلے لگا کر چوما اور بولیں۔
"بیٹا! تم نے بہت درست فیصلہ کیا ہے۔ میں تمہیں سچ بات بتاؤں، تمہارے بابا اور میری بھی مرضی یہی تھی کہ تم اپنی پھپھو کے گھر کے لیے ہاں کرو مگر ہم تم پہ دباؤ نہ ڈالنا چاہتے تھے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، تم نے درست فیصلہ کیا۔ مجھے قوی امید ہے تم وہاں بہت خوش رہو گی، وہاں تمہیں محبت کے ساتھ عزت بھی ملے گی۔ میں تمہارا جواب تمہارے بابا کو بتا دوں، وہ بھی بہت خوش ہوں گے۔"
ماما یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا۔
دو دن پہلے میں نے بریانی بنائی تھی میں وہ تائی کو دینے گئی۔ گھر میں کوئی نہیں تھا، ہر طرف خاموشی تھی۔ میں نے برتن کچن کے کاؤنٹر پہ رکھے اور تائی کے کمرے کی طرف بڑھی، باتوں کی آواز آرہی تھی۔ اپنا نام سن کر ایک دم میں رک گئی۔ تائی کی دروازے کی طرف پشت تھی اور وہ فون پہ کسی سے مخاطب تھیں۔
"ارے حنا کا رشتہ میں نے اس لیے مانگا تھا کہ اس کی ماں ساری عمر میرے سامنے دب کر رہی، اب بھی دب کر رہے گی، آخر اس کی لڑکی میرے گھر آئے گی۔ لڑکی والے ہمیشہ دب کر رہتے ہیں۔ ویسے بھی حنا کا باپ آج کل گھر تلاش کر رہا ہے۔ رشتہ ہونے کے بعد میں ان پہ زور دوں گی کہ یہاں سے جانے کی کوئی ضرورت

pklibrary.com

نہیں۔ عاقب اور عثمان دونوں لندن جا رہے ہیں اپنی فیملی کے ساتھ ابھی یہ بات میں نے کسی کو نہیں بتائی، ان کے جانے کے بعد گھر میں کافی گنجائش نکل آئے گی۔ تب میں اپنی ٹانگ اوپر کر کے ان کو یہاں رہنے پر مجبور کروں گی۔ دوسرے ثمینہ ہے تو بدھو مگر کام کاج میں بہت تیز اور پھرتیلی ہے۔ بعد میں اپنے نواسی نواسوں کو بھی سنبھال لے گی اور ہم بھی اچھے بنیں گے کہ دیکھا ماں بیٹی کو ایک دوسرے سے دور نہیں کیا۔ جہاں ضرورت پڑی دبالیں گے، جہاں ضرورت پڑی میٹھی چھری بن جائیں گے۔"

تائی کی ہنسی کی آواز میرے کانوں میں بھالے کی طرح لگی۔ میں دبے پاؤں اوپر آ گئی۔

جو فیصلہ ایک ہفتے سے نہیں ہو رہا تھا، ایک پل میں ہو گیا۔

ہاں ایک بات تو میں آپ کو بتانا بھول گئی۔ بابا کو مکان مل گیا تھا۔ پھپھو کی گلی میں ہی ملا تھا۔ بہت اچھا اور خوب صورت گھر ہے۔ ماما، بابا نے سوچا تھا کہ میرے رشتہ طے ہونے کی خبر کے ساتھ یہ نیوز بھی بریک کریں گے۔ تائی کا چہرہ کیسا ہو گا یہ دونوں خبریں سن کر۔ ان کے تاثرات کا سوچ کر ہنسی آتی ہے اور رحم بھی۔

دوسری بات میں اپنی کم عقلی کی وجہ سے ماما کو بے وقوف سمجھتی تھی۔ آج مجھے پتا چل گیا وہ بے وقوف نہیں بہت صبر والی، بہت ظرف والی ہیں۔ جب انہوں نے میرا فیصلہ سنا تو۔

"مجھے خوشی ہے۔ تم میری طرح کسی کا تختہ مشق بننے سے بچ گئی ہو۔" ماما کی بات سن کر مجھے ماما پہ ڈھیروں پیار آ گیا۔ وہ تائی کے ہتھکنڈوں سے پوری طرح واقف تھیں۔

☆☆

دل ایک گلشن

رضیہ جمیل

300

چلمن

نادرہ خاتون

قیمت -/300 روپے

پروازی

نسیم سحر قریشی

قیمت -/400 روپے

دست کوزہ گر

فوزیہ یاسمین

قیمت -/750 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

حبیبہ شیراز

تم اگر ملے

مہر النساء نے قرآن پاک بند کرتے ہوئے چوم کر اسے جزدان میں لپیٹا۔ اسرار احمد اور ابرار احمد نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ایک ساتھ سلام کیا۔

''السلام علیکم اماں جان!'' ماں کا پیار لینے کے لیے وہ ان کے سامنے جھکے۔

''وعلیکم السلام! جیتے رہو۔'' انہوں نے دونوں کے سر پر باری باری پیار کیا۔ سدرہ بیگم سلام کرتے ہوئے سب کو چائے دینے لگیں۔

''بہو! بچیاں نہیں اٹھیں۔''

''خولہ اٹھانے گئی ہے۔'' چائے پکڑاتے ہوئے سدرہ بیگم نے جواب دیا۔

''اس عمر کی نیند بھی بڑی ظالم ہوتی ہے۔ ٹوٹتی ہی نہیں، خیر تم چائے پی لو، پھر ناشتہ بنانا۔'' انہوں نے بات مکمل کرتے ہوئے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگالیا۔ سدرہ بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹرے اٹھا کر اندر چلی گئیں۔

☆☆☆

''اٹھ جاؤ بھئی، فجر کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ پہلے بھی سدرہ بھابھی جگانے کے لیے آئی تھیں۔'' خولہ چچی بیڈ پر سوئی حرا اور سونیا پر سے چادر اتارتے ہوئے بولیں۔ وہ دونوں کسمسائیں۔

''کیا ہے امی! سونے دیں نا۔'' حرا آنکھیں بند کیے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''بس بیٹا! اٹھو شاباش۔ پرندے ہم سے پہلے

pklibrary.com

pklibrary.com

اٹھ جائیں یہ تو شرم کی بات ہے۔ جلدی کرو، نماز کا وقت نکلا جارہا ہے۔ اٹھو سونیا!" انہوں نے پھر سوئی ہوئی سونیا کو جھنجوڑا۔

"اچھا اچھا، اٹھ گئی۔" سونیا اپنے کندھے کو ان سے چھڑاتے ہوئے بولی۔

ساتھ ہی دونوں بیڈ سے اتر گئیں۔

خولہ چچی سامعہ کی طرف بڑھیں، اس کی چادر کھینچی۔ لمبی گھنی پلکیں، کھلتا گلابی رنگ، بھرے بھرے ہونٹ، میک اپ سے عاری چہرا اپنے اندر معصومیت چھپائے ہوئے تھا۔ وہ ایک لمحے کو اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"ہائے اللہ، کہیں میری نظر نہ لگ جائے۔" وہ خود سے بولیں۔

"سامعہ! اٹھو بیٹا۔" وہ تھوڑا کسمسائی۔ "اٹھو بیٹا! دیر ہوگئی ہے۔"

"سونے دیں نا چچی امی! اتنی اچھی نیند آرہی ہے۔ رات کو اتنی گرمی تھی، ابھی تو نیند آئی تھی۔"

"بس، اٹھو شاباش، نماز قضا ہوجائے گی پھر دادی بولیں گی۔"

"وہ تو سارا دن بولتی ہیں۔" وہ جمائی لیتے ہوئے بولی۔

خولہ چچی بیڈ شیٹ درست کرنے لگیں۔

"بری بات بیٹا! دادی ہیں تمہاری۔"

"ہاں تو میں نے کب انکار کیا کہ وہ میری دادی نہیں ہیں۔ وہ کیا کہتا ہے ہادی، وہ دادی نہیں رضیہ سلطانہ ہیں۔ بس ان کے پاس گھوڑا نہیں ہے۔"

"ہادی کی تو عادت ہے بکواس کرنے کی۔ خبر لیتی ہوں اس کی، تم اٹھ جاؤ اب۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئیں۔

"اللہ جی، پلیز معاف کردیجیے گا۔ ابھی نہیں اٹھ سکتی۔ بہت نیند آرہی ہے۔" دوبارہ سے چادر کھینچ کر سوگئی۔

☆☆☆

"یہ سامعہ پھر نہیں اٹھی، دن نکل آیا۔ تم نے جگایا نہیں بہو!" مہر النساء تخت پر بیٹھی تسبیح کرتے ہوئے بولیں۔ پاس ناشتہ کرتے ہوئے سدرہ بیگم اور خولہ چچی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"جگایا تھا اماں جی! اٹھ گئی تھی۔" سدرہ بیگم نے حیرانی سے دیکھا کیونکہ اگر وہ اٹھ گئی ہوتی تو باہر تو آتی۔

"اٹھ گئی تھی تو ابھی تک باہر کیوں نہیں آئی۔" سدرہ بیگم کی سوچ کو گویا مہر النساء نے زبان دے دی۔

"نماز بھی نہیں پڑھی اس نے۔" انہوں نے بات جاری رکھی۔

"کیوں سدرہ! کل کلاں کو اگلے گھر نہیں جانا اس نے، کیا سکھا رہی ہو تم اسے۔"

"نہیں اماں جی! میرا مطلب ہے کہ بتاتی تو ہوں وہ......" وہ ہکلا کر رہ گئیں۔

"وہ کیا...... تم سے بیٹی نہیں سنبھالی جارہی۔ ہم نے دو بیٹے سنبھالے، پرورش کی۔ ارے کیا اللہ کو جواب نہیں دینا اولاد کی تربیت کے بارے میں۔ کدھر ہے سامعہ، بلاؤ اسے سونیا!" انہوں نے لاؤنج کی طرف منہ کرکے آواز لگائی۔

"جی دادو!" سونیا بوتل کے جن کی طرح باہر آئی۔

"ذرا سامعہ کو بلانا۔" سدرہ بیگم نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ انہیں کوفت ہورہی تھی سامعہ کے اس رویے سے۔

"کیا ہوا تائی امی! صبح تو سوئی ہے نماز پڑھ کے۔ ساری رات پڑھائی کرتی رہی، پھر تہجد پڑھی اور پھر نماز کا وقت ہوا تو نماز پڑھ کر سوئی ہے۔ اب سونے دیں نا۔" خولہ چچی اور سدرہ بیگم نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر سونیا کو جو دادی کے پیچھے کھڑی ہو کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کررہی تھی۔

"اچھا، یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اگر اتنا دل لگا

کے پڑھ رہی ہے۔ اس سے کہنا اب کی بار انگریزی میں پاس ہو جائے۔"

مہر النساء نے تسبیح تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔

"جی دادو!" سونیا نے آہستہ آواز سے کہا۔

"اور ہاں، آج شام کا کھانا اور کچن کی مکمل ذمہ داری سامعہ کی ہوگی اور کوئی نہیں جائے گا اس کی مدد کرنے۔" مہر النساء نے اگلا حکم جاری کیا۔

"جی۔" سونیا کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

اس نے پریشانی سے ماں اور تائی کو دیکھا جنہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کندھے اچکا دیے۔

"اگر یہ اشارے بازی ختم ہوگئی ہو تو ناشتہ بناؤ جا کر۔ اسرار احمد اور ابرار احمد نے کام پر جانا ہوگا اور شاہ میر نے بھی کالج جانا ہوگا۔ شاہ میر سے یاد آیا، ابھی آیا نہیں، ورزش کرنے گیا تھا۔" مہر النساء نے باری باری سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی وقت بیرونی دروازہ کھلا اور شاہ میر داخل ہوا۔ چھ فٹ تین انچ قد، مضبوط کسرتی جسم، صاف چوڑی پیشانی، نظر کے چشمہ کے ساتھ بلاشبہ وہ ایک خوب صورت پر کشش مرد تھا۔ ٹریک سوٹ میں ملبوس۔

"السلام علیکم دادو!" وہ دادی کے آگے جھکا۔

"وعلیکم السلام! جیتے رہو۔ خوش رہو۔ ماں کا کلیجہ ٹھنڈا رہے۔ میرا سب سے ہونہار پوتا۔" انہوں نے پیار کرتے ہوئے دعا دی۔ وہ دادی کے پاس ہی تخت پر بیٹھ گیا۔

"آج دیر ہوگئی؟"

"جی دادو! مرزا چچا مل گئے تھے۔"

"خیر ہے، کیا کہتے ہیں۔"

"کچھ نہیں، بس ان کا پوتا میرے کالج میں میرا اسٹوڈنٹ ہے۔ اسی کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ اچھا، میں تیار ہو جاؤں، دیر ہو جائے گی۔" شاہ میر اٹھتے ہوئے بولا۔

"امی! ناشتہ تیار ہے؟" اس نے لاؤنج میں کھلتے کچن کے دروازے کی طرف منہ کر کے آواز لگائی۔

"ہاں بیٹا! بس تم تیار ہو کر آؤ، میں پراٹھا توے پر ڈالتی ہوں۔" خولہ چچی کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے، دس منٹ دیں۔"

کہتے ہوئے اوپر جاتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ بالائی منزل پر دو کمرے تھے۔ کمروں کے سامنے کھلا ٹیرس تھا۔ ایک کمرہ شاہ میر اور ہادی کے لیے تھا جبکہ دوسرا مہمانوں کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا۔

☆☆☆

سدرہ بیگم اندر داخل ہوئیں، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے بستر کے پاس آئیں اور پھر جھک کر تکیے کو ٹٹولا۔ جب ہاتھ باہر آیا تو اس میں ایک ڈائجسٹ تھا۔ سامعہ ایک بازو تکیے کے نیچے اور دوسرا سر پر رکھے بے خبر سو رہی تھی۔

"تو یہ رات بھر پڑھائی ہو رہی تھی۔ سامعہ...... سامعہ! اٹھو۔" انہوں نے اسے جھنجوڑا۔

"کیا ہے، کیوں تنگ کر رہی ہیں۔ سونے دیں نا۔" سامعہ نے تکیے کے نیچے سے بازو نکالا اور مندی مندی آنکھوں سے پوچھا۔

"اٹھتی ہو یا اٹھاؤں چپل۔ رات بھر جاگ کر ڈائجسٹ پڑھو گی تو صبح اٹھا تو نہیں جاتا۔ میں کہتی ہوں، اتنا دل لگا کر بی اے کی انگریزی پڑھی ہوتی نا تو اب تک پاس ہو چکی ہوتیں۔"

سامعہ جھنجلائی ہوئی بستر پر بیٹھ گئی۔ سدرہ بیگم بستر کی چادر تہ کرنے لگ گئیں۔

"اب اگر یونیورسٹی میں اتنے قابل لوگ نہیں ہیں جو میری انگریزی سمجھ سکیں تو میرا کیا قصور۔ تین دفعہ تو سمجھانے کی کوشش کر چکی ہوں، ہیں ہی سارے نالائق تو میں کیا کروں۔" تکیے کے غلاف سے لگے کلچر کو اتار کر بالوں میں لگاتے ہوئے بولی۔

''حد ہوتی ہے ڈھیٹ پن کی، ایک تمہاری ہی انگریزی ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ساتھ والوں کی ناجیہ تو پہلی دفعہ ہی میں پاس ہوگئی تھی۔'' انہوں نے چادر تہہ کر کے بیڈ پر رکھی۔

''ہاں تو انگریزی فلمیں دیکھتی تھی نا، تو انگریزی میں پاس ہوگئی۔ ہمیں تو آٹھ بجے کے ڈرامے کے علاوہ کچھ دیکھنے کی اجازت ہی نہیں۔'' سامعہ نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

''واہ بھئی، یہ پہلی دفعہ سن رہی ہوں کہ کوئی انگریزی فلمیں دیکھ کر پاس ہوا ہو۔ شاہ میر کو دیکھا ہے، ہمیشہ شان دار طریقے سے پاس ہوا اور حرا اور سونیا تم سے چھوٹی ہیں، وہ بھی بی اے میں پہنچ گئیں۔ کل کو پاس بھی کر لیں گی۔'' انہوں نے تکیہ اٹھا کر جھاڑتے ہوئے کہا۔

''بس کردیں اماں! اس کھڑوس پروفیسر کا تو نام نہ لیا کریں۔ بچپن سے شاہ میر کی مثالیں سنتی آرہی ہوں اور حرا اور سونیا بی اے کرلیں گی تو مجھے خوشی ہوگی۔ میری بہنیں ہیں، حسد نہیں کرتی میں کسی سے۔'' ساتھ ہی دوپٹہ کندھے پر ڈالتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''کرلیتیں حسد، کچھ وزن ہی صحیح رہتا۔ دن بہ دن موٹی ہوتی جارہی ہو۔''

''توبہ، نمازیں پڑھتی ہیں اور حسد کا سبق دے رہی ہیں، وہ بھی اپنوں سے۔ بتاتی ہوں رضیہ سلطانہ کو۔'' کہہ کر ساتھ ہی باہر نکل گئی۔

''توبہ ہے، کیسا شیطانی دماغ ہے۔'' بستر ٹھیک کرتے ہوئے سدرہ بیگم بڑبڑائیں۔

سامعہ کو کمرے سے نکلتا دیکھ کر جھولے پر بیٹھی مہر النساء نے دیوار پر لگے کلاک کی طرف دیکھا جس پر گیارہ بج رہے تھے۔

''السلام علیکم! دادو۔'' ساتھ ہی جھولے پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گئی۔ مہر النساء نے عینک کے پیچھے سے کلاک کو دیکھا، پھر سامعہ کو۔

''کچھ جلدی نہیں اٹھ گئیں؟''

''ہے نا، میرا بھی یہی خیال ہے۔'' سامعہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور مسکرا کر بولی۔

''کنواری لڑکیاں اتنی دیر تک نہیں سوتیں۔'' مہر النساء نے تنبیہ کی۔

''تو شادی کے بعد کب کوئی سونے دیتا ہے۔'' وہ پھر لیٹتی ہوئی بولی۔

''ہاں تو زیادہ دیر تک سونا نحوست ہوتی ہے۔ ارے انسان کی شان تو یہ ہے کہ پرندوں کے اٹھنے سے پہلے اٹھ جائے، نا کہ گیارہ بجے تک کمرے میں نیند پوری کرے۔ ایک گھنٹہ باہر آدھا وقت تو سونے میں گزر گیا، بلکہ یوں کہو کہ آدھی زندگی اور یہ رات بھر جاگ کر کون سی پڑھائی کرتی رہی ہو؟''

''بس دادو! انگریزی پڑھ رہی تھی۔'' وہ آنکھیں بند کیے ہوئے بولی۔

''میں بات کرتی ہوں شاہ میر سے، تمہیں خود پڑھائے انگریزی۔'' مہر النساء پرسوچ انداز میں بولیں۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں نے نہیں پڑھنا کھڑو......'' آگے اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔

''میرا مطلب ہے شاہ میر بھائی سے۔'' وہ اتنی تیزی سے اٹھ کر بیٹھی جیسے کرنٹ لگا ہو۔

''نہیں، بس میں نے کہہ دیا۔ اس طرح رات رات بھر جاگ کر پڑھائی کرو گی تو حلقے پڑ جائیں گے پھر ایک چیز سمجھ میں نہیں آرہی تو ہلکان کیوں ہورہی ہو۔ ماشاء اللہ اتنا ہونہار، لائق استاد گھر میں موجود ہے، بس آج ہی بات کرتی ہوں۔'' مہر النساء بھی اٹل لہجے میں بولیں۔

''پر دادو! ایسی کوئی بات نہیں۔ صرف آج ہی رات کو پڑھائی کی ہے۔ آئندہ وقت پر سوجاؤں گی اور مجھے سمجھ میں آجاتی ہے، ایسی کوئی مشکل نہیں ہوتی پڑھائی میں۔'' وہ منمنائی۔

''اگر سمجھ میں آگئی ہوتی تو اب تک بی اے

pklibrary.com

ہوجاتا۔ بار بار داخلے کے پیسے ضائع ہو رہے ہیں۔ بس میں نے کہہ دیا، اب جاؤ جا کر منہ ہاتھ دھوؤ، دانت صاف کرو، بو آرہی ہے۔" انہوں نے منہ پھیر لیا۔ سامعہ نے برا سا منہ بنا کر اٹھ گئی۔

سامعہ نے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر چہرا آئینے میں دیکھا۔

"ایک تو پتا نہیں میری بی اے کی ڈگری کیا کرنی ہے۔ سب کو فکر لگی ہے، میری بی اے کی ڈگری کی۔ میرے بیاہ کی فکر نہیں، کوئی امیر شہزادہ ڈھونڈیں نہیں بی اے کرلو اور اب پروفیسر...... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کان نہ پکڑوا دیے پروفیسر کو، سامعہ نام نہیں۔" دل میں عزم کرتی ہوئی وہ دوپٹے سے منہ پونچھ کر مڑ گئی۔

سامعہ کچن میں داخل ہوئی تو حرا اور سونیا کام میں مصروف تھیں۔ حرا ہانڈی بھون رہی تھی اور سونیا آٹا گوندھ رہی تھی۔

"ہوگئی صبح۔" حرا آنچ آہستہ کرتے ہوئے اس کی طرف مڑی۔

"ہاں۔" اس نے مختصر جواب دیتے ہوئے فریج کھولا۔

"ناشتہ کرو گی؟" حرا نے اس کے مختصر جواب کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"کرا دیا ہے امی اور دادی نے ناشتہ۔" اس نے فریج سے سیب نکال کر کھانا شروع کیا۔

"کیوں، کیا ہوا؟" سونیا نے آٹے کو فائنل تھپکی دی۔

"کیا ہونا ہے، وہی میرے بی اے کی فکر۔ آج دادی کا نیا فرمان جاری ہوا ہے۔"

"کون سا؟" ساتھ ہی آٹے کو ڈھکا اور واش بیسن پر ہاتھ دھونے لگی۔

"کہ اب پروفیسر پڑھائے گا۔ وہ کھڑوس......"

"کیا، شاہ میر بھائی؟" حرا نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں، دادی کا حکم نامہ جاری ہوا ہے۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"چلو، اب کیا ہو سکتا ہے سوائے دعائے خیر کے۔ ویسے ایک بات اور بھی بتانی تھی۔" اس نے آٹا فریج میں رکھتے ہوئے حرا کی طرف شرارت سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے سونیا سے بات کی۔

"وہ کیا؟" ایک لمحے کو اپنے چلتے ہوئے منہ کو بریک لگایا۔

"آج شام کا کھانا ملکہ عالیہ آپ نے بنانا ہے اور کچن بھی صاف کرنا ہے۔" حرا نے دھنیا چھڑک کر ڈھکن ڈھک دیا اور آنچ آہستہ کر دی۔

"کیوں بھئی، یہ کس نے کہا؟" سامعہ چیخی۔

"دادو نے۔" حرا اس کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔

"مگر کیوں، اس جنجال پورہ کا کھانا میں اکیلی کیسے بناؤں؟" سامعہ روہانسی ہو کر بولی۔

کتاب	مصنفہ	قیمت
ملال زیست	آمنہ ریاض	300/-
بڑا آدمی	نسیم سحر قریشی	400/-
فصل غم کا گوشوارہ	رضیہ جمیل	300/-
دل اک گلشن	رضیہ جمیل	300/-
سوچ نگر کی رانی	رضیہ جمیل	350/-
حنا	نادرہ خاتون	550/-
چلمن	نادرہ خاتون	300/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

pklibrary.com

"صبح نماز نہیں پڑھوگی تو اللہ جی سزا تو دیں گے نا۔" سونیا نے ہنستے ہوئے حرا کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

"یہ سزائیں اللہ جی نہیں دیتے، وہ تو بہت اچھے ہیں۔ معاف کردیتے ہیں۔ بس لوگوں کو شوق ہے، منشی بننے کا۔ ہر ایک کا حساب کتاب رکھنے کا۔ پتا نہیں کب اس قید خانے سے جان چھوٹے گی۔" وہ باقی کا سیب وہیں پٹختے ہوئے بولی اور باہر نکل گئی۔

"آج کچھ زیادہ ہی غصے میں نہیں ہے۔" حرا حیرت سے بولی۔

"پتا ہے شاہ میر بھائی سے چڑتی ہے بچپن سے۔ ان سے پڑھنا...... وہ بھی انگریزی۔" سونیا چھری اور پلیٹ نکالتے ہوئے بولی۔

"ہم...... چلو، سلاد بنالیں۔ کھانے کا وقت ہوجائے گا۔" حرا سلاد کا سامان نکالتے ہوئے بولی۔

سدرہ بیگم بیڈ پر بیٹھ کر قمیص کی ترپائی کر رہی تھیں، جب سامعہ آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوئی۔ انہوں نے ایک لمحے کو اسے دیکھا پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئیں۔

"رضیہ سلطانہ کا نیا حکم سنا آپ نے۔" ان کو متوجہ کرنے کے لیے زور سے بولی۔

"تمیز سے، دادی ہیں تمہاری۔"

"جانتی ہوں پر وہ کب دادی بنی ہیں، بس حکم جاری کرتی رہتی ہیں۔" بے چینی سے ٹانگیں ہلاتے ہوئے بولی۔

"اب کیا کہہ دیا انہوں نے؟"

"یہی کہ اب مجھے یعنی سامعہ ابرار کو وہ کھڑوس پروفیسر پڑھائے گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، بلکہ دیکھو، یہ خیال ہم میں سے کسی کو پہلے آجاتا تو شاید اب تک تمہارا بی اے ہوجاتا۔" سدرہ بیگم نے قمیص اپنے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا۔

"آخر آپ سب کو کیا کرنا ہے، مجھے بی اے کرا کے۔ بی اے ہوگیا تو کون سا وزیراعظم کی کرسی پر بیٹھنا ہے مجھے۔"

"پر بیٹا! تعلیم اچھی چیز ہوتی ہے۔ وقت اور حالات کا کیا بھروسا، اپنے پاس کچھ ہوگا تو ہاتھ پیر مار لوگی اور پھر دیکھو نا آج کل لڑکیاں کہاں سے کہاں پہنچ گئیں۔ لڑکوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہر میدان میں۔ تم بھی اپنی تعلیم مکمل کرو۔" وہ قمیص کو ہر زاویے سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"وہ لڑکیاں جو ہر میدان میں ہوتی ہیں، ان کے گھر میں رضیہ سلطانہ نہیں ہوتیں۔ آج تک پارلر تک تو جانے نہیں دیا۔ بھنویں نہ بناؤ، گناہ ملتا ہے۔ فیشل نہ کرواؤ، منہ خراب ہوجاتا ہے۔ تعلیم مکمل کرکے نوکری کون کرنے دے گا۔" ٹانگیں روک کر اس نے جواب دیا۔

"اوہو، میں کون سا کہہ رہی ہوں کہ تم نے نوکری کرنی ہے، پر ایک چیز تو مکمل ہونی چاہیے نا اور تمہیں جب اللہ نے اتنا خوب صورت بنایا ہے تو کیا ضرورت ہے کیمیکل لگا کر منہ خراب کرنے کی۔ وہ جو فیصلے کرتی ہیں، سب کے بھلے کے لیے کرتی ہیں۔" سدرہ قمیص تہ کرتے ہوئے بولیں۔

"کوئی فائدہ نہیں، آپ سے بات کرنے کا۔ ذہن غلام بنا ہوا ہے سب کا۔ پتا نہیں کب جان چھوٹے گی میری۔" دوپٹہ کندھے پر ڈال کر چپل گھسیٹتی ہوئی باہر چلی گئی۔ سدرہ بیگم افسوس سے سر ہلاتے ہوئے اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

☆☆☆

ابرار اور اسرار دو بھائی۔ سامعہ اور حرا ابرار احمد اور سدرہ کی بیٹیاں جبکہ شاہ میر، ہادی اور سونیا اسرار اور خولہ کی۔ ابرار تھے تو بڑے اور شادی بھی پہلے ہوئی پر اللہ نے چار سال تک اولاد کی نعمت سے محروم رکھا۔ اسرار کی شادی کے پہلے سال اللہ نے شاہ میر کی شکل میں اولاد نرینہ سے نوازا۔ مہر النساء ایک بااصول خاتون تھیں۔ مذہبی اور پرانے خیالات کی مالک۔ بہوئیں بھی تابع دار، سب اس ماحول میں خوش تھے سوائے سامعہ کے۔

pklibrary.com

''آخر شاہ میر بھائی سے تمہیں کیوں اتنی چڑ ہے۔'' حرا نے اسے مسلسل کمرے میں چکر لگاتا دیکھ کر تنگ آکر پوچھا۔

''بچپن سے شاہ میر شاہ میر سن رہی ہوں۔ شاہ میر اتنا ہے، شاہ میر اچھا اتنا لائق ہے، اتنا فرماں بردار ہے۔'' وہ ایک منٹ کو رک کر بولی۔

''سو، وہ تو ہیں۔'' سونیا منہ نیچے کر کے بولی۔

''تم چپ کرو۔'' اس نے پھر سے چکر لگانے شروع کردیئے۔

''کبھی میری امی کے منہ سے میری تعریف سنی ہے یا چچی کے منہ سے ہادی کی۔'' وہ تنگ کر بولی۔

''کچھ ہو تو تعریف کریں نا، ویسے ہادی کی بھی تعریف ہوتی ہے۔'' حرا آہستہ سے بولی۔

ساتھ ہی دروازہ کھلا اور ہادی اندر آیا۔

''یہ کس نے ہمیں یاد کیا۔'' وہ رکی۔

''کسی نے نہیں یاد کیا تمہیں اور مجھے سوائے ذلیل کرکے لیے یاد کب کیا جاتا ہے۔'' سامعہ نے اسے دیکھ کر پھر سے چکر لگانا شروع کردیئے۔

''خیر اب ایسی بھی بات نہیں۔ گھر میں بڑی اچھی سلام دعا ہے میری، کچھ لوگوں سے۔'' ہادی نیچے پڑے گدے پر بیٹھتے ہوئے تکیہ ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔

شرارتی نظروں سے حرا کو دیکھا۔ حرا نے ہادی کے ساتھ نظریں ملنے پر نگاہیں جھکالیں۔

سامعہ اس کی طرف مڑی۔

''اچھا، اچھی سلام دعا ہے تو بتاؤ آج جو رضیہ سلطانہ کا نیا حکم جاری ہوا کہ پروفیسر مجھے انگلش کی تیاری کرائے گا جو کہ میں نے اس سے بالکل نہیں کرنی، کیا کر سکتے ہو؟''

''اس میں تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' وہ سر کے نیچے ہاتھ باندھ کر نیم دراز ہوتے ہوئے بولا۔

''تو پھر کیوں کہہ رہے تھے سلام دعا اچھی ہے۔'' سامنے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر اسے مارا۔

''ہاں تو رعایا کے ساتھ سلام دعا اچھی ہے نا۔ اچھا تم بیٹھ جاؤ نا کچھ حل سوچ لیتے ہیں۔'' وہ حرا پر ایک مسکراتی نظر ڈال کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

سامعہ اس کے کہنے پر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''تم ویسے بی اے کر کیوں نہیں لیتیں۔'' وہ سمجھ داری دکھاتے ہوئے بولا۔

''شوق ہے مجھے فیل ہو کر ذلیل ہونے کا۔'' وہ جل کر بولی۔

''ہاں وہ تو ہے۔'' ہادی بے اختیار بولا۔

''کیا مطلب؟'' سامعہ نے اسے گھورا۔

''کچھ نہیں، وہ میں کہہ رہا تھا شاہ میر بھائی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے پڑھنے میں۔ ایک گھنٹہ ہی تو پڑھائیں گے۔ ان کے پاس کہاں ٹائم ہوتا ہے، وہ تو خود بہت مصروف ہوتے ہیں۔'' وہ بات سنبھالتے ہوئے بولا۔

''مجھے زہر لگتا ہے، مفت میں رعب جھاڑتا رہتا ہے۔'' وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

''اب ایسے تو نہ کہیں، بھائی ہے میرے۔'' سونیا کو اس کا ایسے بات کرنا اچھا نہیں لگا۔

''اس کا تو ایک ہی حل ہے۔'' ہادی پیشانی کو مسلتے ہوئے بولا۔

''کیا، جلدی بولو۔'' سامعہ پرجوش ہوتے ہوئے بولی۔

''شاہ میر بھائی خود انکار کردیں۔'' اس نے جیسے حل پیش کیا۔

''یہ تو ناممکن ہے۔'' سامعہ ڈھیلی پڑتی ہوئی بولی۔

''پھر تو پڑھ لو۔'' وہ تنگ آکر بولا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' وہ اپنی ہتھیلی پر مکا مار کر بولی۔

''ویسے شام ہو رہی ہے۔'' حرا منمنائی۔

''روز ہوتی ہے۔'' سامعہ نے برجستہ کہا۔

''آج شام کے کھانے کی باری تمہاری ہے۔'' حرا نے اسے یاد دلایا۔

''کبھی کچھ اچھا نہ سنانا مجھے۔'' اٹھتے ہوئے

pklibrary.com

بڑبڑائی۔ "پتا نہیں کب جان چھوٹے گی۔" اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ ساتھ ہی سونیا بھی اٹھی۔
"کیا ہوا؟" حرا نے اسے اٹھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔
"جا کر سامعہ کی ہیلپ کردوں، اکیلی کیسے کرے گی۔" وہ دوپٹہ کندھے پر ڈالتی باہر نکل گئی۔
"اب تم کہاں جارہی ہو؟" ہادی نے حرا کو اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔
"میں امی کے پاس۔"
ہادی نے جلدی سے اٹھ کر اس کا آنچل پکڑلیا۔
"دوپٹہ چھوڑیں۔"
"نہ چھوڑوں تو......"
"دادی باہر ہیں۔" وہ گھبرائی۔
"مشکل سے تو کبھی بات کرنے کا موقع ملتا ہے۔" وہ اس کے دوپٹے سے کھیلتے ہوئے بولا۔
"کیا بات کرنی ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔
"کیا تم نہیں جانتیں۔" حرا نے شرما کر سر جھکالیا۔
"ہادی!" دادی کی آواز آئی۔
"کیا ہے؟" مسکرا کر حرا سے پوچھا۔
"میں نہیں دادی!" وہ ہنسی۔
ہادی مسکرایا اور پھر ایک دم سے مسکراہٹ غائب۔ "کیا دادی؟"
اب کی بار پھر دادی کی آواز آئی۔ "ہادی!"
ہادی ایک دم سے گھبرا کر آنچل چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"آیا دادی!" وہ دروازے کی طرف بڑھا۔
حرا ہنسی اور ایک طرف ہو کر اسے گزرنے کا راستہ دیا۔
"جل تو جلال تو، رضیہ سلطانہ کو ٹال تو۔" وہ ورد کرتا ہوا باہر آیا۔
"ادھر آؤ۔" وہ باہر لاؤنج میں پڑے جھولے پر بیٹھی تھیں، اس کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔
"جی دادی!"
"یہ تم ہر وقت زنانہ ڈبے میں کیا کر رہے ہوتے ہو۔"
"کیا ہے دادی! مذاق کر رہا تھا۔" ہادی جلدی سے بولا۔ "بس ذرا اپنی بہن سے ملنے گیا تھا۔"
"بہن تو کب کی کچن میں چلی گئی۔ سمجھتی ہوں سب۔ کرتی ہوں تمہارا بندوبست۔" چھڑی اپنی جگہ پر رکھ کر بولیں۔
"جلدی کردیں دادی! دیر نہ ہوجائے۔" پاس سے گزرتی حرا کو دیکھ کر بولا۔
ہادی نے شوخ نظروں سے اسے کچن میں جاتے ہوئے دیکھا۔
"اچھا جاؤ، شاہ میر کو بلاؤ۔ بات کرنی ہے۔" دادی کے کہنے پر وہ اٹھ گیا۔
"ارے سامعہ! میری اور شاہ میر کی چائے لے آؤ۔" شاہ میر کے آنے پر انہوں نے کچن کی طرف منہ کر کے آواز لگائی۔
"جی دادو! آپ نے بلایا تھا۔" شاہ میر نے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"
"جی کہیے۔"
"بیٹا! میں کہہ رہی تھی کہ سامعہ کو انگریزی کی تیاری کرا دیتے، یہ بھی پاس ہوجاتی۔"
"وہ تو ٹھیک ہے دادو! پر آپ کو پتا ہے، میں خود ایک ایگزام کی تیاری کر رہا ہوں، میرے لیے وقت نکالنا تھوڑا مشکل ہے۔"
"بیٹا! مشکل تو ہے پر کیا کریں، پچھلی دفعہ ٹیوٹر لگا کر بھی رزلٹ وہی رہا۔ اب آخری چانس ہے اس کا، پاس ہوجائے ورنہ پھر سارا دینا پڑے گا۔ عمر بھی نکلتی جارہی ہے۔"
"ٹھیک ہے دادو!" وہ مانتے ہوئے بولا۔
"کھانے کے بعد ایک گھنٹہ پڑھاؤں گا، فوراً اوپر آجانا۔" سامعہ چائے لے کر آئی تو وہ کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔
"نہیں، اگر آپ کے پاس وقت نہیں ہے تو

میں خود کرلوں گی۔'' وہ ان دونوں کو چائے پکڑا کر سیدھی ہوئی۔

''خود کرلیتیں تو تین سال سے اکٹی ہوتیں، بچہ کہہ رہا ہے نا کھانے کے بعد فوراً چلی جانا پڑھنے۔'' انہوں نے دوٹوک انداز میں حکم سنا دیا۔

''جی اچھا۔'' سامعہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

شاہ میر نے چائے کا گھونٹ لیا تو جیسے گلے میں اٹک گیا۔ اس نے سامعہ کی طرف دیکھا۔

سامعہ بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملنے پر مسکرائی، شاہ میر نے کپ کی طرف دیکھا، اور خاموشی سے پینے لگا۔

''اب کھڑی کیوں ہو، جا کر باقی سب کو بھی چائے دو۔'' وہ جو کھڑی ہو کر اس کی حالت کا مزا لے رہی تھی، مہر النساء کی آواز پر ایک دم سے سنجیدہ ہو کر کچن میں چلی گئی۔

''لائیں دیں، میں کپ کچن میں رکھ کر آتا ہوں۔'' شاہ میر نے چائے بمشکل ختم کرتے ہوئے مہر النساء کا کپ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''کیا ضرورت تھی بھائی کی چائے میں نمک ڈالنے کی۔ شکر کرو، دادو کے سامنے بولے نہیں ورنہ پتا ہے نا کتنی عزت افزائی ہوتی۔'' وہ حرا کی آواز سن کر باہر ہی رک گیا۔

''تو کب عزت افزائی نہیں ہوتی۔'' سامعہ کی آواز آئی۔

''تو مت کیا کرو نا ایسے کام۔''

''کیا کرتی ہوں میں اور تم نے دیکھا نہیں، کتنا بھاؤ کھا رہا تھا۔ وقت نہیں ہوتا، ٹھیک کھانے کے بعد آجانا۔ آیا بڑا آئن اسٹائن۔''

''آئن اسٹائن نہیں لیکن ذہین ہیں۔''

شاہ میر اندر داخل ہوا تو دونوں خاموش ہوگئیں۔ حرا نے آگے ہو کر کپ پکڑ لیے۔ سامعہ پیچھے مڑ کر سبزی کی ٹوکری میں کچھ ڈھونڈنے لگی۔ شاہ میر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

حرا نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

''شکر ہے، مجھے لگا انہوں نے ہماری باتیں سن لیں۔''

''تو سن لیں، میں کون سا ڈرتی ہوں۔'' سامعہ نے کندھے اچکائے۔

''اگر دادو سے کہہ دیتے نا تو اگلے تین دن تمہاری ڈیوٹی لگ جاتی سارا دن کچن میں۔ ساتھ میں، میں اور سونیا بھی پھنستے۔'' حرا نے اسے سمجھایا۔

''تو مت پھنسا کرو نا، میں نے کب کہا میری مدد کو آیا کرو۔'' وہ بھی ایک نمبر کی ڈھیٹ تھی۔

''کوئی شوق نہیں تمہارے ساتھ نیکی کرنے کا، کرلو خود کام، جا رہی ہوں میں۔'' وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

''ہاں کرلوں گی۔ مفت میں ہر بندہ میرے اوپر احسان کرتا رہتا ہے۔'' وہ غصے سے سبزی نکال کر کاٹنا شروع ہوئی۔

☆☆☆

''کیا ڈھونڈ رہی ہو۔؟'' حرا نے اسے میز پر پڑی چیزیں اتھل پتھل کرتے دیکھ کر پوچھا۔

''کتابیں نہیں مل رہیں۔'' وہ اب الماری میں گھسی ہوئی تھی۔

''پین...... اوہ پین تو میں نے لیا ہی نہیں۔'' سامعہ کو یاد آیا۔ جلدی سے میز کی طرف مڑی، دراز کھولی تو پین سامنے ہی نظر آ گیا۔ پین نکال کر جیسے ہی دراز بند کرنے لگی، دوبارہ سے دراز میں جھانکا، ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس میں چھپکلی تھی جو دیکھنے میں اصلی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے اسے اپنے چہرے کے سامنے جھلایا۔ مسکرائی۔

''پروفیسر کی دکھتی رگ۔''

''یہ لو۔'' حرا کتابیں اٹھائے اندر آئی۔

''شکریہ تمہارا، پین لیا ہے۔'' سامعہ اس کے ہاتھ سے کتابیں لیتے اور پین دکھاتے ہوئے بولی۔

''تمہارا اپنا کدھر ہے؟'' حرا نے تنگ کر پوچھا۔

وہ جانتی تھی، اس کے بعد یہ پین اسے دوبارہ نہیں ملے گا۔ سامعہ کو یاد ہی نہیں رہے گا، کہاں رکھا تھا۔

"پتا نہیں، مل نہیں رہی۔ اچھا میں جاؤں۔" سامعہ نے جلدی جلدی بالوں کی پونی بنائی اور دوپٹہ پٹے کی طرح گلے میں ڈال کر باہر نکل گئی۔

وہ سامعہ کمرے کے دروازے پر جا کر کھڑی ہوئی، حواس بحال کیے، جیسے ہی ہاتھ دستک کے لیے اوپر کیا۔ "آجاؤ" شاہ میر کی آواز آئی۔

سامعہ اندر چلی گئی۔ صاف ستھرا کمرہ جس میں دو سنگل بیڈ لگے ہوئے تھے، جن کے بیچ میں ایک چھوٹی میز تھی جس پر پانی کا جگ اور گلاس رکھا تھا۔ دروازے کے ساتھ کھڑکی اور کھڑکی کے ساتھ اسٹڈی ٹیبل اور کرسی پڑی تھی۔ میز پر بہت سی کتابیں پڑی تھیں، کمرے کے ساتھ اٹیچ واش روم تھا۔ شاہ میر کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ سامعہ کتابیں سینے سے لگائے اس کے سامنے آئی۔

"بیٹھو۔" اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی۔

"سب سے پہلے جو ناول تمہارے کورس میں ہے اس کا انالیسز لکھو۔ مطلب ناول کس چیز کے بارے میں ہے۔ کردار کیا ہیں۔ کرداروں کا آپس میں کیا تعلق ہے، رویے کس بات کی نشان دہی کر رہے ہیں۔"

سامعہ کے چہرے کے تاثرات اس کے لفظوں کے ساتھ ساتھ بدل رہے تھے۔

"سمجھ میں آ گئی نا بات۔" اس نے اپنی بات مکمل کر کے سامعہ سے پوچھا۔

"ج...... جی......" سامعہ بمشکل بولی۔

"گڈ، اب لکھو۔ میں بھی ساتھ تھوڑا کام کرلوں۔" وہ مڑ کر میز پر پڑے صفحات پر کچھ لکھنا شروع ہوگیا۔ سامعہ نے بھی سر جھکا کر لکھنا شروع کیا۔

"یہ ہوگیا۔" سامعہ نے پین پر کیپ چڑھاتے ہوئے کہا۔ شاہ میر اپنے کام میں مصروف تھا، اس نے سنا نہیں۔

"کرلیا میں نے۔" وہ دوبارہ سے بولی۔

"اچھا، لاؤ دکھاؤ۔" شاہ میر نے مصروف انداز میں سر جھکائے ہوئے ہاتھ آگے کیا۔ سامعہ نے کاپی اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ شاہ میر نے لے کر پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں پڑھتا جارہا تھا، چہرے پر عجیب وغریب تاثرات ابھر رہے تھے۔

سامعہ ادھر اُدھر نظریں گھماتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ شاہ میر نے اپنی عینک اتار کر کچھ دیر اپنی پیشانی کو مسلا، پھر اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"پیپر میں کیسے لکھتی تھیں۔"

"ہاتھ سے۔" سامعہ نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... میرا مطلب ایسی انگلش......"

اسے سمجھ میں نہیں آیا آگے کیا کہے۔

"ہاں، ظاہر ہے۔" وہ پورے اعتماد سے بولی۔

شاہ میر نے لمبی سانس کھینچی۔

"اوکے، یہ گرامیٹیکل مس ٹیک ہیں۔ وکیبلری کی غلطیاں ہیں۔ مچھلی پانی میں ڈائیو کرتی ہے، تیرتی ہے، اڑتی نہیں۔ میں تمہارے لیے نوٹس بناتا ہوں، تم انہیں یاد کرو۔ اب ٹائم بھی کم ہے۔ یہی شارٹ کٹ ہے کیونکہ تمہیں تو بنیادی چیزیں ہی نہیں آتیں، جیسے چینی اور نمک کا فرق نہیں پتا۔" سامعہ نے اس کی آخری بات پر نظریں چرائیں۔

شاہ میر نے اس کی جھکی ہوئی پلکوں پر ایک نظر ڈالی اور واش روم کی طرف بڑھا۔ دروازے پر اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"تم جاؤ اور یہ کتابیں یہیں چھوڑ جاؤ۔ میں نوٹس بناؤں گا اور تم یاد کرلینا۔ کم از کم پاس تو ہوجاؤ، اب جاؤ۔"

مڑ کر واش روم چلا گیا۔

سامعہ نے دروازے کی طرف دیکھ کر منہ بنایا پھر آہستہ سے اٹھی اور دوپٹے کے پلو میں بند چھپکلی نکالی اور دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اسے شاہ میر کی اس کتاب میں رکھ دیا جو وہ پڑھ رہا تھا۔ مسکراتی

pklibrary.com

ہوئی دروازے کے باہر آ کر جھری سے اندر دیکھنے لگی۔

''توبہ، کس قدر نالائق ہے۔'' شاہ میر باہر آ کر بڑبڑایا۔ سامعہ نے ہوا میں مکا لہرایا۔ شاہ میر نے بیڈ پر پڑی اس کی کتابیں دیکھیں۔

''پھوہڑ لڑکی۔''

کتابیں اکٹھی کر کے ایک طرف رکھ کر کرسی پر بیٹھا اور کرسی پر نیم دراز ہو کر کتاب اٹھا کر اپنے منہ کے سامنے جیسے ہی کی چھپکلی اس کی گود میں آ گری، کتاب ہوا میں اچھلی اور شاہ میر چونکا پیچھے کی طرف زور دے کر بیٹھا تھا، اس لیے کرسی بھی الٹ گئی اور شاہ میر گر گیا۔

باہر کھڑی سامعہ منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی دبائے نیچے کی طرف بھاگی۔

سامعہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور پھر جو ہنسنا شروع کیا، اس کے اس طرح آنے اور ہنسنے پر حرا اور سونیا اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''کیا ہوا، پاگل تو نہیں ہو گئیں۔'' سونیا نے پوچھا۔

ہنسی روکتے ہوئے ''نہیں نہیں...... وہ تمہارا بھائی......'' پھر ہنسنا شروع کر دیا۔

''کیا ہوا بھائی؟'' سونیا پریشان ہوئی۔

''گر گیا......'' وہ بمشکل ہنسی روک کر بولی۔

''اللہ خیر...... کہاں سے گر گئے، چوٹ تو نہیں لگی۔ اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔'' سونیا کو اس کا ایسے ہنسنا برا لگا۔

''نہیں، سب ٹھیک ہے۔ کرسی سے گرے ہیں چھپکلی دیکھ کر۔ تمہارا بھائی چھپکلی سے الرجک ہے۔ آج تو پوری کی پوری اوپر آ گری۔'' اس کا گرنا یاد کر کے پھر ہنسنا شروع ہو گئی۔

''بہت بری بات ہے۔ کسی کے گرنے پر ایسے ہنستے ہیں۔'' حرا نے سرزنش کی۔

سامعہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔ تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر ایک دم سے تینوں کے قہقہے گونجنے لگے۔

☆☆☆

''یہ کچھ نوٹس بنائے ہیں، آج دن میں ان کی تیاری کرنا۔ رات کو ٹیسٹ لوں گا۔''

شاہ میر کی آواز آئی۔ سامعہ چائے پی رہی تھی، جب نوٹس اس کے سامنے کرتے ہوئے شاہ میر نے کہا۔

اس نے نظر اٹھائی تو شاہ میر کے ماتھے پر سنی پلاسٹ لگا ہوا تھا، آنکھ کے نیچے نیل پڑا تھا۔ اس نے شرمندہ ہو کر نگاہیں جھکا لیں اور آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر نوٹس لے لیے۔ شاہ میر نے ایک لمحے کو اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا اور چلا گیا۔ سامعہ نے ہاتھوں میں پکڑے نوٹس کو شرمندگی سے دیکھا تھا۔

☆☆☆

بالوں کا رف سا جوڑا بنائے اپنے سامنے نوٹس اور کتابیں کھول کر روتی صورت بنا کر سامعہ بیٹھی ہوئی تھی۔

''اف، کیا مصیبت ہے۔ کتنی مشکل انگلش لکھی ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' تنگ آ کر نوٹس پر پین پھینکتے ہوئے کہا۔

''اوہو، آج سورج کہاں سے نکلا ہے۔ سامعہ باجی دن دیہاڑے کورس کی کتابیں پڑھ رہی ہیں۔'' سونیا اور حرا ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں تو اسے پڑھائی میں مشغول دیکھ کر سونیا نے چھیڑا۔ سونیا اس کے پاس ہی بیڈ پر لیٹ گئی جبکہ حرا بال بنانے لگی۔

''چپ کر جاؤ، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ تمہارے بھائی نے نوٹس اتنے مشکل دیے ہیں، اتنی ہارڈ انگریزی لکھی ہے، پڑھی نہیں جا رہی۔'' اس نے نوٹس سائیڈ پر کیے اور نیم دراز ہو گئی۔

''چلو، تھوڑا زور لگاؤ اسی بہانے۔'' سونیا نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں ہوتی مجھ سے تیاری۔ یا اللہ! میرے لیے جلد کوئی سالار سکندر بھیج دے۔'' وہ اپنے سر کو دباتے ہوئے بولی اور ساتھ ہی چھت کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

"کیا کرنا ہے سالار سکندر نے بی اے فیل کا۔"
حرا شیشے میں اپنے بالوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"تو امامہ کون سی پی ایچ ڈی کر کے آئی تھی۔"
سامعہ آنکھیں بند کیے بولی۔
"ڈاکٹر تو بن رہی تھی نا۔" سونیا نے بھی لقمہ دیا۔

"تم اٹھو، جاؤ۔ میرے لیے چائے بنالاؤ، سر دکھ رہا ہے قسم سے۔ ویسے بھی بڑوں میں کیوں گھسی رہتی ہو۔" سامعہ نے اٹھ کر بازو کھینچا۔
"کون سے بڑے۔ آپ بھی بی اے میں اور میں بھی۔" سونیا اپنا بازو چھڑاتے ہوئے بولی۔
"ایک کلاس میں ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ عمر میں فرق نہیں، جاؤ جلدی۔" سامعہ نے رعب جھاڑا۔
"جا رہی ہوں بھئی۔" سونیا جھنجلا کر اٹھتے ہوئے بولی اور دوپٹہ کندھے پر ڈال کر چلی گئی۔
"آج صبح شاہ میر بھائی کو دیکھا تھا میں نے، کافی چوٹ لگی ہے۔ دادو بھی پوچھ رہی تھیں۔" حرا نے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔
"پھر کیا کہا پروفیسر نے۔" سامعہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔
"انہوں نے کہا کہ وہ پھسل گئے تھے۔"
"شکر ہے، کچھ کہا نہیں۔" سامعہ نے ایک پرسکون سانس خارج کی۔
"کچھ کہا ہوتا تو اب تک تمہاری سزا سنائی جا چکی ہوتی۔ ویسے تم ہر دفعہ زیادتی کرتی ہو، سامعہ کل چائے میں نمک ملا دیا۔ تمہیں پتا ہے ان کو چھپکلی سے الجھن ہوتی ہے۔ تمہاری شرارت کی وجہ سے چوٹ لگ گئی۔"
"ہاں تو کس نے کہا تھا پڑھائیں مجھے اور تم نے سنا نہیں۔ اکیلے میں میری شان میں کیسی گستاخی کر رہے تھے۔" سامعہ ہٹ دھرمی سے بولی۔
"اکیلے میں کر رہے تھے، کسی کے سامنے تو کبھی کچھ نہیں کہا نا۔ نہ تمہیں کبھی تکلیف پہنچائی۔ تمہیں یاد ہے جس دن ان کا انٹرویو تھا، تم نے اندھوں کی طرح پین جھٹکا اور ساری سیاہی ان کی شرٹ پر جا گری۔ نئی شرٹ خراب ہوگئی اور ٹائم بھی کم تھا لیکن کچھ بھی نہیں کہا۔ الٹا امی کو بھی کچھ کہنے نہیں دیا۔"
"اچھا ٹھیک ہے، آئندہ نہیں کروں گی۔" وہ جھنجلا کر بولی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ صبح سے اسے اپنے آپ سے شرمندگی ہو رہی تھی۔ اب حرا کی باتوں نے اور اسے پشیمانی میں مبتلا کر دیا تھا۔
"مجھے لگتا ہے تمہیں ان کی بددعا لگتی ہے۔ جو ہر دفعہ فیل ہو جاتی ہو۔" حرا اس کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولی۔
"نہیں...... وہ مجھے بددعا نہیں دے سکتا۔" وہ بے ساختہ بولی۔
"اتنا یقین ہے۔" حرا نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں، کیونکہ مجھے پتا ہے، اس کی دعاؤں، بددعاؤں میں کوئی اثر نہیں۔ یہ تو یونیورسٹی والے ہی نالائق ہیں جن کو میری انگریزی سمجھ میں نہیں آتی۔" وہ اپنی پرانی ٹون میں آتے ہوئے بولی۔
"بہت ڈھیٹ ہو۔" حرا سر جھٹک کر اپنی کتابیں لے کر بیٹھ گئی۔
سامعہ نے دوبارہ سے کتابوں کو اپنے سامنے کرلیا۔
"کچھ نہیں سمجھ میں آنے والا۔ رات کو پروفیسر خود ہی سمجھا دے گا۔" کتابیں سائیڈ پر رکھ کر تکیے کے نیچے سے ڈائجسٹ نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔

☆☆☆

"کتنی بڑی عینک لگائی ہوئی ہے انکل جیدی والی۔ اف، جب اس عینک سے بیوی کو بات بات پر گھوریاں مارے گا، ہائے بے چاری۔ تیل لگا کر مانگ ایسی نکالی ہے، جیسے تائی اماں نے منہ پکڑ کر کنگھی کی ہو۔ ہائے میرا بیٹے کا چاند جیسا چہرا۔" وہ شاہ میر کو دیکھ کر سوچ رہی تھی پھر خود ہی ہنس پڑی۔

pklibrary.com

اسی لمحے شاہ میر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سامعہ کی ہنسی کو بریک لگ گئی۔

"کیا ہوا؟" شاہ میر نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

سامعہ نے سر کو نفی میں ہلایا۔

"او کے، جو نوٹس آج دیے تھے، وہ پڑھے۔" اس نے سوال کیا۔ سامعہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا سمجھ میں آیا؟"

"کچھ نہیں۔" سامعہ دھیرے سے بولی۔

"کیا مطلب؟" اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"اتنی مشکل انگریزی مجھے تو سمجھ میں نہیں آئی۔" سامعہ نے اصل وجہ بتائی۔

"جو لفظ مشکل تھے، اس کے مطلب ڈکشنری میں دیکھتیں۔" شاہ میر ذرا سخت لہجے میں بولا۔

"وہ ڈکشنری میرے پاس نہیں تھی۔" وہ منمنائی۔

"نہیں، تمہارے پاس تھی۔ مجھے یاد ہے، میں نے خود پچھلی دفعہ لا کر دی تھی۔"

"ہاں، وہ تو ردی میں دے دی۔"

"کس قدر بے وقوف اور جاہل ہو۔" شاہ میر کا دل اس کی عقل پر ماتم کرنے کو چاہ رہا تھا۔

"جاہل مت کہیں مجھے۔ ایک انگریزی چھوڑ کر بی اے ہوں۔" وہ برا مانتے ہوئے بولی۔

"اس انگریزی کے بغیر بی اے نہیں ہوتا اور یہ جو تمہاری حرکتیں ہیں نا، اس سے تو تم ساری زندگی بی اے ہی رہو گی انگریزی چھوڑ کر۔" وہ بھی تنگ کر بولا۔

"تو کیا کروں، یونیورسٹی کو انگریزی سمجھ میں نہیں آتی تو کیا کروں، کیسے سمجھاؤں۔" اس نے اپنا پرانا عذر پیش کیا۔

"صرف تمہاری ہی سمجھ میں نہیں آتی، باقی سب کی آجاتی ہے۔"

وہ چمکتی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں جیسے کھو سا گیا پھر دوبارہ ہوش میں آتے ہوئے ایک دم سے بولا۔

"بہت بکواس۔ جتنا ذہن تخریب کاریوں میں لگاتی ہو، اتنا انگریزی میں لگاؤ تو پاس ہو جاؤ گی۔"

سامعہ منہ لٹکا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس نے کرسی کا رخ اس کی طرف کر کے نوٹس اٹھا کر پڑھنا شروع کیے۔

"اب اگر کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ۔" وہ مکمل کرنے کے بعد اس سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں، سمجھ میں آ گیا۔" وہ فوراً بولی۔

"او کے۔" ساتھ ہی کرسی سے اٹھا۔ "میرے آنے تک پڑھو۔"

ساتھ ہی رات والا اپنا گرنا یاد آ گیا۔ فوراً ہی واپس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"ہے کوئی مسئلہ۔" اس نے پھر پوچھا۔

"نہیں، اب میں جاؤں۔"

"ہاں جاؤ، کل تیار کر کے آنا۔"

سامعہ اٹھ کر چلی گئی لیکن شاہ میر کے جذبات میں ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

سامعہ باہر جا کر رکی اور پیچھے دروازے کی طرف دیکھ کر ہنسی۔

"پروفیسر پڑھاتا اچھا ہے۔" مسکراتے ہوئے نیچے چلی گئی۔

☆☆☆

سامعہ ڈائجسٹ ہاتھ میں لیے پڑھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ پاس بیٹھ کر نوٹس بناتی حرا کی نظر اس پر پڑی۔

"خیر ہے، ایسا کیا ہے جس کو پڑھ کر اتنا مسکرا رہی ہو۔"

"ہائے، اتنا رومانٹک سین ہے۔ کتنا پیار کرتا ہے نا سالار سکندر اپنی بیوی سے۔ پتا نہیں میرا سالار سکندر کب آئے گا۔" وہ ڈائجسٹ رکھ کر سر کے نیچے بازوؤں کا تکیہ بنا کر چھت کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ صرف کہانی میں ہی سالار سکندر ہوتے

pklibrary.com

ہیں، پریکٹیکل لائف میں کون اتنا ویلا ہے جو سب کچھ بیوی کے نام کر دے۔ اسی کے ناز نخرے اٹھاتا رہے۔'' حرا ڈکشنری دیکھتے ہوئے بولی۔

''اب ایسی بھی بات نہیں۔ ٹی وی پر کتنے مشہور کپل آتے ہیں، واری صدقے جا رہے ہوتے ہیں بیویوں کے۔''

''ہاں کیونکہ بیویاں بھی لاکھوں کما کے ان کو دے رہی ہیں اور ضروری نہیں جو اسکرین پر نظر آ رہا ہوتا ہے وہ سچ بھی ہو۔''

''ایک تو تم پتا نہیں اتنی نیگٹو کیوں ہو اور رہی لاکھوں کمانے کی بات تو مجھے چانس ملنے کی بات ہے ورنہ کیا عائزہ خان سے کم ہوں۔''

''عائزہ خان کو دیکھا ہے، کتنی سلم اسمارٹ ہے۔ ذرا اپنے آپ کو شیشے میں دیکھو۔'' حرا نے حیرانی سے آنکھیں پھیلائیں۔

سامعہ نے اٹھ کر شیشے میں اپنے آپ کو گھوم کر دیکھا۔

''ہاں، بس تھوڑا وزن زیادہ ہے۔''

''تھوڑا نہیں، عائزہ کے مقابلے میں کافی زیادہ ہے، ویسے وہ تو بی اے پاس ہے۔'' حرا نے اس کو چھیڑا۔

''ہاں تو وہ تو میں بھی ہوں، ڈگری کون دیکھتا ہے۔'' سامعہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''اللہ سے ڈرو، گھر کی چار دیواری میں عورت محفوظ ہوتی ہے۔'' حرا سنجیدہ ہوئی۔

سامعہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ سونیا چائے لے کر آ گئی۔

''بڑی زبردست خبر ہے آپ سب کے لیے۔'' چائے پکڑا کر بیڈ پر گر گئی۔

''کیا سالار سکندر آ گیا۔'' سامعہ کا ذہن ابھی وہیں اٹکا ہوا تھا۔

''جی آ گیا ہے بس بے چارے کی آنکھیں نہیں ہیں۔'' سونیا نے جل کر کہا۔

''کیوں کیا ہوا اس کی آنکھوں کو؟'' سامعہ پریشانی سے بولی۔

''ظاہر ہے آنکھوں کے ساتھ تو نہیں آئے گا نا یہاں۔'' سونیا نے شرارتی انداز میں مسکرا کر حرا کو دیکھا۔

''بکواس ہی کرنا، کسی دن آئے گا اور مجھے لے جائے گا۔ تم دروازے کی اوٹ سے جھانک جھانک کر مجھے جاتا ہوا دیکھنا۔'' سامعہ نے کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

''اچھا ابھی ذرا اپنی رخصتی چھوڑو، تم بتاؤ سونیا! کیا نیوز ہے؟'' حرا تجسس سے بولی۔

''کل امی اور چچی گرمیوں کی شاپنگ کے لیے جا رہی ہیں۔'' سونیا نے ڈرامائی انداز میں بتایا۔

''تو اس میں کیا نئی بات ہے۔ ہر سال تو جاتی ہیں اور دادی کی ہدایت پر اور اپنی پسند کے بوڑھوں والے رنگ اور ڈیزائن لے آتی ہیں۔ تم نے اسے بریکنگ نیوز بنا دیا۔''

''تم کچھ زیادہ ہی کیڑے نہیں نکالتی ہو، اس گھر کی کوئی بھی بات چیز تمہیں اچھی نہیں لگتی۔''

''تو کیا، اچھا ہے موبائل رکھنے کی اجازت نہیں۔ نو بجے سونے کا آرڈر ہے، کپڑے امی اور چچی لے کر آتی ہیں۔ سینے بھی انہوں نے ہیں۔ سامعہ چڑ کر بولی۔

''اگر تم نفرت کی عینک اتار دو تو یہ ہمارے بھلے کے لیے ہی ہیں۔ اب تو ٹی وی پر بھی بتا رہے تھے۔ رات کا کھانا جلدی کھانا چاہیے تاکہ سونے سے پہلے ہضم ہو جائے اور امی اور تائی اتنی اچھی سلائی کرتی ہیں۔ موبائل ہے تو سہی استعمال کرنے پر پابندی تو نہیں، پاس رکھ کے کیا کرنا ہے، صرف نظر ہی خراب ہوتی ہے۔'' سونیا نے نرم لہجے میں سمجھایا۔

''ایک تو تم دادی کی جانشین ہو۔'' سامعہ بنا کر بولی۔

☆☆☆

کارشاہ میر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا، ہادی گاڑی سے باہر ٹیک لگا کر کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ سدرہ

pklibrary.com

بیگم اور حرا سلیقے سے چادر کا نقاب لیے گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ سونیا نے بھی چادر اوڑھی ہوئی تھی سامعہ باہر آئی۔ چادر کا پلو سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے نقاب پیچھے سے پلو زمین پر گھسٹتا ہوا آرہا تھا۔

حرا اور سدرہ بیگم کے ساتھ سونیا بیٹھ گئی۔

"میں کہاں بیٹھوں؟" سامعہ نے پچھلی سیٹ پر ان تینوں کو بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔

"تھوڑی آگے ہوتی ہوں، اب بیٹھ جائیں۔" سونیا تھوڑا آگے ہوتے ہوئے بولی۔

سامعہ مشکل سے اندر بیٹھی۔

"جگہ کہاں ہے۔" نقاب اتار کر چہرے کو ہوا دیتے ہوئے بولی۔

دروازہ بند نہیں ہورہا تھا۔ وہ آگے ہو کر بیٹھی تھی اور سونیا کوشش کررہی تھی۔

"دروازہ نہیں بند ہورہا۔" سونیا نے کہا۔

"ہادی او ہادی کے بچے، باہر سے دروازہ بند کرو۔ کھڑا ہو کر مزے لے رہا ہے۔" ہادی جو واقعی دلچسپی سے سب دیکھ رہا تھا، سامعہ کی بات پر فوراً سیدھا ہوا۔ باہر سے دروازہ بند کیا۔

گاڑی جیسے ہی مارکیٹ کی پارکنگ میں رکی۔ شاہ میر اور ہادی دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔

حرا اور سدرہ بیگم شاہ میر کی سیٹ کے پیچھے تھیں۔ شاہ میر نے ان کا دروازہ کھولا، سامعہ دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی۔ پاؤں سن ہوگیا تھا، جیسے ہی ہادی نے دروازہ کھولا۔ سامعہ باہر جا گری۔

"ہادی کے بچے، ایسے کھولتے ہیں دروازہ۔" وہ پاؤں سہلاتے ہوئے بولی۔

"مجھے کیا پتا تھا، دروازے کے ساتھ لگ کر سو رہی ہو۔" ہادی دانت نکالتے ہوئے بولا۔

"زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔" حرا نے پاس آکر اس کا پاؤں سہلاتے ہوئے پوچھا۔ وہ ایسی ہی تھی سب کا خیال رکھنے والی۔

"پتا نہیں، درد بہت ہورہا ہے۔" سامعہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔

"اب شاپنگ بھی کرنی ہے یا یہیں بیٹھے رہنا ہے۔" شاہ میر سامعہ کے ساتھ باقی سب کو دیکھ کر بولا۔

"آپ لوگ چلے جائیں، میں یہیں بیٹھی رہتی ہوں۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو چھپاتے ہوئے بولی ورنہ رونا تو بہت آرہا تھا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اپنے سامنے چادر بچھا لو، واپسی پہ آئس کریم کے پیسے ہوجائیں گے۔" ہادی نے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں تو گھر جاکر پوچھوں گی، اللہ کرے لنگڑی سے شادی ہو تمہاری۔" سامعہ حرا کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

"نہیں، لنگڑی بالکل نہیں ہے۔" ہادی نے حرا کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

حرا کے لبوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اب چلو بھی، دیر ہورہی ہے۔" سدرہ بیگم کہہ کر آگے بڑھ گئیں۔ سامعہ بھی لنگڑاتے ہوئے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

دکان میں سب بیٹھ کر کپڑے دیکھ رہے تھے۔

"اماں! مجھے یہ میرون والا لینا ہے۔" سامعہ نے میرون کڑھائی والا سوٹ سدرہ بیگم کے سامنے کیا۔

"میرون سوٹ دکھائیں۔" انتہائی خوب صورت فل کڑھائی والا سوٹ تھا۔

"یہ اتنا تیز رنگ، اوپر سے اتنا کام والا۔" سدرہ بیگم نے آنکھیں نکالیں۔

"تو کیا ہے ڈیزائنر سوٹ نہیں لے کے دینا تو یہ تو لے دیں۔" اس نے ضد کی۔ دکاندار نے ایک اور سوٹ کھولا۔

"یہ دیکھیں باجی! ان باجی کے لیے۔ اس کا ٹراؤزر پہلے سے بنا ہوا ہے، جیسے ان کا پیر ٹیڑھا ہے نا، آسانی سے پہن لیں گی۔"

وہ ہمدردی بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"بہت شکریہ، نہیں چاہیے کچھ بھی۔" سامعہ اس

pklibrary.com

کی بات پر تلملاتے ہوئے بولی۔
سدرہ بیگم باقی کے کپڑے اٹھا کر اور بل دے کر نکل آئیں۔
"میں اور نہیں چل سکتی۔ بہت درد ہو رہا ہے۔ آپ لوگ کر لیں شاپنگ۔" سامعہ نے پاس پڑے بنچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"لو، تمہیں کیسے اکیلا چھوڑ کر خود شاپنگ کریں۔" سدرہ بیگم نے اسے بیٹھتے دیکھ کر کہا۔
"تائی امی! آپ چلی جائیں۔ میں اس کے ساتھ رکتا ہوں۔ ہادی آپ کے ساتھ چلا جائے گا۔" شاہ میر نے آگے ہو کر کہا۔
"ٹھیک ہے، تم رکو۔ ہم بس جلدی آتے ہیں۔" سدرہ نے اس کی بات مانتے ہوئے کہا۔
کچھ دیر بعد وہ سب کپڑوں کے شاپر اٹھائے چلے آئے اور سامعہ کے پاس بنچ پر رکھ دیے۔
"شکر ہے، واپسی ہوگئی۔ یہ نہیں خیال آیا کہ میں کب سے یہاں بھوکی پیاسی بیٹھی ہوں۔" وہ بولی۔
شاہ میر نے حیرت سے اسے دیکھا جو اتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہی تھی۔ گول گپے، آئس کریم اور جوس پی چکی تھیں۔
"اتنا وقت تو لگ ہی جاتا ہے، اب چلو، پہلے ہی مغرب ہو رہی ہے۔ گھر جا کر کھانا کھاتے ہیں۔ حرا! بہن کو سہارا دو۔" سدرہ بیگم بولتے ہوئے شاپر سنبھالتے ہوئے چل پڑیں۔
حرا نے شاپر سونیا کو پکڑائے اور سامعہ کو ہاتھ کے سہارے سے اٹھالیا۔ سامعہ نے لنگڑا کر اس کے ساتھ چلنا شروع کیا۔

☆☆☆

"دیکھو، تمہارا سوٹ کتنا پیارا ہے۔" حرا نے اس کا پیرٹ گرین کلر کا سوٹ سامنے کیا۔ سامعہ نے ایک نظر دیکھا پھر بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔
"رہنے دو، اتنا تیز رنگ قسمت ہی خراب۔ غلط گھر میں پیدا ہوگئی۔"
"کبھی شکر ادا نہیں کرتیں تم، کبھی ہلکا رنگ نہیں پسند، کبھی تیز۔" سونیا کو بھی غصہ آگیا۔
"لاؤ، تمہارے پاؤں پر ہلدی اور تیل لگا کر پٹی کر دوں۔ ٹھیک ہو جائے گا۔" سدرہ بیگم ہاتھ میں ایک کٹوری اور کپڑا لیے اس کے پاس آئیں۔
"خیریت، آپ کو کیوں اتنا خیال آگیا میرا۔" وہ پہلے ہی سے جلی بھنی بیٹھی تھی۔
"کیا ہو گیا، اولاد ہو میری۔ تمہارا خیال نہیں ہوگا تو کس کا ہوگا۔" اس کا پاؤں سیدھا کرتے ہوئے بولیں۔
"میرا خیال ہوتا تو وہ میرون سوٹ لے دیتیں۔" اس نے گلہ کیا۔
"کنواری لڑکیاں ایسے سوٹ نہیں پہنتیں۔"
"تو کیوں رکھا ہوا ہے مجھے کنوارا۔ بی اے کے بجائے بیاہ کی فکر کریں میری کسی شہزادے سے۔"
"کیسی بے شرم ہے۔" سدرہ بیگم کا حیرانی سے منہ کھل گیا۔
"اچھا بس اب تم سب بھی شاباش یہ سامان سمیٹو۔" سدرہ بیگم نے اٹھتے ہوئے سونیا اور حرا سے کہا۔ وہ دونوں سمیٹنے لگیں۔
باہر سے شاہ میر کی آواز آئی، جو غالباً سدرہ بیگم سے سامعہ کا پوچھ رہا تھا۔ سامعہ فوراً سوتی بن گئی۔
"سامعہ جاگ رہی ہے، سوچا اسے پڑھا دوں۔" شاہ میر نے تھوڑا سا دروازہ کھول کے جھانکا۔
"نہیں بھائی۔ وہ...... وہ سوگئی ہے۔ دوائی کھائی ہے نا۔" سونیا نے بات بنائی۔
"اچھا، آج کا دن ضائع۔ چلو کل پڑھا دوں گا۔" وہ پلٹتے ہوئے بولا۔
"توبہ، کتنا شوق ہے پروفیسر کو پڑھانے کا۔" اس نے کروٹ بدل کر چادر تان لی۔

☆☆☆

صبح سامعہ کی آنکھ کھلی تو کہنیوں کے سہارے اٹھ کر اپنے پٹی والے پاؤں کی طرف دیکھا، اسے

pklibrary.com

اوپر نیچے کیا۔
"ارے واہ، اماں کا تیل کام کر گیا۔" اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر رک گئی۔ "نہیں، ابھی کچھ دن پٹی رہنے دیتی ہوں، کچن سے اور پروفیسر سے جان چھوٹی رہے گی۔" دوبارہ لیٹ گئی۔

سونیا ناشتے کی ٹرے کے ساتھ داخل ہوئی۔

"اب کیسا ہے تمہارا پاؤں؟" اس کے سامنے ناشتہ رکھتے ہوئے بولی۔

"کچھ بہتر ہے۔" وہ چہرے پر نقاہت طاری کرتے ہوئے بولی۔

"اس لیے دادو نے تمہارا ناشتہ بھجوایا ہے اور شاہ میر نے ٹیبلٹ بھیجی ہے تاکہ درد ختم ہو جائے۔"

"شکریہ یار! پانی لادو۔" سونیا جیسے ہی پانی لینے گئی۔ اس نے ٹیبلٹ نکال کر بیڈ کے نیچے رکھے ڈسٹ بن میں پھینک دی اور سیدھی ہو گئی۔ سونیا پانی لے کر آئی تو وہ ہاتھ ایسے بند کیے بیٹھی تھی جیسے اس میں گولی ہو۔

"شکریہ۔" سونیا سے پانی لیتے ہوئے اس نے کہا۔ پانی پی کر ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔

"تم ناشتہ کرو، میں برتن دھولوں، پھر آکر کمرہ صاف کروں گی۔" سونیا اسے کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

سامعہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب کیسا ہے پاؤں کا درد؟" سدرہ بیگم اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"ابھی تو ہے، اب ایک رات میں دوڑنے تو نہیں لگوں گی نا۔"

"وہ جو شاہ میر نے گولی بھیجی تھی، کھالی؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں کھائی۔" کہہ کر چائے پینا شروع کر دی۔

"تو کیا ساری عمر لنگڑا کر چلنا ہے۔" وہ غصے سے بولیں۔

"نہیں اسپیشلسٹ کو دکھالیں گے۔"

"اسپیشلسٹ نے کیا کرنا ہے؟"

"جو بھی ہو، موچی کے حوالے پاؤں نہیں کروں گی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔

"تو پھر لنگڑاتی رہنا۔ ایک انگریزی فیل اوپر سے لنگڑی۔" وہ غصہ کرنا نہیں چاہتی تھیں، پر وہ بات ہی ایسی کرتی تھی کہ غصہ آجاتا تھا۔

"ایسا کریں اماں! میرے رزلٹ کی ایک کاپی ہر شہر میں بھیج دیں۔ مینار پاکستان پر لگی ہو، ایک گھنٹہ گھر فیصل آباد، ایک پارلیمنٹ ہاؤس پر کیونکہ اس ملک میں سامعہ ابرار ہی صرف بی اے کی انگریزی میں فیل ہوئی ہے۔" وہ بدمزا ہوئی۔

"اس ملک میں تو نہیں مگر خاندان میں صرف تم ہی فیل ہوئی ہو۔"

"خدمتیں کروا رہی ہو۔" ہادی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"نہیں عزت ہو رہی ہے میری، جو ہمیشہ سے بہت ہوتی ہے اس میں گھر۔" وہ جل کر بولی۔

"کیا ہوا تائی امی! کیا آپ نے اسے کریلوں کا ناشتہ کرایا ہے۔" وہ اس کی بات کا مزا لیتے ہوئے بولا۔

"میں نے کیا کریلوں کا ناشتہ کرانا ہے، کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہر بات پر اعتراض۔" سدرہ بیگم اس کے سامنے سے ٹرے اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"کوئی بات صحیح ہو تو نا، اب سنو تم رضیہ سلطانہ کا نیا حکم۔ دینو موچی کو بلا رہی ہیں، میرا پاؤں جو کہ اترا نہیں اسے چڑھانے کے لیے۔" وہ ہادی کو شامل کرتے ہوئے بولی۔

"تمہیں کیسے پتا کہ تمہارا پاؤں نہیں اترا۔" اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔ سامعہ ایک لمحے کو گڑبڑا گئی۔

"تو دادی کو کیسے پتا کہ اترا ہے؟" وہ بولی۔

"خیر یہ تو دینو ہی بتائے گا۔" ہادی نے اسے چڑایا۔

"کوڑے والا آیا ہے، کوڑا دینا ہے۔ ہادی! تم لوگوں کے کمرے کی باسکٹ میں کوڑا تو نہیں ہے۔"

pklibrary.com

سونیا بولتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

"نہیں، تمہیں پتا نہیں، میں اکبر بادشاہ کی رعایا ہوں۔ وہ اپنی سلطنت میں گند برداشت نہیں کرتے۔ مجھے بھی سارا دن باہر پھینکا ہوتا ہے۔" پیچھے مڑ کر شیشے میں اپنے بال دیکھتے ہوئے بولا۔ سونیا نے آگے بڑھ کر بیڈ کے نیچے سے باسکٹ نکالی، جس میں گولی پڑی تھی۔ اس نے ایک لمحے کو اسے دیکھا پھر خاموشی سے باسکٹ اٹھا کر چلی گئی۔

"اوکے، میں چلتا ہوں۔ تم ریسٹ کرو۔ شام میں ملتا ہوں۔" برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"جاؤ، کچھ کھانے کو لیتے آنا، بڑی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"

"زہر لیتا آؤں۔"

"نہیں، تمہاری خوراک نہیں کھاتی۔" اس کے پاس بھی جواب تیار رہتا تھا۔

"اب آنکھیں بند کرو، تمہارے لیے سرپرائز ہے۔" ہادی دروازے کے پاس جا کر مڑتے ہوئے بولا۔

"اچھا، جلدی سے بتاؤ کیا ہے؟"

"نہیں، پہلے آنکھیں بند کرو، جب تک تمہیں کہا نہ جائے، کھولنی نہیں ہیں۔"

"اوکے، میں نے بند کرلیں۔ اب جلدی کرو۔" سامعہ آنکھیں بند کر کے مسکرانے لگی۔

"کھولنے لگی ہوں آنکھیں، کھول لوں؟" خاموشی محسوس کرتے ہوئے وہ بولی۔

"کھول لو۔"

آنکھیں کھولتے ہی چیخ نکل گئی۔ شاہ میر اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں......؟ اور ہادی؟" اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہادی کو میں نے بھیجا تھا کہ اگر تم اٹھ گئی ہو تو میں تمہیں پڑھا دوں، پھر کچھ اور کام کرنا تھا مجھے، کیوں۔"

"کچھ نہیں۔" وہ روتی صورت بنا کر بولی۔

"اوکے، تو پھر شروع کرتے ہیں۔ یہ کچھ نوٹس میں بنا کر لایا تھا۔" اس نے نظر انداز کرتے ہوئے کتاب کھولی۔

☆☆☆

"پھوپھو آرہی ہیں۔" حرا نے بتایا۔

"اچھا۔" سامعہ پرشوق ہوئی۔

"پھپھو کہیں واسع بھائی کے لیے لڑکی تو نہیں دیکھنے آئیں۔" حرا دور کی کوڑی لائی۔

"نہیں، وہ وہیں سے کوئی میم کریں گی، جس کو انگریزی بولنی آتی ہو۔ کیوں سامعہ!" سونیا اس کا خیال رد کرتے ہوئے سامعہ سے مخاطب ہوئی۔ جو حرا کی بات سن کر خیالوں ہی خیالوں میں، پھپھو کو رشتہ دیتے ہوئے دیکھ رہی تھی، ایک دم سے چونک گئی۔

"ہاں ہاں...... پتا نہیں...... پتا نہیں۔" وہ گڑبڑائی۔

"چلو، اب سو جاؤ۔ آج تو تم نے خدمت بھی بہت کرائی۔ اب اگر کل ٹھیک نہ ہوا پیر تو دینو چاچا کو لانا پڑے گا۔" حرا نے دوپٹہ اتار کر سائیڈ میں رکھتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

حرا بستر تہ کر رہی تھی، جب سامعہ سو کر اٹھی۔

"ناشتہ نہیں لائیں میرا۔" سونیا کو خالی ہاتھ کمرے میں آتا دیکھ کر بولی۔

"نہیں، پہلے تیار ہو جاؤ دینو آرہا ہے۔" سونیا پنکھے کے نیچے کھڑے ہو کر پسینہ خشک کرتے ہوئے بولی۔

"میں نہیں کرواؤں گی دینو سے کوئی ٹریٹمنٹ۔" وہ منہ ادھر کر کے لیٹ گئی۔ موچ کا جو بہانہ بنایا تھا وہ گلے پڑ گیا تھا۔

"تو پھر اٹھ کر اچھے بچوں کی طرح کچن میں جا کر ناشتہ کرو۔"

"پاؤں ٹھیک نہیں ہے میرا، کیسے چلوں۔" وہ اسی طرح منہ پھیرے ہوئے بولی۔

pklibrary.com

"یہ تو اب تمہارا مسئلہ ہے۔" وہ کہہ کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف مڑ گئی۔
"کس قدر ظالم ہو، ایک دن میں بے زار ہو گئی ہو مجھ سے۔ میں خواہ مخواہ کل سے شکر گزار ہوئی جا رہی ہوں، ساری عمر تو نہیں رہنا تھا مجھے بستر پر۔" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"تمہارا کوئی پتا نہیں، جعلی پٹی باندھ کر ساری عمر ہم سے خدمت کراتی رہو۔" بال بناتے ہوئے سونیا بولی۔
"بہت بری بات ہے سامعہ!" حرا نے اسے سرزنش کی۔
"اچھا سوری، کیا ہوا ایک دن جو خدمت کرالی تم لوگوں سے۔ سوچا تھا دو چار دن ذرا ریسٹ کر لوں گی اور پروفیسر سے بھی جان چھوٹ جائے گی، پر ناں" سامعہ نے اپنا دکھڑا سنایا۔
"پھپھو ملنے نہیں آئیں مجھ سے۔" اسے اچانک یاد آیا۔
"تم کون سی اہم شخصیت ہو جن کو ملے بغیر ان کا ٹور نامکمل رہتا"۔
حرا نے اسے گھورتے ہوئے اطلاع دی۔
"خیر چھوڑو، بتاؤ کیسا ہے واسع؟" سامعہ اشتیاق سے بولی۔
حرا اور سونیا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کورس میں بولیں۔
"اوہ واسع......"
"کیا بات ہے بھئی۔" حرا نے بھنویں اچکائیں۔
"ہاں تو یہ ہی نام ہے نا اور کیا کہہ کر بلاؤں۔" سامعہ نے گویا اپنے آپ کو بچایا۔
"شکر ہے، یہ نہیں کہا۔ میرے وہ کیسے ہیں؟" سونیا نے اسے چڑایا۔
کیا پتا۔ کہانیوں میں نہیں ہوتا، پردیس سے کزن آتا ہے اور جیسے ہی وہ پاکستانی مشرقی کزن کو دیکھتا ہے تو دل ہار جاتا ہے۔ گوری چٹی میمیں بھول جاتی ہیں۔
"چھوڑو، تم یہ بتاؤ۔ کیسا ہے دیکھنے میں۔" سامعہ نے خیالوں سے باہر آتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے، جیسے آج کل کے اسٹائل والے لڑکے ہوتے ہیں۔" حرا میز پر اپنی کتابیں الٹ پلٹ کر بولی۔
"ہمم...... ایسا ہی ہونا چاہیے۔" سامعہ دبے دبے جوش سے بولی۔
"تو پھر سالار سکندر کا کیا ہوگا؟" سونیا نے گویا اسے یاد کرایا۔
"رہنے دو، ساری عمر نمازیں ہی پڑھواتا رہے گا۔"
"خیر وہ تو اب پتا چلے گا کہ پھپھو ایسے کسی ارادے سے پاکستان آئی بھی ہیں یا نہیں اور اگر آئیں بھی ہونا تو پھپھو کافی سمجھ دار ہیں، بیٹے کی زندگی کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کریں گی۔" حرا اپنی کتابیں لے کر نیچے بچھائے گدے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"دیکھیں گے۔" سامعہ کہتی ہوئی باہر ناشتہ کرنے چلی گئی۔
سونیا بستر ٹھیک کرنے لگی۔ کوئی حال نہیں، اس کا حرا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور کتاب کھول لی۔
☆☆☆
حرا برتن دھو رہی تھی، جب ہادی کچن میں داخل ہوا،
"سامعہ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔"
"جی ہو گیا، اب دل لگا کر انگریزی پڑھ رہی ہیں۔"
ساتھ ہی برتن سمیٹنے لگی۔
"یہ تو اچھی بات ہے بھئی، میرا بھائی ہے ہی اتنا اچھا استاد۔" وہ فرضی کالر کھڑے کرتے ہوئے بولا۔
"سامعہ کے لیے کوئی بھی اچھا استاد نہیں ہے سوائے وقت کے۔" حرا مڑتے ہوئے بولی۔
"کیا مطلب؟" ہادی نے اس کے لہجے پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

pklibrary.com

"کچھ نہیں آپ جائیں، دادو کو پتا چلے گا تو غصہ ہوں گی۔" وہ چولہا صاف کرنے لگی۔

"وہ تو ہمیشہ ہوتی ہیں، امی سے بات کروں۔" وہ ذرا اسارا کا پھر پوچھنے لگا۔

"کیا بات۔" اس کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے۔

"یہی کہ حرا چولہا کیسا صاف کرتی ہے۔ کتنی بور ہو تم، میں کیا بات کررہا ہوں اور تم ہو کہ چولہا چمکا رہی ہو۔" آگے بڑھ کر اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف گھمایا۔

"کیسا لگتا ہوں میں تمہیں۔"

"آپ اچھے ہیں۔" وہ شرمائی اس کے اس طرح ہاتھ پکڑنے پر وہ کانپ کررہ گئی۔

"تمہیں کیسا لگتا ہوں۔" وہ ہاتھ دباتے ہوئے بولا۔

"اچھے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"میرے ساتھ زندگی بھر چلو گی، تھک تو نہیں جاؤ گی۔" وہ محبت بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

حرا نے شرما کر سر نفی میں ہلایا۔ پیار بھری نظروں سے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ رہا تھا۔

"ہادی۔" آواز آئی۔

"ہادی......" دادی کی آواز دوبارہ آئی۔ ہادی نے لمبی سانس کھینچ کر ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آ گئی دادی کی آواز، پتا لگ گیا ہوگا میں کچن میں ہوں۔"

"آرہا ہوں دادی!" اس نے کچن سے نکلتے ہوئے آواز لگائی۔

ہادی کے جانے کے بعد حرا اس ہاتھ کو دیکھ رہی تھی، جس کو ہادی نے تھاما تھا پھر خود ہی شرما گئی۔

"جی دادی! کیوں آواز دے رہی تھیں، کہیں پر بھی ہوں۔ آپ کو پتا لگ جاتا ہے۔ ہادی بو ہادی بو کرنا شروع کردیتی ہیں۔" وہ ان کے پاس جھولے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا کررہے تھے، تم کچن میں۔" انہوں نے تفتیش کی۔ اور وہ سر جھکا کر کان کھجانے لگا۔

"السلام علیکم!" شاہ میر نے اندر آتے ہوئے سلام کیا، کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"جیتے رہو۔ کیسی جارہی ہے تمہاری تیاری۔" انہوں نے دعا دیتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک جارہی ہے، آپ دعا کریں۔" وہ مسکرایا۔

"اللہ کامیاب کرے۔ سامعہ کی تیاری کیسی جارہی ہے؟"

"ماشاءاللہ، کافی محنت کی ہے پچھلے دو تین دن سے۔"

"چلو، یہ تو اچھا ہے۔ اب کی بار ہو ہی جائے بی اے۔"

"بھائی! آپ کے مستقبل میں کیا ارادے ہیں؟" ہادی ادھر ادھر نظریں گھماتے ہوئے بولا۔

"ایگزام کلیئر ہوجائے تو کسی اور ڈیپارٹمنٹ میں جاب کروں گا۔"

"اس کے علاوہ اور کسی بارے میں نہیں سوچا؟"

"اور کس بارے میں؟" شاہ میر اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے بولا۔

"میرا مطلب ہے شادی...... کیوں دادی! اب بھائی کے ہاتھ پیلے ہوجانے چاہئیں، نہیں۔"

"کیوں اتنی کیا جلدی ہے۔" شاہ میر ہنسا۔

"تمہاری نہیں اس کو اپنی بہت جلدی ہے۔" مہرالنساء مسکراتے ہوئے بولیں۔

"واہ میری دادی بن کر تو آپ بڑی سمجھ دار نہیں ہوگئیں۔" ہادی نے پیار سے ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو بہت کچھ کرنا ہے، شادی کے لیے وقت پڑا ہے۔" شاہ میر ہنستے ہوئے کہہ کر اٹھ گیا اور اسکے پیچھے ہادی بھی چل دیا دادی کے حکم کے مطابق۔

''جی اماں! آپ نے بلایا تھا۔'' خولہ نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں، آؤ بیٹھو۔ تم سے بات کرنی تھی۔

تم نے شاہ میر کی شادی کا کیا سوچا ہے؟ انہوں نے خولہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''ابھی تو کچھ نہیں سوچا۔ امتحان دے لے تو پھر......''

''کیا کوئی اس کی یا تمہاری پسند ہے؟''

''نہیں اماں جی! شاہ میر کے ذہن میں ایسا کچھ نہیں۔''

''دیکھو خولہ! یہ نازک معاملات ہوتے ہیں۔ تم شاہ میر سے بھی پوچھ لو اور اگر اس کی کہیں دلچسپی نہیں اور تمہیں بھی کوئی اعتراض نہیں تو سامعہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' انہوں نے آخر میں اپنا مدعا بیان کیا۔

''اماں جی! سامعہ تو اپنی بچی ہے، مجھے تو بہت پیاری ہے۔ شاہ میر کو کیا اعتراض ہوگا۔'' خولہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''نہیں، تم پھر بھی شاہ میر سے ایک بار پوچھ لینا اور تم پر کوئی دباؤ نہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم یا شاہ میر کسی دباؤ یا مصلحت کے تحت یہ رشتہ کرو۔ میں اگر سدرہ سے بات کروں گی تو اس سے بھی یہی کہوں گی۔ زندگی بچوں نے گزارنی ہے۔ نئے رشتے بناتے ہوئے پرانے رشتے اپنی شکل نہ کھودیں، اس لیے تم شاہ میر سے بھی بات کرلو اور خود بھی سوچ لو۔''

''ٹھیک ہے اماں جی! میں شاہ میر سے بات کروں گی۔''

''اچھا۔'' انہوں نے سر ہلایا۔

''میں ذرا کچن دیکھ لوں۔'' خولہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

☆☆☆

ہادی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی، اسرار ابرار اور مہر النساء صحن میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

''السلام علیکم پھپھو!'' دروازہ کھولتے ہی ہادی کی پرجوش آواز ابھری۔

''وعلیکم السلام! پھپھو کی جان جیتا رہ، کیسا ہے۔''

صفورا جدید تراش خراش کے سوٹ میں آگے آئیں، پیچھے پیچھے واسع بھی تھا۔

''بسم اللہ، آؤ آؤ۔'' مہر النساء نے اپنے بازو وا کیے۔

''السلام علیکم!'' آواز پر سب نے لاؤنج کے دروازے کی طرف دیکھا۔ سیڑھیوں سے اترتا شاہ میر بھی وہیں رک گیا، پیچھے آتا ہادی بھی۔

ہر وقت بالوں کے بنے گھونسلے کی جگہ بالوں کو باندھا گیا تھا، سلیقے سے سر پر جما دوپٹہ، پاؤں میں ناگرہ، ہونٹوں پر ہلکا لپ گلوز، ہاتھوں میں چائے کی ٹرے لیے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''وعلیکم السلام۔ ماشاء اللہ، آؤ بیٹا آؤ۔'' صفورا اس کی طرف بڑھیں۔

حرا اور سونیا نے ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔ سامعہ ٹرے رکھ کر وہیں بیٹھ گئی۔ شاہ میر اور ہادی بھی آکر باری باری سلام کرکے بیٹھ گئے۔

''سامعہ ماشاء اللہ کتنی پیاری ہوگئی ہے۔ بیٹا! کیا کررہی ہو آج کل۔''

سامعہ نے منہ کھولا۔

''پی ایچ ڈی۔'' ہادی کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

سامعہ نے دانت پیسے۔

''ماشاء اللہ، کس سبجیکٹ میں۔'' صفورا نے اشتیاق سے پوچھا۔

''انگلش میں۔'' ہادی کی بات پر شاہ میر بھی مسکرانے لگا۔

''اچھا، انگلش میں۔'' صفورا نے خوش ہوکر کہا۔

''جی، بی اے کی انگلش میں۔'' سامعہ نے تیسری بار منہ کھولا لیکن ہادی نے جواب دیا۔

''نہیں پھپھو! مذاق کررہا ہے، میں بی اے میں ہوں۔'' سامعہ نے غصے سے ہادی کو دیکھ کر صفورا کو

pklibrary.com

مسکرا کر جواب دیا۔
"اچھی بات ہے، لڑکیوں کو پی ایچ ڈی کرنی نہیں چاہیے۔ بہت عمر ڈھل جاتی ہے پھر رشتوں میں مسائل ہوتے ہیں۔" صفورا مسکراتے ہوئے بولیں۔
"میرا نہیں خیال ایسا ہے پھپھو! اگر لڑکی چاہے تو پی ایچ ڈی میں کوئی برائی نہیں۔" شاہ میر کو ان کی سوچ اچھی نہیں لگی۔
"بیٹا! تم مرد ہو نا، تمہیں کوئی مسئلہ نہیں لیکن لڑکیوں کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں پاکستان میں تو لڑکیاں رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ پی ایچ ڈی کریں گی تو ہر کوئی بوڑھی سمجھتا ہے، تم ان مسائل کو نہیں سمجھتے۔ خیر تم بتاؤ، کیا کر رہے ہو۔"
"کالج میں جاب کر رہا ہوں اور سی ایس ایس کی تیاری بھی کر رہا ہوں۔" شاہ میر نے ان کی بات نظر انداز کرتے ہوئے ان کے سوال کا جواب دیا۔
"فیوچر بیوروکریٹ نائس۔" واسع نے مسکرا کر کہا۔ شاہ میر بھی مسکرایا۔
"آپ کیا کرتے ہیں واسع بھائی۔" ہادی نے پوچھا۔
"اس نے ایم بی اے کیا ہے، اپنا بزنس ہے۔ ماشاء اللہ اب تو بس کوئی اچھی سی لڑکی مل جائے تو شادی کر دوں۔" صفورا نے جلدی سے جواب دیا۔
"اوہ اچھا، ہاتھ پیلے کرنے آئی ہیں آپ واسع بھائی کے۔" ہادی کی زبان میں خندق تھی۔
"ہاں ضرور، کوئی اچھی سی لڑکی جو میرے بیٹے اور میرے گھر کو سنبھال لے۔" مسکراتی نظروں سے سامعہ کو دیکھا اور سامعہ نے سر جھکا لیا۔
"چلو، لڑکیوں! جا کر ناشتہ بناؤ۔ میں چائے دیتی ہوں سب کو، پھر سب نے کام پر بھی جانا ہے۔" سدرہ بیگم کو سامعہ کا ایسے شرمانا اچھا نہیں لگا، انہوں نے سب کو اٹھایا۔

☆☆☆

شاہ میر مطالعہ میں مصروف تھا، جب خولہ بیگم اندر آئیں۔
"امی! آپ نے مجھے بلوا لیا ہوتا۔" شاہ میر اٹھتے ہوئے بولا۔
"نہیں ـــ سوچا تم مصروف ہو گے، خود ہی تمہارے پاس آ کر بات کر لوں۔" وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ شاہ میر پاس آ کر بیٹھ گیا۔
"کیا کوئی بات؟"
"اولاد جوان ہو جائے تو ماں باپ کی خاص بات کیا ہو سکتی ہے سوائے ان کے گھر بسانے کے۔" خولہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔
"میں کچھ سمجھا نہیں۔"
"بیٹا! میں چاہتی ہوں تم اپنی زندگی کے بارے میں فیصلہ کر لو۔ اگر کوئی لڑکی تمہیں پسند ہو تو بتاؤ۔"
"میں نے ابھی کچھ سوچا نہیں، ابھی تو مجھے مستقبل بنانا ہے۔"
"تو بیٹا! کس نے روکا ہے لیکن یہ فرض بھی ادا کرنا ہے۔ تمہاری دادی نے بات کی تھی مجھ سے۔ میں نے تمہارے ابو سے بات کی، ہمیں سامعہ پسند ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"
شاہ میر کی آنکھوں کے سامنے سامعہ کا چہرا لہرایا۔ اس کے بازو پر ہاتھ رکھے ہوئے، بازار میں روتے ہوئے، کبھی ہنستے ہوئے...... چائے کی ٹرے اٹھائے ہوئے۔
"بیٹا! میں جانتی ہوں۔ ذرا لاابالی ہے، پر گھر کی بچی ہے۔ دل کی صاف ہے۔ پیار کرتی ہے سب سے اور پھر آنکھوں کے سامنے بڑی ہوئی ہے۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔" انہوں نے شاہ میر کی طرف دیکھا جو خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔
"شاہ میر!" خولہ بیگم نے آواز دی۔
"جی امی!" شاہ میر چونکتے ہوئے بولا۔
"کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"
"نن...... نہیں...... امی! کوئی اعتراض نہیں، جیسا آپ لوگ مناسب سمجھیں۔" وہ کچھ جھجک گیا۔
"جیتے رہو۔" اٹھ کر اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

pklibrary.com

شاہ میران کو دروازے تک چھوڑ کر آیا اور واپس آ کر کتاب اٹھا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ آنکھوں کے سامنے سامعہ کا چہرا آیا، مسکرا کر سر جھٹک کر دوبارہ متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

سامعہ جھولے پر بیٹھی نوٹس پڑھ رہی تھی، جب واسع آ کر ساتھ ہی جھولے پر بیٹھ گیا۔ سامعہ ذرا سا دور کھسکی۔

''اور کیا ہابیز ہیں؟'' وہ اس کی کتابیں اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولا۔

''کچھ خاص نہیں، بس پڑھائی اور کچن میں ہی وقت گزرتا ہے۔'' وہ سر جھکائے بولی۔

''اوہ تو میوزک نہیں سنتیں، موویز دیکھتی ہیں۔'' وہ کتاب رکھتا ہوا بولا۔

''نہیں، میوزک سننا تو گناہ ہوتا ہے۔'' سامعہ نے اس کی معلومات میں گویا اضافہ کیا۔

''اوہ کم آن، آپ اتنی سی عمر میں کیا گناہ ثواب لے کے بیٹھ گئیں۔ یہ تو دن ہوتے ہیں زندگی کو انجوائے کرنے کے۔'' وہ اس کی بات پر ہنستے ہوئے بولا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں پر دادو کو پسند نہیں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں کزنز میں۔'' صفورا بھی اندر آتے ہوئے بولیں۔

''آئیں، بیٹھیں پھپھو!'' سامعہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

''نہیں، تم بیٹھو۔ اچھے لگ رہے ہو دونوں ایسے، میں یہاں ہی ٹھیک ہوں تو کیا بات کر رہے تھے۔'' وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

''ماما! آپ کو پتا ہے کہ سامعہ میوزک نہیں سنتی۔ گرینی کو پسند نہیں۔'' وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا۔

''بس اماں جی شروع سے ہی ایسی ہیں، کسی کو کھل کر سانس نہیں لینے دیتیں۔ جب تمہارے پاپا کے ساتھ یو کے گئی تو میں نے لائف کو انجوائے کیا ورنہ تو یہی حال تھا۔ یہ گناہ ہے، یہ ثواب ہے، ایسے کرو، ایسے نہ کرو۔ ایسے کپڑے نہ پہنو، زور سے نہ ہنسو۔ کیوں سامعہ! تم بھی میری طرح اس ماحول سے تنگ تو نہیں ہو۔''

سامعہ نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔

سدرہ بیگم کچن سے نکلیں، سامنے جھولے پر سامعہ اور واسع کو ایک ساتھ بیٹھا دیکھ کر غصے کی شدید لہر اٹھی لیکن ضبط کر گئیں۔

''سامعہ! جاؤ ذرا ہانڈی کو دیکھو۔'' کافی سرد لہجے سے سامعہ سے مخاطب ہوئیں۔ سامعہ ماں کے تیور دیکھ کر اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ صفورا کو بھابھی کا لہجہ محسوس ہوا پر نظر انداز کرتے ہوئے بولیں۔

''کیا ہوا بھابھی! بچی کو ابھی سے ہانڈی چولہے میں جھونک دیا ہے، تھوڑی زندگی انجوائے کرنے دیں۔''

''ہر لڑکی کرتی ہے صفورا! اور اس عمر میں نہیں کرے گی تو کب کرے گی۔ کل کو اگلے گھر بھی جانا ہے۔ کیا تم لندن میں نہیں کرتیں۔''

''لندن اور یہاں کی زندگی میں بہت فرق ہے بھابھی! وہاں اس انداز سے کام نہیں ہوتے۔'' صفورا اپنا موبائل منہ کے سامنے کرتے ہوئے بولیں۔

''دیکھو صفورا! اماں جی کے جو اصول تھے، وہ غلط نہیں تھے اور یہ ان کے اصول نہیں۔ یہ تو اللہ کے احکامات تھے، جس کی وہ پاس داری کراتی ہیں اور ہمیں کوئی مسئلہ نہیں، ہم خوش ہیں۔'' سدرہ بیگم مطمئن لہجے میں بولیں۔

''آپ خوش ہیں، سامعہ نہیں۔'' صفورا کو ان کا جواب پسند نہ آیا۔

''ایسا تمہیں لگتا ہے ورنہ ایسا ہے نہیں۔'' سدرہ بیگم نے لاپروائی سے کہا۔

''اس کا بھی جلد پتا چل ہی جائے گا۔'' صفورا بھی چیلنج کرتی اٹھ کر چلی گئیں۔

pklibrary.com

☆☆☆

رات کو مہر النساء نے دونوں بیٹوں اور بہوؤں کو اپنے کمرے میں بلایا۔ صفورا اور واسع کسی سے ملنے گئے تھے۔

''آج تم لوگوں کو اس لیے بلایا ہے کہ ایک خواہش تمہارے سامنے رکھ سکوں۔ تم سب بااختیار ہو، فیصلے کا حق تم لوگوں کے پاس ہی ہے اور اگر تم میں سے کسی کی مرضی نہ ہو تو دوسرے کو ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔'' انہوں نے تمہید باندھی۔

''کیا ہو گیا اماں جی! آج اس طرح کیوں بات کر رہی ہیں؟'' سدرہ بیگم حیرانی سے بولیں۔

''جب تم لوگ میری عمر کو پہنچو گے اور اس جگہ پر تو سمجھ جاؤ گے کہ سب کو اکٹھا رکھنا، انصاف کے ساتھ اور پیار و محبت قائم رکھنا اتنا آسان نہیں ہوتا اور میں چاہتی ہوں یہ سلسلہ آگے بھی رہے۔''

''اماں جی! کھل کر بات کریں۔'' ابرار احمد ان کی تمہید سے پریشان ہوئے۔

''بیٹا! میں چاہتی ہوں اگر تم لوگوں کو اعتراض نہ ہو تو ہم شاہ میر، سامعہ اور ہادی حرا کا رشتہ طے کر دیں۔'' انہوں نے سب کے چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے بات مکمل کی۔

سدرہ بیگم نے تو حیران ہو کر پہلے اماں جی اور پھر خولہ کو دیکھا، جو پُرامید نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

پھر شوہر کی طرف دیکھا جو خوش لگ رہے تھے اور حیران بھی۔ خوش تو وہ بھی تھیں، ان کے دل میں بھی یہ خواہش تھی مگر سامعہ کو دیکھ کر چپ کر جاتی تھیں کہ شاید خولہ، سامعہ جیسی لاابالی لڑکی کو بہو نہ بنانا چاہیں۔

''بھلا اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔ گھر کے بچے ہیں، بیٹیاں ہماری نظروں کے سامنے ہی رہیں گی۔'' ابرار احمد جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں بولے۔

''سدرہ! تم ایک دفعہ بچیوں کی مرضی معلوم ضرور کرو۔ میں نہیں چاہتی نئے رشتے پرانے رشتوں کو مضبوط کرنے کے بجائے دراڑیں ڈالیں۔'' مہر النساء نے سدرہ بیگم کو مخاطب کر کے کہا۔

''ٹھیک ہے اماں جی! میں بات کر لوں گی۔'' انہوں نے سعادت مندی سے کہا۔

''یہ کام جلد ہو جانا چاہیے۔ میں چاہتی ہوں صفورا کے سامنے ہی رسم کر لیں یا نکاح۔ پھر وہ پتا نہیں کب آئے گی۔'' مہر النساء نے سب کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جیسا آپ کہیں۔'' ابرار احمد سعادت مندی سے بولے۔

☆☆☆

سامعہ پیپر دے کر نکلی تو شاہ میر کو گاڑی کے پاس ٹیک لگا کر کھڑے دیکھ کر حیران ہو گئی۔

''آج یہ کیسے آ گئے۔ سارے راستے پیپر سنتے جائیں گے۔'' وہ منہ میں بڑبڑاتی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

شاہ میر نے اس کی طرف کا دروازہ کھولا، وہ بیٹھ گئی پھر گھوم کر اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ شاہ میر خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

''پیپر کیسا ہوا؟''

''ٹھیک۔''

''آئس کریم کھاؤ گی؟''

سامعہ کو لگا اس نے کچھ غلط سنا، حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیا آئس کریم پسند نہیں۔'' اس نے ایک لمحے کو گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''نہیں...... ہے۔''

''نہیں ہے کا کیا مطلب؟''

''پسند ہے۔''

شاہ میر نے گاڑی ایک مشہور پارلر کے آگے کھڑی کی اور آئس کریم لینے گیا۔

''آج پتا نہیں کیا ہو گیا، سورج کہاں سے نکلا۔''

pklibrary.com

وہ خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی، جب گاڑی کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ شاہ میر نے آئس کریم اس کے آگے کی، جس کو خاموشی سے اس نے پکڑلیا۔ وہ گاڑی چلا رہا تھا، سامعہ آئس کریم کھا چکی تھی۔ اب ہاتھ گود میں رکھے بیٹھی تھی۔ شاہ میر کی نظر اس کے ہاتھوں پر پڑی تو بے اختیار اس کا دل چاہا، وہ اس کا ہاتھ تھام لے مگر وہ کچھ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اس کو برا لگے۔ پتا نہیں تائی امی نے اس سے بات کی بھی تھی یا نہیں، پتا نہیں اس کا فیصلہ کیا ہوگا۔ کہیں انکار نہ کردے۔ ایک لمحے کو اسے لگا، اس کا دل رکا ہو۔ اس نے پلٹ کر اس کو دیکھا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"پتا نہیں کب وہ دل پر قابض ہوگئی کہ اس کو کھودینے کے خوف سے جان نکلتی ہے۔" اس نے دوبارہ سے سامنے دیکھا۔

اپنی حالت پر خود ہی مسکرا دیا۔ سامعہ کی نظر شاہ میر پر پڑی، جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"یا اللہ خیر، آج ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔ پہلے آئس کریم کھلائی، اب خود ہی مسکرا رہے ہیں۔ کہیں دماغ پر اثر تو نہیں ہوگیا پڑھ پڑھ کے۔ کہیں کسی چڑیل کا سایہ۔" اسے خود اپنے ہی خیال پر ہنسی آ گئی۔ "چڑیل کیا کرے گی، اتنے......"

گاڑی رک گئی، ساتھ ہی دونوں کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"سامعہ!" شاہ میر نے پکارا۔

سامعہ جو دروازہ کھول رہی تھی، رک گئی اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔ شاہ میر چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا؟" وہ اسے ایسے دیکھتے پا کر پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں، جاؤ۔" شاہ میر نے خود کو روکا۔ وہ حیرانی سے دیکھتی اتر گئی، شاہ میر نے گاڑی آگے بڑھادی۔

"آج ان کو کیا ہوا؟" وہ سوچتی ہوئی اندر آ گئی۔ سامنے ہی پھپھو اور واسع بیٹھے تھے، اس نے سلام کیا اور دادو کے پاس بیٹھ گئی۔

"کیسا ہوا؟" واسع نے پوچھا۔

"اچھا ہوگیا۔"

"اب آگے کیا کرنا ہے سامعہ!" صفورا نے پوچھا۔

"ابھی کچھ سوچا نہیں پھپھو!" دل تو چاہ رہا تھا کہہ دے، کچھ بھی کرلوں گی، کتاب نہیں اٹھاؤں گی۔

"دل تو چاہ رہا ہے اماں! اس کو ساتھ لندن ہی لے جاؤں۔" صفورا نے مہر النساء کی طرف دیکھ کر کہا۔

مہر النسا چونکیں۔ پہلے صفورا کو دیکھا اور پھر سامعہ کو جو پھوپھی کی بات پر مسکرا رہی تھی۔

"سامعہ! جاؤ جا کر کپڑے بدلو۔ کچھ کھا پی لو۔" انہوں نے سامعہ کو منظر سے ہٹایا۔ سامعہ اٹھ کر چلی گئی۔

"صفورا! تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟" وہ صفورا کی طرف رخ کر کے بولیں۔

"یہی کہ سامعہ کو اپنے واسع کی دلہن بنا کر لے جاؤں۔" صفورا نے اطمینان سے بم پھوڑا۔

"لیکن شاہ میر کے لیے خولہ کہہ چکی ہے۔"

"کیا ہاں کردی سامعہ نے؟" صفورا پہلے چونکی پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔

"ہاں تو سدرہ کرے گی، سامعہ کی مرضی سے۔" مہر النساء نے جواب دیا۔

"اور میرے خیال میں سامعہ بھی ہاں نہیں کرے گی، وہ اس ماحول کو میری طرح پسند نہیں کرتی۔" صفورا مطمئن انداز میں بولیں۔

"بہرحال ابھی سدرہ اور ابرار کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا!... بہتر ہے تم بھائیوں کے بیچ میں دراڑ نہ ڈالو۔" مہر النساء نے بحث کو سمیٹا۔

"میں نے کس لیے دراڑ ڈالنی ہے۔ مجھے بھی نظر آ رہا ہے کہ بچی کی مرضی نہیں ہے، سو میں پوچھوں گی ضرور ابرار سے۔" وہ ہٹ دھرمی سے بولیں۔

مہر النساء خاموش ہوگئیں۔ وہ اس کی ضدی طبیعت کو بھی جانتی تھیں اور سامعہ کے تیور بھی دیکھ رہی

pklibrary.com

تھیں۔

☆☆☆

"آپ نے بلایا امی۔"
سامعہ سدرہ بیگم کے پاس آتے ہوئے بولی۔
"ہاں بیٹھو، کچھ بات کرنی ہے تم سے۔" انہوں نے اسے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
"جی۔"
"بیٹے! بات یہ ہے کہ یہ وقت ہر ماں اور بیٹی پر آتا ہے اور بڑی خوشی کی بات ہوتی ہے کہ اللہ یہ دن دکھائے۔" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔
"امی! جلدی بات کریں، کیوں ڈرا رہی ہیں۔" وہ پریشان ہوئی۔ اس سے پہلے تو امی نے کبھی اس انداز میں بات نہیں کی۔
"بیٹے! ہم سب چاہتے ہیں کہ تمہاری اور شاہ میر کی شادی ہو جائے اور ہادی اور حرا کی۔"
سامعہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
"کیا امی؟"
"ہاں بیٹا! ہم سب کی یہ خواہش ہے۔ شاہ میر اور ہادی گھر کے بچے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے جوان ہوئے۔ تم دونوں ہماری کل کائنات ہو۔ تمہارے ابو بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے رہو۔"
"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔" وہ جیسے ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔
"مگر کیوں، میں نے حرا سے بھی پوچھا ہے، اسے کوئی اعتراض نہیں اور پھر شاہ میر میں کیا برائی ہے۔" سدرہ بیگم اس کے جواب پر حیران ہوتے ہوئے بولیں۔
"حرا راضی ہے، آپ اس کی کردیں۔ پر میں کبھی پروفیسر سے شادی نہیں کروں گی۔
مجھے زندگی جینی ہے خوش ہو کر کھل کے۔ پروفیسر کے ساتھ چلتے ہوئے لگتا ہے بھائی جان کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ڈریسنگ دیکھی ہے آپ نے۔ لڑکوں والی کوئی بات نہیں ہے، پینٹ شرٹ، کوئی ماڈرن ڈریسنگ کی سینس ہے انہیں۔"

اتنی سطحی سوچ ہے تمہاری۔" سدرہ بیگم دکھ سے بولیں۔
"سطحی سوچ نہیں ہے امی! میں چاہتی ہوں میرا شوہر آج کل کے لڑکوں جیسا ہو۔ ڈیزائنر کپڑے پہننا چاہتی ہوں۔ گھومنا پھرنا اور اپنی زندگی جینا چاہتی ہوں۔ اس گھر میں دادی کا حکم چلتا ہے۔ دادی پچاس سال پیچھے جی رہی ہیں۔ شاہ میر ان ہی کی تربیت ہے۔ یہاں کوئی پرائیویسی نہیں۔ سب ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے ہیں۔" وہ ان کو سمجھاتے ہوئے بولی۔
"بس کردو سامعہ! افسوس ہے تمہاری سوچ پر، جو اتنی چھوٹی اور مادی ہے۔ کوئی کسی کے اندر نہیں گھسا ہوا۔ یہ پیار ہے جس نے سب کو باندھا ہوا ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ دادی پچاس سال پیچھے ہیں تو پچاس سال پہلے کے لوگ ہی مل کے رہتے ہیں، جنہیں محبتوں میں باندھنا آتا تھا۔ جانتی ہو تمہاری دادی نے کیسا سایہ رکھا ہم پر، تمہارے نانا بیمار ہو گئے، علاج کے پیسے نہیں تھے ہمارے پاس۔ تمہاری دادی نے سارا خرچ برداشت کیا اور کبھی احسان نہیں جتایا اور مجھے تو تمہاری نانی نے بتایا۔
میں اور خولہ تو بہت غریب گھر سے تھیں۔ تمہاری دادی نے ہمارے رشتے شرافت دیکھ کر کیے۔ وہ خود بھی خاندانی اور شریف عورت تھیں اور ہر موقع پر شرافت دکھائی۔ ہمیں دنیا کی دھوپ سے بچا کے رکھا۔ کبھی تمہارے ابا اور چاچا نے ہم سے اونچی آواز میں بات نہیں کی لیکن پھر بھی تمہیں نہیں پسند تو تم شادی کے بعد شاہ میر کو کہہ سکتی ہو کہ تم اسے کس طرح دیکھنا چاہتی ہو۔"
"اس گھر میں ہر کوئی مجھے بے وقوف اور نالائق سمجھتا ہے، ان میں سرفہرست شاہ میر صاحب ہیں۔ نہیں امی! سوری، میں آپ کی طرح جی جی کر کے زندگی نہیں گزار سکتی۔" وہ فیصلہ سناتے ہوئے بولی۔
"اس میں ہی عزت ہے۔" سدرہ بیگم آہستہ سے بولیں۔

pklibrary.com

''امی پلیز، مجھ پر دباؤ نہ ڈالیں۔ حرا کی کردیں۔ وہ اور ہادی خوش رہیں گے۔ وہ آپ کے جیسی ہے۔ میرا اور شاہ میر کا کوئی جوڑ نہیں۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر مزید بات کرنے سے روک دیا۔

''اگر شاہ میر سے نہیں کرو گی تو ہم تمہارا رشتہ کہاں ڈھونڈیں گے۔ ایسے کون سے گن ہیں تم میں۔'' سدرہ کو بھی غصہ آ گیا۔

''رشتہ ڈھونڈنا نہیں پڑے گا۔'' وہ پرسکون انداز میں گویا ہوئی۔

''کیا مطلب؟'' سدرہ حیران ہوئیں۔

''میرے خیال میں پھپھو آپ سے واسع کے لیے بات کریں گی۔'' سامعہ نے گویا ان کی سماعتوں پر بم گرایا۔

''لیکن واسع کے بارے میں ہمیں کیا پتا۔ اس کی عادات کیسی ہیں، کیا تربیت ہوئی اس کی؟''

''اتنے دنوں سے رہ رہا ہے، کیا آپ نے کوئی بری عادت دیکھی۔'' اس کے پاس ہر اعتراض کا جواب تھا۔

''وہ تو مہمان بن کر رہ رہا ہے۔'' اس کے جواب سے وہ مطمئن نہیں تھیں۔

''تو کیا پھپھو کا بیٹا ہے، کیا پھپھو میرا برا چاہیں گی؟'' وہ سوالیہ انداز میں انہیں دیکھ رہی تھی۔

''تم صفورا کی سوچ کو نہیں جانتیں۔ سب کچھ جو بہت خوب صورت دکھتا ہے، ضروری نہیں ویسا ہو بھی۔ اگر لندن اتنا ہی اچھا ہے تو صفورا کو بہو لندن سے ڈھونڈنی چاہیے۔ پھر بھی اگر تمہاری یہی ضد ہے تو تمہارے ابو سے بات کروں گی، تم اتنے پیار بھرے رشتے چھوڑ کر خوش رہ بھی پاؤ گی —؟'' آخر میں ان کا لہجہ دھیما ہوا۔

''آپ اب بددعا دینا شروع کردیں مجھے۔'' وہ غصے سے اٹھ کر چلی گئی۔

سدرہ بیگم نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے فی الحال کسی سے بات نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

''لیکن کیوں، کیا برائی ہے ان میں؟'' حرا حیران ہوئی تھی اس کا انکار سن کر۔

''مجھے کوئی شوق نہیں اس جنجال پورہ میں رہنے کا۔ جہاں انسان اپنی مرضی سے سانس بھی نہ لے سکے۔'' سامعہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ایسا تمہیں لگتا ہے ورنہ ایسا کچھ نہیں۔''

''جو بھی ہو، مجھے کوئی شوق نہیں پروفیسر کے ساتھ زندگی تباہ کرنے کا۔ کتنی سیلری ہوتی ہے، کبھی کوئی انٹرنیشنل ٹور بھی نہیں کرا سکے گا۔''

''ویسے تو سی ایس ایس کے ایگزام کلیئر کرنے کے بعد ان شاء اللہ جاب اچھی ہوجائے گی تو ظاہر ہے جہاں پوسٹنگ ہوگی، بیوی بھی وہاں ساتھ رہے گی۔''

''بس پلیز، میں امی کا لیکچر سن چکی ہوں، اگر قسمت مجھ پر مہربان ہوئی تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گی۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''کیا مطلب؟'' حرا نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں، وقت آنے پر سب پتا چل جائے گا لیکن شاہ میر نہیں اور اب سو جاؤ۔'' وہ سونے لیٹ گئی۔

''تو سو جاؤ، میں باہر جا رہی ہوں۔ ہادی اور سونیا رس ملائی لینے گئے تھے، ان کو دیکھتی ہوں۔'' حرا اٹھتے ہوئے بولی۔

☆☆☆

''مجھے نہیں پتا تھا وہ اتنی تنگ ہے۔ مجھے لگتا تھا وہ بس لاابالی پن میں سب کہتی ہے۔''

بالآخر ہادی نے ہی سکوت توڑا۔

''لاابالی پن ہے جو اسے اچھے برے کی تمیز نہیں۔'' حرا آہستہ سے بولی، وہ خود بھی شاک میں تھی۔

''خیر کیا کرسکتے ہیں لیکن اس بار اس کا لاابالی پن نہیں ہے ٹھیک ہے، ہر انسان کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق ہے۔'' ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تم لوگ کھاؤ، میرا جی نہیں چاہ رہا۔''

وہ اٹھ کر اوپر چلا گیا، اس کے پیچھے پیچھے سونیا بھی چھوڑ کر چلی گئی۔ حرا خاموشی سے ان دونوں کو جاتا

pklibrary.com

دیکھتی رہی۔
"تم کتنی بدنصیب ہو سامعہ! صرف انگریزی میں نہیں۔ تم تو زندگی کے امتحان میں بھی فیل ہو جاؤ گی، جو رشتوں کو نہ پڑھ سکیں۔"
وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر برتن اٹھا کر کچن میں چلی گئی۔ ہادی اوپر آیا تو شاہ میر ٹیرس پر ٹہل رہا تھا۔
"کیا بات ہے بھائی! کیا کسی نے نیندیں اڑا دیں۔" وہ لہجے کو بشاش بناتے ہوئے بولا۔
شاہ میر نے ایک لمبی سانس کھینچی۔
"کسی نے نہیں، بس ایسے ہی اندر کچھ گھبراہٹ ہو رہی تھی تو باہر آ گیا۔ تم سناؤ، جاب کیسی جا رہی ہے؟"
"فرسٹ کلاس۔ آپ بتائیں تیاری کیسی ہے۔"
"ٹھیک، اب بس ڈیٹ کا انتظار ہے۔"
"ان شاءاللہ، سب اچھا ہوگا۔"
ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آئی۔
ہادی کو لگا شاہ میر سامعہ کا انکار سن چکا ہے مگر کیسے۔ نہیں، میرا وہم ہے۔ وہ خود کو سمجھاتا اندر کی طرف چل پڑا۔ اگر سامعہ کے انکار کا ان کو نہیں پتا تو پتا چل ہی جائے گا۔
اللہ میاں کوئی معجزہ کر دے۔ وہ دعا کرنے لگا۔

☆☆☆

"کل رات کو تم لوگوں نے مجھے رس ملائی کے لیے نہیں بلایا۔" سامعہ حرا کے سر پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔ وہ ہانڈی بھوننے میں مصروف تھی۔
"ہم نے سوچا تمہیں پسند نہیں نا ہر وقت ہم سب کا ایک دوسرے میں گھسے رہنا تو ہم تو ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتے لیکن تمہیں ہم کیوں ڈسٹرب کرتے۔"
اس نے ہانڈی میں پانی کا چھینٹا دیا اور آنچ آہستہ کی۔
"تو اب یہ طنز اور بائیکاٹ چلے گا۔"
حرا مڑ کر سلاد بنانے لگی۔
"نہیں، بائیکاٹ نہیں۔ پر اگر تمہیں یہ سب پسند نہیں تو تمہارا حق ہے، ہم کیوں تنگ کریں۔"
سامعہ کچھ لمحے اس کو دیکھتی رہی جو سلاد بنانے میں مصروف تھی پھر پیر پٹخ کر چلی گئی۔ حرا نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے وہ گئی تھی۔
"اللہ اس کو عقل دے۔"
وہ غصے سے باہر آ رہی تھی، سامنے سے ہادی آ رہا تھا۔
"او ہادی کے بچے! رات کو رس ملائی کھائی تم لوگوں نے، آج مجھے تم نے گول گپے کھلانے ہیں۔"
"آج نہیں پھر کبھی۔ آج میں ذرا مصروف ہوں۔" وہ اس کو نظر انداز کرتا گزر گیا۔
وہ حیرانی سے اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔ اس کے دل کو دھچکا لگا، ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔
"ایسے کیوں کھڑی ہو؟" صفورا لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔
"کچھ نہیں، بس ایسے ہی۔" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔
"اچھا، ادھر آؤ۔ میرے پاس بیٹھو۔" وہ اسے لے کر جھولے پر آ بیٹھیں پھر اس کے سامنے ایک ڈبا رکھا۔
"یہ لو، یہ تمہارے لیے۔"
"یہ کیا ہے پھپھو۔" وہ ڈبے کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"موبائل ہے۔ کل گئی تھی مارکیٹ تو لے آئی۔ تمہارے پاس نہیں ہے نا۔"
"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ہچکچائی۔
"ضرورت کیوں نہیں ہے۔ آج کل تو بچے بچے کے پاس ہے۔ صرف اس گھر میں اماں جی کے اصول چل رہے ہیں۔" وہ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولیں۔
"شکریہ پھپھو! مگر......"
"اگر مگر کچھ نہیں۔ اماں جی اور بھابھی سے میں خود بات کر لوں گی۔ انجوائے کرو۔" سامعہ شکریہ ادا کر کے موبائل لے کر چلی گئی۔ کمرے میں بیٹھ کر وہ مختلف ایپلی کیشن دیکھ رہی تھی، جب حرا کمرے میں آئی۔
"یہ موبائل کس کا ہے؟"

pklibrary.com

"میرا ہے۔ پھپھو نے دیا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"کیوں دیا ہے؟"

"کیوں، کوئی پھوپھی کسی بھتیجی کو گفٹ نہیں دے سکتی۔" وہ حرا کے ایسے سوال کرنے پر تپ گئی۔

"اس گھر میں اور بھی بھتیجیاں ہیں، ان کو تو کچھ نہیں ملا۔" حرا نے جواز پیش کیا۔

"اب یہ تم ان سے پوچھو۔" سامعہ دوبارہ سے موبائل میں گم ہوئی۔

حرا نے پاس آ کر موبائل اس کے ہاتھ سے لے کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"یہ تو استعمال شدہ ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا؟" سامعہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"کیا تمہیں پیک ملا تھا۔ خود ڈبا کھولا تھا۔" حرا نے اس سے پوچھا۔ سامعہ گڑبڑا گئی۔ اس نے واقعی غور نہیں کیا موبائل استعمال شدہ تھا۔

"تو کیا ہوا، کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا ہی بہتر ہے۔" شرمندگی چھپاتے ہوئے بولی۔

"افسوس ہوتا ہے تمہاری سوچ پر۔ کیا تم اتنی گئی گزری ہو جو پھپھو نے یہ دیا بلکہ ان کی کیا غلطی ہے، تم کیوں نا اپنی "میں" میں رہیں۔ سامعہ! لڑکی اپنی "میں" میں رہتی ہے نا تب ہی بھاری ہوتی ہے۔" حرا کو واقعی اس کو بے وقوفی اور سادگی پر غصہ آ رہا تھا۔

سامعہ اب موبائل گود میں رکھے خاموش بیٹھی تھی، آج تو دن ہی بڑا عجیب تھا۔

☆☆☆

حرا اور سونیا کسی ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھیں۔ امی اور خولہ چچی کسی کی عیادت کو گئی ہوئی تھیں۔ دادی سو رہی تھیں۔ وہ بہت بور ہو رہی تھی۔ شاہ میر اور ہادی بھی اپنے کاموں پر تھے۔ وہ بور ہو کر اوپر چلی آئی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا واسع سے کچھ بات کرنے کا، اس سے پہلے کے کمرے کے دروازے پر دستک دیتی، اپنا نام سن کر وہیں رک گئی۔

"میں چاہ رہی تھی سامعہ کا رشتہ مانگ لوں اور تم دونوں کا نکاح کر دوں۔ ہمارے جانے میں کم وقت رہ گیا ہے۔" صفورا کی آواز آئی۔

باہر کھڑی سامعہ کا دل جیسے کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ اس کے خواب سچ ہونے والے تھے۔ واسع جیسا پڑھا لکھا، ہینڈسم شوہر برٹش نیشنل، اس نے بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

"جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔" واسع کی آواز سنائی۔

واسع کا جواب سن کر تو سامعہ ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ اب اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اندر جاتی۔ وہ واپس جانے کے لیے پلٹی مگر واسع کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

"لیکن مام! یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ سامعہ میرے اور سویٹی کے بیچ میں نہیں آئے گی اور میری کسی گرل فرینڈ کے معاملے اور نہ ہی میرے لائف اسٹائل پر کوئی اعتراض کرے گی۔ شراب کیوں پی، رات کسی اور کے ساتھ کیوں گزاری۔"

"اوہو، تو میں کب کہہ رہی ہوں کہ تم اپنی لائف اسٹائل چینج کرنا۔ تمہاری لائف میں کوئی ڈسٹربنس نہ ہو، اس لیے تو سامعہ جیسی شوخ اور بے وقوف کو بہو بنانے کا سوچا ہے۔ وہ اس گھر کے ماحول سے تنگ ہے، میں بھی ایسی ہی تھی پھر تمہارے باپ سے شادی ہو گئی۔ اس طرح کی جو لڑکیاں ہوتی ہیں، وہ اسی بات میں خوش ہو جاتی ہیں کہ برٹش نیشنل، ہینڈسم کزن سے شادی ہو گئی، سہیلیوں میں شو مارنی ہوتی ہے۔ میں لندن جا رہی ہوں، لندن جا کر جینز پہننے کا شوق ہوتا ہے اور پھر جتنی دیر میں سمجھ آتی ہے، اتنے میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔

میں نے بھی ساری زندگی تمہارے باپ کے جوتے کھائے پر پاکستان میں کبھی شو نہیں کیا۔ کما کر بھی کھلایا۔ اب اس کی ڈیتھ ہوئی تو میری جان چھوٹی۔ تم بھی ساری زندگی اس کو جوتے مارو گے نا تو تمہارے ساتھ بندھے رہے گی۔ کسی اسٹور پر رکھوا دینا، نوکری کرتی رہے گی۔ یہ سویٹی جیسی لڑکیاں خرچے کراتی ہیں، کما کر نہیں کھلاتیں۔"

pklibrary.com

سامعہ کو لگا اس کے کانوں میں کسی نے سیسہ انڈیل دیا۔

"اوکے، دیکھ لیں، نہ کوئی فگر ہے، نہ کوئی ڈریسنگ سینس۔" واسع کی آواز گونجی۔

"جب بارہ گھنٹے نوکری کرے گی تو خود ہی سلم ہو جائے گی۔" صفورا بولیں۔

اس سے زیادہ سامعہ کے اندر کچھ سننے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ بمشکل خود کو گھسیٹ کر نیچے لائی۔ امی کے کمرے میں چلی آئی، آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ٹھیک کہا تھا پھپھو نے کتنی بے وقوف تھی، سچے اور کھرے رشتے نظر نہیں آئے اور کوئی اسے اتنی آسانی سے بے وقوف بنا رہا تھا۔ روتے روتے کب سو گئی، پتا نہیں چلا۔ شام کو وہ تیز بخار میں پھنک رہی تھی، سدرہ بیگم اس کو آوازیں دے رہی تھیں۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

اس کے اردگرد سب اکٹھے تھے۔ حرا، سونیا، چچی، دادی، ہادی اور چپ چاپ کھڑا شاہ میر۔ اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ان میں سے کسی کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کچھ نہیں جانتے تھے پر وہ تو سب جانتی تھی۔ وہ سب اسے بلا رہے تھے، پیار کر رہے تھے۔ اچانک بخار ہونے پر پریشان ہو رہے تھے۔ وہ خاموشی سے لیٹی رہی۔ اگلے دو دن وہ بستر پر رہی۔ سب اس کے پاس رہتے۔ ہادی اسے تنگ کرتا، اس کے لیے گول گپے لایا، حرا اور سونیا اس کو بیڈ پر کھانا کھلاتیں۔ بار بار اس کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔ سب پوچھتے پر وہ کیا جواب دیتی۔

آج اس کی طبیعت بہتر تھی۔ وہ سب کے ساتھ صحن میں چائے پینے کے لیے جانے لگی تو خولہ چچی کی آواز سن کر اندر ہی رک گئی۔

"اب تو شاہ میر کے پیپر ختم ہوتے ہی ہم نکاح کریں گے۔"

"کس کا نکاح، کس سے؟" صفورا نے پوچھا حالانکہ وہ سب جانتی تھیں۔

"سامعہ اور شاہ میر کا۔ ہم نے سدرہ بھابھی کے آگے جھولی پھیلائی ہے، اب یہ ہمارا مان رکھ لیں اور سامعہ میرے شاہ میر کی زندگی میں روشنی کر دے۔ کیوں بھابھی؟" سدرہ بیگم بمشکل مسکرائیں۔

"اچھا، یہ کب ہوا۔ مجھ سے کسی نے ذکر نہیں کیا۔"

"وہ اصل میں تم اس دن تھیں نہیں تو اماں جی نے ہم سب سے بات کی۔" سدرہ بیگم نے گویا صفائی پیش کی۔

"اور مجھ سے بات کرنے یا مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔"

"ایسی بات نہیں صفورا! یہ خواہش تو ہم سب کے دلوں میں تھی پھر اماں جی نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا اور انہوں نے شاید تم سے بات بھی کی تھی۔" خولہ چچی نے بات سنبھالی۔

"کی ہو گی لیکن بات یہ ہے کہ کیا بچوں کی مرضی شامل بھی ہے یا نہیں۔" صفورا بے رخی سے گویا ہوئیں۔

"بالکل، شاہ میر، ہادی ہم سب بہت خوش ہیں۔" خولہ چچی سادگی سے بولیں۔

"اور سامعہ...... کیا وہ راضی ہے۔" صفورا نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ظاہر سی بات ہے، سامعہ کو کیا اعتراض ہو گا۔" خولہ چچی حیران ہوئیں۔

"کیوں سدرہ بھابھی! سامعہ نے ہاں کر دی۔" صفورا نے رخ موڑ کر سدرہ بیگم سے براہ راست سوال کیا۔

وہ گھبرا گئیں۔ اسی لمحے شاہ میر اور ہادی بھی گھر میں داخل ہوئے۔

"وہ، میں نے ابھی سامعہ سے بات نہیں کی۔" وہ آہستہ سے بولیں۔

"کیوں جھوٹ بول رہی ہیں بھابھی! آپ جانتی ہیں، سامعہ اس رشتے پر راضی نہیں۔" صفورا نے دھماکہ کیا۔

خولہ بیگم نے گھبرا کر سدرہ بیگم کو دیکھا۔ انہوں

pklibrary.com

نے نظریں جھکالیں۔ ابرار اور اسرار بھی ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔

"معاف کیجیے گا خولہ بھابھی! شاہ میر آپ کا بیٹا اور میرا بھتیجا ہے۔ مجھے بہت پیارا ہے مگر اس گھر کے ماحول نے اسے بزرگ بنا دیا ہے۔ سامعہ آج کل کی لڑکی ہے، اسے ماڈرن لڑکے اچھے لگتے ہیں۔ سامعہ فل آف لائف ہے، اسے ایسے ہی پارٹنر کی خواہش ہے نہ وہ اس کے گھر کے ماحول کو پسند کرتی ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اسے واسع کی دلہن بناؤں گی۔ لندن لے کر جاؤں گی جہاں وہ کھل کے اپنی زندگی جیے۔" بات مکمل کر کے وہ پرسکون انداز میں کرسی سے ٹیک لگا کر بولیں۔

سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ شاہ میر کا چہرا دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ مہر النساء اور سدرہ بیگم سر جھکائے بیٹھی تھیں۔ ہادی بھی خاموش تھا۔ اندر لاؤنج میں کھڑی سونیا اور حرا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"میں جانتی ہوں آپ سب کو برا لگا، پر حقیقت یہ ہی ہے اور میرا نہیں خیال کہ سامعہ کو واسع کے ساتھ شادی پر کوئی اعتراض ہوگا۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے بولیں۔

"اعتراض ہے۔"

سامعہ کی آواز پر سب نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ لاؤنج کے دروازے پر کھڑی تھی پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شاہ میر کی کرسی کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔

"کیوں سامعہ! تمہاری اور واسع کی تو بہت اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے اور پھر تمہیں تو یہ ماحول بھی پسند نہیں۔ میری طرح۔" صفورا نے ٹانگ کرسی سے اتارتے ہوئے کہا۔ انہیں سامعہ کے جواب پر جھٹکا لگا تھا۔

"نہیں پھپھو! آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ کزن سمجھ کر ہنس کر بات کر لینا انڈرسٹینڈنگ نہیں ہوتی اور نہ ہی اس ماحول سے مجھے کوئی مسئلہ ہے۔" وہ پرسکون انداز میں گویا ہوئی۔

"میں تو تمہارے اچھے کے لیے چاہ رہی تھی، اس جھلتے موسم سے لندن جیسے ٹھنڈے ملک میں چلی جاتیں۔ شاہ میر سے زیادہ ہینڈسم ہے میرا بیٹا اور ایک کالج لیکچرار تمہیں کیا عیش کرائے گا، نہ ڈیزائنر ڈریسنگ افورڈ کر سکے گا۔" اب وہ پھنکار رہی تھیں۔

شاہ میر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"نہیں پھپھو! مجھے رشتوں کی گرہوں —— میں گندھا یہ ماحول، یہ موسم پسند ہے۔ جہاں میری دوپہریں حرا اور سونیا کے ساتھ لڈو کھیلتے اور ڈائجسٹ پڑھتے گزرتی ہیں۔ جہاں میری ذرا سی بیماری پر ہر کوئی پریشان ہوتا ہے۔

لندن کے ٹھنڈے مگر بے حس موسم کا کیا کروں گی اور مجھے کسی ڈیزائنر سوٹ کی ضرورت نہیں اور رہ گئی بات شاہ میر کی، تو آپ کو کس نے حق دیا کہ آپ میرے ہونے والے شوہر کی ذات کے بخیے ادھیڑیں۔ یہاں پر ہر دوسرا لڑکا واسع ہے، پست اخلاق کا مالک روایات اور اقدار و تہذیب سے دور مگر یہاں پر شاہ میر آپ کو کم ہی ملیں گے۔"

"زبان سنبھال کے بات کرو، میرے بیٹے کے لیے لندن میں لڑکیوں کی کمی نہیں۔ میں نے سوچا بھائی کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور تمہاری زندگی بھی سنور جائے گی ورنہ ساری زندگی شاہ میر تو دبئی بھی نہیں دکھا سکے گا۔" وہ چیخیں۔

"شکریہ پھپھو! آپ نے میرا سوچا، پر ابا کا بوجھ ابا کا بھتیجا ہی بانٹ لے گا میرے لیے دبئی اور لندن اہمیت نہیں رکھتے۔ اہمیت ساتھ اور ساتھی کی ہے۔ ایسا ساتھی جو آپ کو عزت اور تحفظ دینا جانتا ہو، تو اس کے ساتھ لاہور گھومنے میں بھی وہی مزا ہے، جو دبئی گھومنے میں۔" وہ جانے کے لیے مڑی پھر رک گئی اور پھپھو کی طرف پلٹی۔

"ایک بات اور پھپھو! میں بے وقوف ضرور ہوں، نالائق بھی پر اندھی، پاگل اور خود غرض نہیں۔ میں آپ جیسی نہیں۔"

وہ کہہ کر پلٹ گئی۔

"چلو واسع! سیٹ کراؤ جو بھی پہلی فلائٹ ہو،

pklibrary.com

ہمیں ضرورت ہی نہیں ایسے گھر میں رہنے کی۔" وہ غصے سے اٹھ کر چلی گئیں۔ پیچھے پیچھے واسع بھی سیڑھیاں چڑھ گیا۔

سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ خولہ اور سدرہ برستی آنکھوں سے ایک دوسرے کے گلے ملیں۔ اسرار اور ابرار بھی ایک دوسرے سے ملے۔ ہادی نے اٹھ کر شاہ میر کو گلے لگالیا۔ حرا اور سونیا بھی ایک ساتھ رو اور ہنس رہی تھیں۔ سامعہ کمرے میں بیٹھی اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے ایک غلط فیصلے سے بچالیا۔

دوسرے دن صفورا واسع کے ساتھ واپس چلی گئیں۔ سب نے بہت روکا۔ نکاح تک رک جائیں پر وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھیں۔

شاہ میر کے پیپر شروع ہو گئے۔ سدرہ اور خولہ نکاح کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ پورے خاندان کی دعوت کرلی تھی۔ حرا اور سونیا اپنے کپڑے تیار کروا رہی تھیں۔ ابھی تک اس کا جوڑا نہیں آیا تھا پر اب وہ مطمئن تھی، جیسا بھی ہوگا، وہ پہن لے گی۔ اب اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔

کل اس کا اور شاہ میر کا نکاح تھا۔ شاہ میر شام سے گھر نہیں آیا۔ اپنے پیپر کے بعد وہ کم ہی نظر آیا تھا۔ سب صحن میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ وہ ٹیرس پر کھڑی نیچے دیکھ رہی تھی، سب کتنے خوش تھے۔ واسع اور پھپھو کی حقیقت سے اسے دھچکا لگا تھا۔ کچھ خواب اور مان ٹوٹنے کی بھی تکلیف ہوئی، اسے شاہ میر سے محبت نہیں تھی پر وہ مطمئن تھی کہ ان سب رشتوں میں محفوظ تھی۔ اسے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کوئی بالکل اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

"سامعہ!" وہ پلٹتے پلٹتے رک گئی۔ یہ شاہ میر تھا۔

"جی۔"

"تم خوش ہو۔"

"پتا نہیں۔" "لیکن مطمئن ضرور ہوں۔"

"پچھتاؤ گی تو نہیں کہ ایک انکل ٹائپ پروفیسر سے تمہاری شادی ہو گئی، جو تمہارے ساتھ چلتے ہوئے بہت بڑا لگتا ہے۔ تمہاری سہیلیاں ہنسیں گی تو شرمندہ تو نہیں ہوگی۔"

"نہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ انکل دکھتے ہیں یا......" وہ بات کرتے کرتے پلٹی تو حیران رہ گئی۔

کاربن فریم کی جگہ اسٹائلش گلاسز، درمیان سے مانگ نکال کر بالوں کی کٹنگ، جینز اور ٹی شرٹ میں وہ بلا کا ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ بس یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"بس بھی کرو، کیا نظر لگاؤ گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ وہ جھینپ گئی۔

"نہیں، بس ایسے ہی۔"

"اچھا آنکھیں بند کرو۔" شاہ میر نے کہا۔ سامعہ نے آنکھیں بند کیں۔

"ہاتھ آگے کرو۔" سامعہ نے ہاتھ آگے کیے۔ شاہ میر نے ایک بڑا پیکٹ اس کے ہاتھ پر رکھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ ایک مشہور ڈیزائنر کا خوب صورت جوڑا تھا۔ وہ حیران رہ گئی۔

"میں کوشش کروں گا کہ تمہاری کوئی خواہش، خواہش نہ رہے۔ میں اسے حقیقت ضرور بناؤں۔"

ڈبا تھامے ہوئے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے گمبھیر آواز میں بولا۔ وہ کانپنے لگی۔ شاہ میر ایسا بھی ہو سکتا ہے، اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ شاہ میر اس کی حالت پر محظوظ ہو رہا تھا پھر آہستہ سے ہاتھ ہٹا لیے۔

"نیچے جا کر کھول کر دیکھنا اور پھر بتانا، میری چوائس کیسی ہے۔"

"آپ کی چوائس بہت اچھی ہے۔ میں جانتی ہوں۔" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

"تمہیں کیسے پتا؟"

"میں روز آئینہ جو دیکھتی ہوں۔" وہ شرارت سے بولی اور نیچے بھاگ گئی۔ شاہ میر کے قہقہے نے اس کا پیچھا کیا۔

"شاہ کی ہنسی کتنی خوب صورت ہے۔" سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

☆☆

pklibrary.com

حمیرا شفیع

میری ایک سانس ہو ں

pklibrary.com

پیاری بہنو! سدا خوش رہو!
دودھوں نہاؤ اور پوتوں پھلو!

بھئی بات ہے سچ، میں تو ہر ماہ بہورانیوں کے شکوے شکائتیں، آہ وزاریاں (ایک طرح کی لن ترانیاں) سن سن کر سخت عاجز آئی ہوئی تھی۔ آپ بہنوں کی طرف سے بھی کئی بار فرمائش آئی کہ ساسوں کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی جائے مگر ڈائجسٹ والی باجیاں ٹال دیتی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ انتظار کرتے کراتے میرے جذبات واحساسات کا پریشر کوکر پھٹ جائے میں خود ہی بن بلائی مہمان بن کر آپ کی محفل میں چلی جاتی ہوں۔ ہاں آتے سے خود سے عہد کر کے آئی تھی کہ تمام سوالات کے جواب سچ سچ دوں گی۔

(اب بہورانیوں کو مرچیں لگتی ہیں تو لگتی رہیں میری بلا سے) چلیے آتے ہیں سوال نامہ کی طرف۔

س: آپ کے بیٹے کی شادی کب ہوئی؟

جواب: ہائے ماں صدقے...... ماں واری......
کیا یاد دلا دیا۔ میں اپنے لعل اپنی آنکھوں کے تارے کو 25 اکتوبر کی شام بیاہنے گئی تھی اور اپنی طرف سے تو ایک چاند کا ٹکڑا (مگر حقیقت میں آگ کا شعلہ) بیاہ کر گھر لائی تھی۔

س: بیٹے کی شادی سے پہلے آپ کے کیا مشاغل اور دلچسپیاں تھیں؟

ج: ایک جوان منڈے کی ماں کا بھلا کیا مشغلہ ہو سکتا ہے سوائے ''بہو تلاش مہم کے'' نا...... نا...... اب یہ نہ سمجھنا کہ میں نے جو اتنا وزن بڑھا رکھا ہے وہ لڑکی والوں کے گھر سے سموسے جلیبیاں کھا کھا کر بڑھایا ہے۔ میں نے تو رشتہ کروانے والی سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں رنگ برنگی چائیں (چائے) نہیں پیوں گی۔ ادھر ادھر سے لڑکی پسند کر کے ایک ہی بار فائنل کرتے جاؤں گی اور ہوا بھی یہی۔

اپنی جٹھانی کی بہن کے نواسے کے عقیقے پر گئی تھی۔ وہیں ایک من موہنی صورت والی لڑکی بھا گئی (ہنہ صورت مومناں، کرتوت کافراں) باقی ساری لڑکیاں خوب لیپا پوتی کر کے آئی تھیں وہ سادہ سا چہرا لیے گھوم رہی تھی۔ میں تو جھٹ لٹو ہو گئی یہ سوچ کر کہ میک اپ کا اضافی خرچا بچ جایا کرے گا۔ ابھی رات ہی کو تو ٹی وی میں بتا رہے تھے کہ حکومت نے بجٹ میں میک اپ پر ٹیکس بڑھا دیا ہے۔

مگر ہائے ری قسمت...... وہ تو بعد میں عقدہ کھلا کر بی بنو نے وہ والا میک اپ کر رکھا تھا۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ ہاں یاد آ گیا......

نو میک اپ...... ارے یہ والا کم بخت تو اصل میک اپ سے بھی مہنگا آتا ہے۔

چلو چھوڑو جی...... آگے چلتے ہیں۔

س: بیٹے کی شادی سے پہلے بہو کے حوالے سے آپ کا کیا تصور تھا؟ کیا خوبیاں تھیں جو آپ اپنی بہو میں دیکھنا چاہتی تھیں اور کیا وہ آپ کی توقعات پر پورا اتریں؟

جواب: ہک ہاہ! کیا سوال پوچھا ہے بی بی کلیجہ جل کے سواہ ہو گیا ہے۔ میں تو حقیقت کی دنیا میں رہتی تھی۔ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ آج کل کی لڑکیوں کو امور خانہ داری سے برائے نام ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ اس لیے کبھی یہ توقع نہیں پالی کہ میری بہو ایک ڈیڑھ گھنٹے میں قورمہ، کباب، کھیر، کسٹرڈ سب آنا فانا بنا کر رکھ دے۔ یہ تو صرف ڈائجسٹ کی ہیروئن ہی کر سکتی ہے۔ اس لیے جب ایک ماہ بعد بہو کا میٹھے میں ہاتھ ڈلوانا تھا تو فرنی بنانے کے لیے سارا سامان اتنی چاہ (شوق) سے لے کر آئی۔ بہورانی سے کہا کہ جب بنانے لگو تو مجھے بلا لینا۔ اچھے سے سمجھا دوں گی۔ دن ڈھلے جب خود ہی کھٹر پٹر سن کر کچن میں گئی تو بہو صاحبہ اپنا موبائل سامنے رکھے ویڈیو دیکھ دیکھ کر میٹھا بنا رہی تھیں۔ ایک نگوڑا اتنا بڑا اٹو یا چڑھائے فرنی کے چاولوں کے ساتھ گتھم گتھا دکھائی دے رہا تھا۔ میں

نے کچھ کہنا چاہا تو بہو فوراً منہ پر انگلی رکھ کر بولی۔
"شش...... اماں...... اتنے بڑے شیف ہیں یہ......
ان کو دیکھ دیکھ کر میں خود ہی بنالوں گی۔ آپ جائیں
آرام کریں......" چلو جی ! ہوگئی چھٹی...... اب
ساسوں سے پوچھنے یا چھنے کی زحمت کون کرتا ہے۔
یک انگلی کی ٹک پر سب حاضر...... ان مہارانیوں سے
کوئی پوچھے کیا یہ انچ ڈیڑھ انچ کی مشین (موبائل)
ہمارے تجربات کا نعم البدل ہوسکتی ہے۔ ہائے
اللہ...... میں پھر پٹڑی سے اتر گئی۔ اگلے سوال تک
چلتی ہوں۔

س: بیٹے کی شادی بخیر وخوبی انجام پائی یا
رسموں کے دوران لین دین کے معاملے میں کوئی
بدمزگی ہوئی؟

ج: ایسی ویسی بدمزگی...... دلہن کے ننھیال
والے بڑے فسادی ٹائپ تھے۔ ہر معاملے میں
ہنگامہ کیا انہوں نے، جب بارات پہنچی تو لڑکے بالے
پٹاخے پھوڑ رہے تھے۔ اتفاقاً دلہن کا ماموں جو
بارات کے ساتھ گئی لڑکیوں کو تاڑ رہا تھا۔ ایک اس کی
آنکھ پر جالگا۔ بہت تماشا کیا اس نے وہ معاملہ ٹھنڈا
ہوا تو دودھ پلائی کی رسم پر خوب جھگڑا ہوا۔ اتنی تگڑی
رقم کا مطالبہ کیا گیا میں نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم تو
اپنی حیثیت کے مطابق دیں گے۔ اس پر دلہن کے
ایک فتنہ پرور خالو نے اتنا واویلا مچایا کہ "بارات
واپس بھیج دو" کے نعرے لگوانے شروع کردیے۔ اور
شاید پہلے سے کی گئی منصوبہ بندی کے مطابق اپنا کالا
کلوٹا بیٹا بھی پیش کردیا کہ اس کا نکاح کردوں گا لڑکی
کے ساتھ۔ مگر دلہن جو اندرخانہ خالو کے مذموم عزائم
سے آگاہ تھی۔ اس نے سمجھداری دکھائی اور جب دولہا
غصے میں اٹھ کر جانے لگا تو وہ بھی اس کا بازو تھام کر
ساتھ ہی چل پڑی۔ خالو اور اس کے خاندان کا ہوا
فٹے منہ...... بغلیں جھانکتے رہ گئے۔

س: کیا آپ کی بہو نے آپ کو وہ مقام دیا جو
آپ کا حق تھا؟ گھریلو اور خاندانی معاملات میں وہ
آپ کی رائے کو کتنی اہمیت دیتی ہے؟

ج: "دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے۔"
کیا جگر کو چھلنی کرنے والا سوال پوچھا ہے۔ اس
بقرعید پر جب اپنے کپڑے لینے گئی تو بڑے دلار سے
دو بہو کے لیے بھی خرید لیے۔ وہ تو دیکھتے ہی چیخ
پڑی۔ "ہائے اللہ اماں...... ایسے گولا گنڈے کلر اب
کون پہنتا ہے......" اسی وقت میاں کے ساتھ موٹر
سائیکل پر جاکر تبدیل کروالائی۔ بڑا دل برا ہوا۔ سارا
سال اپنی پسند کے پہنتی تھی ایک دن میری پسند سے
پہن لیتی تو کیا ہوجاتا۔

ہر معاملے میں یہی سوچ کر اماں کو کیا پتا
وہ تو پرانے زمانے کی ہیں...... حق ہا......
چلیں چھوڑیں جی آگے چلیں۔

س: آپ آج کل کی بہوؤں کو کیا پیغام دینا
چاہیں گی؟

کبھی خوش کبھی اداس ہوتی ہے
وہ پہلے انساں بعد میں ساس ہوتی ہے
سونپ دیتی ہے تمہیں لخت جگر اپنا
پھر تم ہی سے ہر امید ہر آس ہوتی ہے

پیاری بہورانیوں!
ہم نے تو اپنا جگر کا ٹکڑا، اپنی دھن دولت، سب
ہی کچھ تمہارے حوالے کیا۔ بدلے میں ہمیں کیا
چاہیے۔ بس ذرا سی محبت...... عزت...... مان اور
بھروسا...... مانا کہ بہت قیمتی چیزیں ہیں۔ مگر دیکھو ہم
نے بھی تو تمہیں اپنی سب سے قیمتی چیز ہی دی ہے
نا...... اپنی سگی ماں کی بھی تو کسی وقت کڑوی کسیلی سن کر
اس سے محبت کرنا نہیں چھوڑتیں۔ ہیں ناں...... تو
تھوڑی سی گنجائش ہمارے لیے بھی۔ آخر ایک دن تم
نے بھی ہماری جگہ پر آنا ہے خوش رہو، سدا سہاگن
رہو۔

☆☆

pklibrary.com

تنزیلہ ریاض

نور القلوب

نورالقلوب ایک ایسا ادارہ جہاں صندل بی بی لوگوں کے لیے دعا کرتی تھیں، لوگ اپنے مسائل لے کر ان کے پاس آتے تھے۔ وہ انتہائی خوب صورت خاتون تھیں۔
بٹ گرام میں بنی ہری حویلی میں وہ اپنے باپ اور گلے جو اس کی سوتیلی ماں تھی سے ملنے چھٹیوں میں آتا ہے۔ گلے اس کی خالہ بھی جو اس کی ماں کے مرنے کے بعد انتہائی کم عمری میں اس کے باپ سے بیاہی گئی تھی۔
خوشل اپنے باپ کی نسبت گلے سے زیادہ قریب تھا۔
داؤد بروکن فیملی کا بچہ تھا جو انتہائی موٹا تھا اس کے وزن کی وجہ سے سب اسے تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔ وہ پڑھائی میں بھی اچھا تھا۔ نانی کے مرنے کے بعد اس کی ماں نے اپنا ٹرانسفر دبئی کروالیا تھا وہ بینک میں ملازمت کرتی تھیں۔
گلے کی اداسی دیکھ کر اسے لگا اس کا باپ شادی کر رہا ہے۔ وہ ان سے سخت ناراض تھا۔
اس کا دوست اسے بتاتا ہے کہ لاریب نے خودکشی کرلی ہے۔ وہ حیران ہو جاتا ہے۔
آدھی رات کو ہری حویلی میں کھٹر پٹر سن کر وہ باہر نکلتا ہے تو اپنے باپ کے ساتھ لاریب کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔
خوشل لاریب کو اپنے گھر میں دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ وہ ارباب کو فون کرتا ہے لیکن وہ ریسیو نہیں کرتا۔
رفیق کے صاحب اس سے کہتے ہیں کہ لاریب کی تمام تصاویر ان کے گھر سے ہٹا دی جائیں ان کے گھر میں لاریب کا چیپٹر بند ہو جاتا ہے۔
مہرافروز ان کے گروپ میں شامل ہو جاتی ہے داؤد کو لگتا ہے کہ وہ ان کے گروپ کی لڑکیوں میں سب سے خوب صورت ہے۔ فرمان کی اس سے نہیں بنتی۔
خوشل گلے سے کہتا ہے کہ لاریب کو فوراً واپس بھیجو، اسے لگتا ہے کہ وہ اسی چوٹی پر بیٹھا ہے جہاں سے لاریب نے اسے دھکا دیا تھا۔
خان بابا خوشل خان کو بتاتے ہیں کہ اس کا نکاح لاریب سے ہو رہا ہے۔
خوشل کو یاد آتا ہے کہ لاریب ڈرگز لیتی ہے، وہ غصے میں جب لاریب کے پاس آتا ہے تو منہ دکھائی میں سگریٹ دیتا ہے جسے دیکھ کر لاریب کی آنکھوں میں چمک آجاتی ہے۔
خوشل ہاسپٹل پہنچا تو ارباب اس کا رویہ دیکھ کر اسے تنگ کرتا ہے۔ آخر میں کہتا ہے کہ جب تک خوشل اسے بتائے گا نہیں اسے کیسے پتا چلے گا۔ خوشل رونے لگتا ہے اور پھر لاریب سے نکاح کا بتاتا ہے۔
مہرافروز، داؤد پر حاوی ہو جاتی ہے۔ داؤد کی ممی اس سے چڑنے لگتی ہے۔ وہ اس کے کہنے پر لندن چلا جاتا

pklibrary.com

ہے۔ممی اسے جرمنی بھیجنا چاہتی ہیں۔
مہر اس سلسلے میں داؤد کو مطمئن کر دیتی ہے اور اس کی ممی کو بھی قائل کر لیتی ہے۔
مہر داؤد کے پاس لندن پہنچ جاتی ہے۔داؤد اپنی ممی کو فون کرتا ہے اور مہر سے بات کرواتا ہے، وہ اسے ڈانٹ دیتی ہیں اور داؤد سے کہتی ہیں کہ وہ واپس آ جائے۔مہر سے بچے اور مہر کے اس کے پاس ہونے پر داؤد سے بھی ناراض ہو جاتی ہیں۔داؤد فون بند کر دیتا ہے۔وہ اسے پکارتی رہ جاتی ہیں۔
وہ مہر کو منانے آتا ہے اور ممی کو منانے کا کہتا ہے۔
داؤد اپنی فیملی کو فون کرتا ہے۔وہ اسے اپنی قربانیاں بتاتی ہیں۔مہر کہتی ہے کہ وہ دونوں مل کر انہیں منالیں گے۔
داؤد روتا ہے، اسے اپنی ممی کی قربانیاں خود پر ظلم لگتی ہیں۔وہ مہر سے کہتا ہے کہ وہ اس سے شادی کر لے، کچھ ہچکچاہٹ کے بعد وہ مان جاتی ہے۔
کورٹ میں فارم فل کرتے ہوئے داؤد کو پتا چلتا کہ میرا افروز کا اصل نام شیریں خلیق ہے۔
داؤد مہر کی شادی ہو جاتی ہے۔داؤد مہر کے والدین کو منالیتا ہے۔اس دوران وہ اپنی ممی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔
مہر داؤد سے اس شادی کو سب سے چھپانے کا کہتی ہے اور ماڈلنگ کے لیے دبئی چلی جاتی ہے۔داؤد اسے روک نہیں پاتا۔
مہر اپنے ٹارگٹ کے بارے میں داؤد کو بتاتی ہے کہ وہ تیس سال کی عمر سے پہلے بہت کامیاب عورت بننا چاہتی ہے، سب کچھ حاصل کرنا چاہتی ہے۔
مہر کے والدین داؤد کی ممی سے مل کر تعلقات بحال کراتے ہیں۔
مہر پریگننٹ ہو جاتی ہے۔داؤد کی ممی بہت خوش ہوتی ہیں۔مہر کو لگتا ہے یہ داؤد کی ممی کے تعویذ کی وجہ سے ہوا ہے۔
خان گلے کو مہر کی کہانی سناتے ہیں۔ارباب، خوشل سے کہتا ہے کہ وہ کتنا سوگ منائے گا۔خوشل سوچتا ہے کہ صندل بی اس کی مدد کر سکتی ہیں۔
لاریب کمرے میں نہیں۔گلے پریشان ہوتی ہے۔لاریب خان کے پالتو کتوں کے پاس ہوتی ہے۔گلے سوچتی ہے یہ حویلی کی بہو نہیں بن سکتی۔

pklibrary.com

اکیسویں اور آخری قسط

"یہ جذبہ جسے تم نفرت سمجھ رہی ہو۔ دراصل یہ نفرت نہیں ہے" وہ اس کی پشت کی جانب دیکھتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ محبت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"یہ بے بسی ہے۔ اپنی ذات کے لیے نہ خود کچھ نا کرنے کے باعث پیدا ہونے والی لاچاری ہے۔ میں سمجھ سکتی ہوں۔ میں بھی اس کیفیت سے گزر چکی ہوں لاریب! مجھے احساس ہے کہ دل پر کیا گزر رہی ہوتی ہے جب آپ مر جانے یا پھر مار دینے کی کیفیت کا شکار ہوتے ہیں۔"

گلے نے لہجے کو حتیٰ الامکان عام سا بنائے رکھا تھا۔ لاریب اس کی جانب مڑی پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایسا لگتا تھا بالآخر وہ بات کرنا چاہتی ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع تھا جو اسے گفتگو میں دلچسپی لینے پر مجبور کرتا تھا۔

"آپ کیسے گلے۔ آپ تو۔" وہ رکی پھر بے یقینی کے عالم میں بولی۔

"اتنی ہنس مکھ خاتون ہیں آپ۔ بڑی سے بڑی بات کو ہنستے کھیلتے ہوئے برداشت کر لیتی ہیں۔ آپ کیوں مرنا چاہتی ہیں؟ اور آپ کیسے سمجھ سکتی ہیں میری کیفیت۔ آپ کو نہیں پتا میرا دل کتنا کالا ہے۔ مجھے خوش نظر آتے ہوئے لوگ زہر لگتے ہیں۔ میں جب اپنی عمر کے لوگوں کو اپنے والدین اور پیار کرنے والوں کے ساتھ خوش باش دیکھتی ہوں تو دل چاہتا ہے انہیں اتنی بددعائیں دوں اتنی بددعائیں دوں کہ ان کی ہنستی بستی زندگیاں جہنم بن جائیں اور پھر میں انہیں تڑپتا ہوا دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہوں۔ آپ نہیں سمجھ سکتیں مجھے یا میری صورت حال کو۔ میرے جیسے لوگوں کو مر جانا چاہیئے۔

آپ کو نہیں۔

گلے نے اس کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی چند لمحے انتظار کیا کہ اگر وہ مزید کچھ کہنا چاہے تو کہہ لے۔

pklibrary.com

ملگجی شام کی بڑھتی ہوئی اداس تاریکی میں حلیمہ کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوتا۔ اکھڑے پلستر کی دیواریں تاریکی میں ڈوب کر بھیانک سا نقشہ پیش کرتیں اور حلیمہ کی بوڑھی نظریں گھوم پھر کر ٹوٹی پھوٹی دیواروں پر ہی آ ٹھہرتیں۔

اندر ایک شہتیر کے کمرے میں چارپائی پر بیٹھی صالحہ کھڑکی کے پار ٹکٹکی باندھے چاند بابو کو دیکھ رہی تھی۔ کبھی دھیرج سے مسکرا دیتی کبھی ہتھیلی کی پشت سے رگڑ کر آنسو پونچھتی۔ اس کی حالت اجڑی بیوہ جیسی تھی ملگجا لباس بکھرے الجھے بال، فاقہ زدہ چہرہ۔ حلیمہ کو لگتا تھا وہ بیٹی کو اس حال میں دیکھ دیکھ کر مریض بن جائے گی۔ شام دھیرج سے کھسک کر رات کی آغوش میں جا سمائی تھی۔ تاریکی گہری ہوئی تو حلیمہ نے صالحہ کو آواز دی مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"صالحہ کی طرف دیکھتی ہوں تو کلیجہ کٹ جاتا ہے۔" وہ شوہر کے سامنے دل کھول کے بیٹھ گئی۔

"نجانے کیوں دل چھوڑ بیٹھی ہے۔"

منگو نے سوکھی روٹی کا ٹکڑا کالی چائے سے کھا کر ہاتھ جھاڑے۔

"میری بات مان اسے استانی جی کے گھر بھیج دیا کر۔"

"وہاں جانے سے کیا ہوگا؟" حلیمہ کو نجانے کیوں لکھی پڑھی عورتوں سے چڑ تھی۔ "اور کچھ ہو نہ ہو مجھے لگتا ہے صالحہ کی سوچ بدل جائے گی اور جب سوچیں بدلیں گی تو اس کے دل کو بھی سکون ملے گا۔"

ارے یہ حالات کا ستایا ہوا بے بسی کا چولا پہنے مارا مارا پھرنے والا منگو بھی لکھی پڑھی باتیں کرنے لگا ہے؟

حلیمہ انگشت بدنداں شوہر کو گھر سے باہر جاتا دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

استانی جی کے چہرے پر بلا کا سکون تھا۔ ان کا لہجہ انتہائی نرم اور میٹھا تھا۔ صالحہ کو اپنے اندر بھی سکون اترتا محسوس ہوا۔ استانی جی نے نہایت ادب سے قرآن شریف کو طاق میں رکھا اور واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئیں۔

انہوں نے صالحہ کا کھردرا اور سوکھا ہاتھ محبت و نرمی سے اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

"دیکھو صالحہ! مایوسی کفر ہے، حالات جو بھی ہوں، جیسے بھی ہوں ان میں اپنے رب کی رضا کو تلاش کرو۔ آزمائش کا دور مختصر بھی ہو سکتا ہے اور طویل بھی لیکن افسردہ ہو کے بیٹھ جانے کا مطلب ہے کہ ہمیں اس ذات پر اتنا یقین نہیں جتنا ہونا چاہیے اور یہاں تو ساری بات ہی یقین کی ہے ہمیں اپنے رب پر مکمل یقین ہونا چاہیے وہ ہر وقت ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اور اس دن وہ جب استانی جی کے گھر سے پلٹی تھی تو یقین کے حصار میں تھی۔ وہ بار بار اس آیت کا ورد کر رہی تھی۔

"وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلا۔"

اور پھر شب و روز تبدیل ہونے لگے۔ سلجھے بال۔ دھلا دھلایا لباس، صاف ستھرا گھر، ہر شام ہی دیا جلا کر روشنی کی جاتی تو حلیمہ کی وحشت بھی کم ہونے لگی۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ حالات نہیں بدلتے انسان خود بدل جاتا ہے۔ صالحہ بھی بدل گئی تھی اس کا دل بدل گیا تھا۔ ☆☆☆

اور پھر دو برس بعد کی ایک دوپہر تھی جب منگو کی رشتے کی پھوپھی کا شوہر چلتا پھرتا ادھر آ نکلا ایک دو دن کے قیام میں اس نے صالحہ کو بڑی ہی نیک اور فرماں بردار پایا۔ وہ جاتے وقت صالحہ کی ہتھیلی پر شگن رکھ کر اپنے بیٹے اکرم کا رشتہ ڈال گیا تھا۔ یقین کی راہ پر چلنے والوں کو منزلیں خود ہی ڈھونڈ لیتی ہیں۔ صالحہ کی چمکتی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے۔

☆☆

فرزانہ کھرل

ہم اور بلبلیں

جب وہ آفس میں داخل ہوا تو باہر شام اتر رہی تھی جبکہ چار بجے اسے یہاں میٹنگ میں ہونا چاہیے تھا اندر آنے کے بعد جس پہلی چیز کو چھوڑا، کیا وہ شرمندگی تھی اور جس دوسری چیز کو اس نے اپنایا، وہ ڈھٹائی تھی۔

آفس میں موجود مالک نے ایک نظر آنے والے پر دوسری وال کلاک پر ڈالی وہ جو لیٹ آیا تھا۔ اسے اسی قسم کے اشاروں کنایوں میں ہی جتایا جا سکتا تھا۔ آنے والا کوئی عام یا خاص اسٹار نہیں تھا، اس آفس کا مالک اس سے چھوٹی یا بڑی اسکرین کی وجہ سے متعارف نہیں تھا بلکہ وہ اس کا عزیز ترین دوست تھا، وہ تقریباً روز ملتے تھے مگر آج یہاں بطور خاص اس کے لیے میٹنگ ارینج کی گئی تھی تو اس کی بھی ایک وجہ تھی۔

محسن حال ہی میں لندن سے فلم اینڈ ٹیلی ویژن پروڈکشن میں ڈپلوما حاصل کر کے اب باقاعدہ کام کا آغاز کر چکا تھا ٹھیک اسی ٹائم میں عون لندن فیشن میک میں انعام یافتہ ہو کر لوٹا تھا۔ وہ ایک ان پروفیشنل ماڈل تھا۔ تب ہی محسن آج کل اس سے ایک منی سیریل کے لیے گویا منتیں کر رہا تھا کہ اس میں ایکٹنگ کے جراثیم بھی پائے جاتے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ عون کے مد مقابل اس سیریل میں ہر ایک نامور

pklibrary.com

مکمل ناول
pklibrary.com

اسکرپٹ پڑھنے کے بعد اس سیریل سے انکاری ہو چکا تھا، اس کے باوجود محسن نے آج ایک آخری کوشش کی تھی، اس سیریل کی مین کاسٹ کے ساتھ سیریل کی رائٹر بھی میٹنگ میں شامل تھی چونکہ وہ جان بوجھ کے لیٹ آیا تھا تو توقع کر سکتا تھا کہ محسن اس وقت آفس میں اکیلا ہوگا۔

اس بےچاری رائٹر کو اپنا منتظر پا کر اسے محسن پہ تاؤ آیا جو ایک فضول خواہش میں اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کر رہا تھا۔

''آئی ایم سوری۔ میں ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔''

عون نے یک دم کہا، وہ بھی اس رائٹر کی وجہ سے جبکہ محسن پر غصیلی نگاہ ڈالی۔

''میں نے سوچا تھا، تمہارے رول میں جو بھی ردوبدل ہو تمہارے مشورے سے ہو اسی لیے مسز احد کو تکلیف دی ہے۔''

وہ ہلکا سا کھنکھار کے گویا ہوا اور ڈھٹائی سے مسکرایا۔ تو چمکتی دمکتی ٹیبل کے اس طرف بیٹھے اس ان پروفیشنل اداکار نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا...... جب مسز احد نے اس کے رول کے متعلق بات کرنا شروع کی تو اس نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ اپنے کردار کے ردوبدل پر آمادہ ہو۔ اور آمادگی کا یہ مظاہرہ ان قلم کار خاتون کی موجودگی تک برقرار رہا۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں کسی شیف یا ڈھابے والے کا رول پلے نہیں کر سکوں گا۔ میں کوئی پروفیشنل نہیں ہوں، میری باڈی لینگویج میرے تاثرات اس کریکٹر کا ساتھ نہیں دے سکتے یار!...... رائیٹر کے جانے کے بعد وہ خاصی بلند آواز کے ساتھ بولا۔

''فار گاڈ سیک یار! پہلی دو قسطوں میں صرف چند سین ایسے ہوں گے چونکہ تم اس بزنس ٹائیکون دومن کے گمشدہ شوہر کے ہم شکل ہو تو آگے تمہارا رول ایک دم چینج ہو جائے گا۔'' جواب میں محسن نے نرمی دکھائی۔

''نو، نیور، امپاسبل، میں ان چار، چھ سینز میں بھی اچھی پرفامنس نہیں دے پاؤں گا۔''

اس ہینڈسم اور دراز قد لڑکے نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دوٹوک لہجے میں انکار کیا۔

اس بار وہ دوستانہ انداز میں اس سے معذرت کرتے ہوئے سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا تھا محسن بےبسی سے اس کی پشت کو گھورتا رہ گیا۔

☆☆☆

جانے وہ اس محلے کے رہائش پذیر تھے یا پھر بھولے بھٹکے آوارہ گرد تھے مگر کئی برسوں سے ایسا ہو رہا تھا کہ سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں انہیں صبح کا ناشتا نیاز منزل سے مل رہا تھا اور اس وقت ملتا تھا جب اس گلی محلے کے بزرگ حضرات فجر ادا کرنے کے بعد گھر کی بہو بیٹیوں کی چاپ پر کان لگائے چائے پانی کے منتظر ہوتے۔

اب بزرگان محلہ نیاز منزل کی جانب اڑان تو نہیں بھر سکتے تھے مگر ان آوارہ گرد پرندوں کی قسمت پر ٹھنڈی آہیں ضرور بھرتے تھے جبکہ اس اڑنے والی مخلوق کو صبح تڑکے ناشتا دینے والی صاحبہ نیاز ایک عرصے سے اپنے ماضی و حال پر اب تلخ و شیریں آہیں بھرنا ترک کر چکی تھی یا پھر اس کے پاس ان آہیں بھرنے جیسی عیاشیوں کے لیے وقت ہی نہیں تھا۔

وہ ایک فیکٹری آؤٹ لیٹ میں کاؤنٹر گرل کی جاب پر تھی، شام کے اوقات میں وہ ایک معروف پارلر میں بطور ہیلپر کے کام کرتی تھی، اپنی ان ٹف روٹین کے ساتھ وہ مکمل تھی یا ادھوری تھی مگر صبح کے اس جھیلے میں پرندوں کی محبت اور قربت سے اس کے وجود پر اتری آسودگی یوں ہمہ وقت قائم و دائم رہتی تھی کہ اس کے مزاج کے متعلق اندازہ لگانا ایک مشکل ترین کام تھا۔

اگر آج اس کا چہرہ پھیکا پڑ رہا تھا تو اس کی وجہ وہ روم ایئر کولر تھا جو گزشتہ چار ماہ سے کمرے کی کھڑکی کے ساتھ فٹ تھا اور آج وہاں سے غائب تھا، شاید اندر

اسٹور میں یا پھر چھت پر پہنچا دیا گیا ہو صباحہ کے لیے یہ لحاتی قیاس بھی ناممکن تھا۔ ایک ڈرائنگ روم اور تین کمروں پر مشتمل اس گھر میں صحن کے علاوہ اس روم کولر کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی اور چھت کو جاتی سیڑھیاں اس کے بھاوج کے دل کی طرح بہت تنگ تھیں۔

ایئر کولر غائب ہونے کا مطلب تھا کہ کل اس کی بھاوج نرگس نے اسے اونے پونے داموں بیچ دیا تھا اس نقصان پر اس کا دل ڈوب سا گیا۔

شہر بدلی کے بعد جب انہوں نے یہ گھر خریدا تھا تو بدرا اور اس کے حصے میں کونے والا کمرہ آیا تھا جس کی ایک کھڑکی صحن میں دوسرے برآمدے کھلتی تھی۔ لہٰذا موسموں کا ٹھنڈا گرم مزاج زیادہ تر یہی کمرہ رہتا تھا سردیوں کی تو خیر تھی مگر گرمیاں۔

اس نے ملال کی صورت سر جھٹکا، یعنی نئے ایر کولر کے لیے اسے کمیٹی ڈالنے کے لیے مزید ہاتھ پاؤں مارنے کی ضرورت تھی، وہ برآمدے میں آئی تو حسب معمول نرگس سے سامنا ہوا۔

سلام دعا کے تبادلے کے بعد آج صباحہ نے اسے بغور دیکھا، کسی کی محنت کی کمائی سے خریدی گئی قیمتی چیز اس کے مالک کی اجازت کے بنا سیل کر دینا ایک انتہائی زیادتی تھی مگر صباحہ کے حسب توقع اس خاتون کے چہرے پر کسی ندامت کا شائبہ تک نہیں تھا۔

اس نے نرگس کے پرسکون چہرے سے نگاہ ہٹائی اور آئرن اسٹینڈ سے استری شدہ سوٹ اٹھا کر برآمدے کے سرے پر واقع واش روم کی جانب بڑھی جب کہ اس کی بھاوج کا رخ کچن کی جانب تھا، اس کے معاملے میں ایک واحد ناشتے کی ذمہ داری ہی تو نرگس نے خوش اسلوبی سے اٹھا رکھی تھی۔

کیا ہو جاتا اگر آف موڈ کی صورت آج وہ بنا ناشتا کیے فیکٹری چلی جاتی اور فیکٹری کے نواح میں کسی اچھے ریسٹورنٹ سے ناشتا کر لیتی۔ بس اتنا ہی ہوتا تا کہ ناشتے پر خرچ کردہ رقم کا اس کی بھاوج اگلی صبح تک رونا روتی اور گھر کا بجٹ گڑبڑ ہونے پر با آواز بلند حساب کتاب شروع ہو جاتا پھر صباحہ کے اماں باوا کو کوسا جاتا جو اپنی ذمہ داری نرگس کے سر تھوپ کر اگلے جہاں میں عیش کر رہے تھے۔

وہ صباحہ تھی، وہ اپنی وجہ سے گھر کے باقی دو افراد کو پریشان ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی اسے اپنا بھتیجا فاخر اور بدرا (بھتیجی) بے حد عزیز تھے فی الوقت ایسا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ میں آتے ہی اس کے استری شدہ لباس سے لپٹی اوائل اکتوبر کی تازگی اس کے مزاج کی مانند ہی ایک دم بجھ سی گئی تھی۔

☆☆☆

''اوئی...... ہائے...... ہائے اللہ جی! یہ چیخ نما دہائیاں اگرچہ پورے گھر میں گونجی تھیں مگر غسل خانے کا دروازہ مرمت کرتا فاخر اور دوپٹے پر پریس لگاتی نرگس اپنی مصروفیات میں ایسے مگن تھے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ ان کے لیے یہ چیخ و پکار معمول کا حصہ تھی لیکن بدر کی اس ہائے وائے پر کونے والے کمرے کی کھڑکی فوری طور پر کھلی اور صباحہ کی بے قرار آنکھوں نے اسے پورے صحن میں تلاشا، نگاہ مایوس ہوئی تو وہ تیر کی تیزی سے باہر آئی، یہ ابھی بدرا کی آواز کہاں سے آئی تھی۔

یہاں وہاں نگاہ دوڑانے کے بعد اس نے مجبوراً نرگس کو مخاطب کیا تو آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔ جانتی تھی کہ بھابی کو بیٹی کے متعلق صباحہ کا یہ تفکر ناگوار گزرتا تھا۔

گر بنیرے سے نہیں لٹکی تو پھر درخت پر ٹنگی ہوگی۔'' اس نے حد درجہ ناک بھوں چڑھاتے ہوئے اپنی نند کو اپنی اکلوتی بیٹی کا وقتی ٹھکانہ لٹرمار انداز میں بتایا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے زرد بھڑ نے کاٹا تھا مگر اب تکلیف میں کمی ہے اور میں ٹھیک ہوں آنی!'' آم کے درخت پر چڑھی بدرا نے ایک مضبوط شاخ کو جھلاتے ہوئے اسے اپنی خیریت سے آگاہ کیا تو وہ بھتیجی کو بس گھور کے رہ گئی۔

''تیری تکلیف میں تو کمی آ چکی ہے اور اگر تو ایک منٹ میں نیچے نہ اتری تو پھر میری تکلیف کی شدت بھی تم اچھی طرح جانتی ہو بی بی۔''

نرگس نے بنیرے سے لڑھکتی آخری کرنوں کے آگے ہاتھ کا چھجا بناتے ہوئے اسے پیڑ پر دیکھنے کی

pklibrary.com

ناکام کوشش کی، اس کی یہ آخری دھمکی ہمیشہ ہی کارآمد ثابت ہوتی تھی۔"

تجھ سے کہا تھا ناکہ روز درزی کی دکان کا چکر لگالیا کر، بری کے جو چھ جوڑے سلنے کو دیے تھے ایسا نہ ہو کہ وہ بڈھا درزی ٹائم کے ٹائم ان سلے ہی ہمارے ہاتھ پہ رکھ دے، شادی ہے کہ سر پر آچکی ہے مگر اس گھر میں میری سنتا کون ہے، پھوپی ہے تو دن بھر فون سے چپکی رہتی ہے، بھتیجی ایک نمبر کی پھوہڑ اور نکمی۔"

وہ دوبارہ مشین پر جھکتے ہوئے باآواز بلند بڑبڑائی۔

بھتیجی تو خیر اتنے ہی نمبروں کی مستحق تھی مگر پھوپی۔ وہ اس دن بھر کے الزام پر حق دق رہ گئی، اس کے سولہ گھنٹے تو کام میں گزر جاتے تھے، باقی وقت ہی کتنا بچتا تھا وہ ہمیشہ کی طرح خود کلامی کرتی تھکے قدموں کے ساتھ فاخر کی طرف آئی۔

"آج گھر کے لیے وقت نکال ہی لیا تھا تو پہلے اپنے کمرے کے واش روم کا دروازہ مرمت کرلیتے، کمرے کا تو تقریباً رنگ ہو چکا ہے، ساتھ ہی دروازہ کا بھی رنگ ہو جاتا۔"

اس کی آواز اس قدر دھیمی تھی کہ جو صرف فاخر ہی سن پایا۔ بقول نرگس کے ماہانہ بجٹ کا بیشتر حصہ تو دولہا کے کمرے پر اٹھ رہا تھا حالانکہ گھر کے ماہانہ بجٹ کو انہوں نے پھونک تک نہیں ماری تھی' شادی کے دیگر معاملات کا اضافی خرچ صباحہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، فاخر آنی کے مشورے پر بس ہلکا سا مسکرایا، اس کی مسکراہٹ دیکھتے ہی اس تھکی تھکی سی عورت کی پژمردگی رفو چکر ہوئی۔

"اگر واش روم کا دروازہ بدل لیا جائے تو کمرے کی لک ہی بدل جائے گی۔"

وہ کتنے دنوں سے اس بات پر اصرار کر رہی تھی یہ وقت تشکر تھا کہ اس کا چہرہ چمک اٹھا۔

"کل تم اپنی کولیگ کی شادی پر گئی تھیں تو سب اچھے سے ہو گیا، کھانا کم تو نہیں پڑا۔"

نرگس نے قریب کی عینک اتارتے ہوئے فاخر کے سر پر کھڑی نند کو اچانک سے مخاطب کیا تو وہ اپنے موڈ میں کھلی خوش گواری سمیٹتے ہوئے دھیرے سے پلٹی، وجہ کوئی بھی ہوتی، اس کا منہ پھلائے رکھنا بھاوج کے لیے کچھ معنی نہیں رکھتا تھا مگر اس کی ہنسی اسے وسوسوں کی نذر کرتی تھی۔

"میرج ہالز میں کھانا کم نہیں پڑتا اماں!۔" یہ جواب صباحہ کے بجائے فاخر نے دیا جس کی نگاہ صدر دروازہ پھلانگتی بہن پر تھی اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"آپ کو کئی بار منع کر چکا ہوں کہ بدرا کو یوں دکانوں پر مت بھیجا کریں۔" وہ ہتھوڑا پھینک کر ماں کی جانب آیا۔

"اور کب سے کہہ رہا ہوں کہ ساجد تایا کو فون کردیں۔ کہ وہ شادی تک باہر کے کاموں کے لیے گاؤں سے کوئی لڑکا بھیج دیں۔" وہ سنجیدہ مسائل پر ہی ماں سے شکن آلود موڈ میں بات کرتا تھا۔

(لو ایک اور اضافی خرچا) نرگس نے لاپروائی سے سر جھٹکا، مگر کماؤ بیٹے کی بات کا جواب دینا بھی ضروری تھا۔

"اس کام کے لیے تمہارے اس ساجد تایا کو جانے کب کا کہہ رکھا ہے مگر جواب ندارد...... اگر میری بات کا یقین نہیں تو اپنے ان سگوں سے پوچھ لو۔"

وہ ان دونوں پر اک تیز نظر ڈال کر دوبارہ سے عینک لگاتے ہوئی اب متواتر بولے جارہی تھی مگر ان دونوں نے جیسے کانوں میں اب روئی ٹھونس لی تھی اور اس کام کے وہ عادی ہو چکے تھے۔

☆☆☆

"مجھے نہیں لگتا کہ تمہارا انکل اس قدر مصروف رہتا ہوگا جس قدر وہ ظاہر کرتا ہے۔"

لاؤنج کی کھڑکی سے باہر جھانکتی نگار بیگم نے پورچ میں سے گاڑی نکالتے جواد کو گہری نظروں سے دیکھا پھر پلٹ کے بیٹے سے مخاطب ہوئی۔

"آپ کا شک بلاوجہ کا ہے، وہ واقعی مصروف رہتے ہیں۔"

ماں کو یقین دلاتے عون کے انداز میں ہلکی سی

pklibrary.com

اکتاہٹ نمایاں ہوئی جسے اس نے بھانپ لیا تھا کہ آج پھر سے ماں کے حواسوں پر جواد کہانی سوار تھی۔ عون کو اس موضوع کے سننے سنانے میں کچھ عار محسوس نہیں ہوتا تھا۔ مگر اب اسے عار ہی نہیں اختلاف بھی تھا کہ ممی کا یہ انکل نامہ اس کی گرینڈ ماں (دادی) کے ذکر کے بنا مکمل ہی نہیں ہوتا تھا اور عون کی گرینڈ ماں اس کی آئیڈیل شخصیت تھیں، ان کے لائف اسٹائل، ان کے عادات اطوار میں کسی کو ہلکا سا جھول بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے نزدیک ان کی زیرک نگاہیں کسی کو بلاوجہ غلط ثابت کرتیں یہ ممکن ہی نہیں تھا اور اس کی ماں کے نزدیک جواد کی زندگی کا ہر چھوٹا بڑا خسارہ اپنی ساس یاقوت کے کھاتے میں جمع تھا۔

"میں جانتی ہوں۔ تمہیں اس موضوع پر بات کرنا پسند نہیں لیکن سوچو کہ اماں جی کے بعد اب جواد کا ہم دونوں کے علاوہ اور کون ہے وہ واپس آچکا ہے اور ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ اب یہ گتھی ہمیں ہی سلجھانا ہوگی۔" وہ انتہائی جذباتی پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے نم آنکھوں کے ساتھ اس کے پاس آبیٹھی۔

وہ ماں کی جذباتیت پر کلس کے رہ گیا۔ "گرینڈ ماں سچ کہتی تھیں کہ تمہاری ماں بھی عام عورتوں کی طرح محدود سوچ کی مالک جذباتی قسم کی عورت ہے لہٰذا اس کے فیصلوں کو بھی سنجیدگی سے مت لینا۔"

وہ آنسوؤں اور سرخ چہرے کے ساتھ اسی کو دیکھ رہی تھی وہ اس منظر پر ہمیشہ کی طرح بے بس ہوا کہ اگلے لمحے وہ مسکرا رہا تھا۔

"سب کہتے تھے۔ سب کہتے تھے کہ اپنی عادات و اطوار میں وہ اسی فیصد دادی جیسا تھا ماں کو بھی اس سے یہی شکایت رہتی تھی کہ وہ دادی کی طرح ٹائم پر ہنستا اور ٹائم پر مسکراتا ہے اس لمحے پر وہ ماں کی دل جوئی کی خاطر بے وقت مسکرایا تھا۔

پتا نہیں کیوں مگر مجھے جواد کے متعلق اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری زندگی میں ایک اس خواہش کے علاوہ سب مائنس ہوتا جا رہا ہے پھر ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ بھی ابھی آپ کے چہیتے محسن کے ساتھ میری ایک بہت ضروری میٹنگ ہے، دیکھیں تو بار بار کال کر رہا ہے۔" وہ ماں کی بات کاٹ کر نرمی سے بولا اور اس کا ہاتھ تھاما۔

"آئی پرامس کہ ایک دو دنوں تک اس موضوع پر آپ سے تفصیلی بات ہوگی۔" وہ اس کا ہاتھ تھپتھپاتا عجلت میں اٹھ گیا۔ نگار اپنی ادھوری بات پر آہ بھر کے رہ گئی۔ وہ باہر جاتے بیٹے کو ایک یقین کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری دادی جس قدر بھی مکمل شخصیت اور ہر فن مولا تھی لیکن میں تم پر ثابت کر کے رہوں گی کہ صرف یہاں نہیں اس سے زندگی کے ہر موڑ پر غلطیاں ہوئی تھیں، میں ثابت کروں گی کہ اس نے صرف اس لڑکی کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے بیٹے کے ساتھ بھی زیادتی کی تھی۔ وہ واحد ماں تھی جو اپنے فیصلوں پر آخری سانس تک نہیں پچھتائی...... تو اس کا بیٹا بھی شاید وہ آخری مرد تھا جو ماں کے حکم پر سر جھکا دینے کے بعد گزشتہ کئی سالوں سے گھر بسانے کے بجائے اپنی زندگی آوارگی کی نذر کر رہا تھا اس خاندان میں ایک نگار بیگم ہی تھی جس کی دور دیس بستے دیور سے بھلے مہینوں بعد ہی بات ہوتی چاہے کسی بھی ٹاپک پر ہوتی مگر ختم اسی بات پر ہوتی۔

"کیا میں پرسکون ہو جاؤں کہ تم وہاں کسی بھی گوری یا کالی سے شادی کر کے اپنا گھر بسا چکے ہوگے۔"

وہ ہر بار اک یقین کے ساتھ پوچھتی۔ جواب میں جواد کی گہری خاموشی کچھ بھید نہیں کھولتی تھی۔ ہر بار وہ بات بدل دیتا، ماں کی علالت کا سن کر جب سالوں بعد گھر آیا تو بالکل اکیلا تھا۔

"ہائے، جواد میاں! اکیلے ہی آگئے۔" دیور کے ہاتھ میں ایک بیگ دیکھ کر وہ بے ہوش ہونے کے قریب ہوگئی تھی۔ جواب میں بیگ زمین پر رکھتے ہوئے اس نے جس طرح سر جھکایا تھا تو یہ اکیلے پن کا اعتراف تھا۔

اس وقت بھی بستر سے لگی یاقوت نے بیٹے کی تن

pklibrary.com

تنہا زندگی پر اک آہ تک نہ بھری۔ اب یاقوت کو گزرے سال ہو چلا تھا۔ نگار اب پرانی باتوں کو سوچتی تو سوچے ہی چلی جاتی، وہ دیور کے پرسکوت چہرے پر نگاہ جمائے بہت کچھ کھوجتی رہ جاتی، اس کی گہری خاموشی، ایک دھواں سی بے چینی، کیا کسی سے ناتا توڑ لینے کا کفارہ تھا یا پھر یہ محبت تھی، وہ اسے دیکھے ہی جاتی پر وہ چہرہ اب کسی پر کچھ آشکار نہیں کرتا تھا۔

سالوں پہلے سب کچھ بدل گیا تھا مگر سالوں پہلے کے کچھ منظر نگار کے اندر ٹھہر گئے تھے۔

وہ آج بھی اس بنگلے کے ایک جانب ایک قدیم پیڑ کو تکتی یقین کر لینا چاہتی تھی کہ اس پر ریشمی سفید ربن باندھ دینے سے وہاں آوارہ منش بلبلیں بسیرا کر سکتی ہیں۔

☆☆☆

"اگر تمہارے یہ فضول کے ڈرامے ختم ہو چکے ہیں تو باہر آ کر ذرا ساجد میاں کو فون تو لگاؤ، شادی سر پر کھڑی ہے اس نے ابھی تک نہ تو صدقے کا بکرا بھیجا ہے اور نہ ہی کام والا لڑکا۔"

نرگس نے یہ بات فل والیوم میں کی تھی کہ آس پڑوس میں جو لڑکیاں بھی ڈرامہ دیکھ رہی تھیں، وہ ساجد میاں کو فون لگانے ان کے گھر آ جاتیں، بدرا تو پھر گھر میں موجود تھی۔

"دوپہر کو ٹھنڈا ٹھار پانی پی لیا تھا۔ میرے گلے میں خراش پڑ گئی ہے تو آواز بالکل بھی اچھی نہیں۔"

اس نے اس کے کمرے کے دروازے پر آ کر جواب دیا، وہ بھی اچھا خاصا کھانس کر۔

"لو اور سنو۔" نرگس نے گردن گھمائی۔ "تم نے فردوس جمال کو فون نہیں لگانا بی بی! ساجد بے چارے کو تمہاری آواز سے کیا لینا دینا۔" وہ بیٹی کی بے تکی بات پر سلگ کے گویا ہوئی۔

اس بات پر بدرا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ کہ یہ اداکار اس کی ماں کا پسندیدہ ترین تھا، ہائے، ایاں کی اس سے بات کرنے کی حسرت ابھی تک تروتازہ تھی۔

"جانتی تو ہیں کہ آپ کے اس سسرالی گاؤں میں سگنلز کا ایسا مسئلہ کہ گلا پھاڑ، پھاڑ کے سو بار بات دہراؤ، پھر بھی بات الجھ کے رہ جاتی ہے۔"

وہ منہ بناتے ہوئے ماں کی طرف بڑھی، وہ دوبارہ کمرے میں جانے کا نتیجہ جانتی تھی۔

بدرا برآمدے کے کاؤچ پر آلتی پالتی مارے ماں کا مطلوبہ نمبر ملا رہی تھی۔ نرگس نے اس کی بدحال ایڑیوں کو پھر بے ڈھنگے طور پر بڑھے ناخنوں کو دیکھا، اس کا جی ہلکان ہوا۔

"آہ، جانے اس لڑکی کا کیا بنے گا۔" ادھر کال لگنے پر خیر خیریت کے بعد جب باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو بدرا حلق کے بل چلاتے ہوئے اپنی بات سمجھانے کی کوشش میں ان دو جملوں کو اتنی بار دہرا چکی تھی کہ بات آپس میں کچھ یوں گڈمڈ ہو کے رہ گئی۔

"اماں کہہ رہی ہیں کہ شادی تک باہر کے کاموں کے لیے کوئی ذمہ دار بکرا اور صدقے کے لیے خاصا صحت مند کالے رنگ کا لڑکا جلد بھجوا دیں۔ مہربانی ہوگی۔"

"اس، ہائیں!" نرگس کی گردن جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔ "استغفار لڑکی تجھ سے اللہ پوچھے۔ ارے جملہ تو سیدھا کر۔"

وہ منہ پر ہاتھ رکھے اسے پھٹی آنکھوں سے گھورے جا رہی تھی، جملہ سیدھا کرنے کے بعد جب فون بند ہوا تو وہ ماں کو تایا ساجد کا پیغام دے رہی تھی۔

"وہ کہہ رہے ہیں۔ کام والا لڑکا تو بیمار پڑا ہے مگر وہ خالہ ذکیہ کے بکرے سے ہمارے گھر رہنے کی بات کر چکے ہیں جو شاید پڑھائی کی غرض سے اس شہر میں رہتا ہے۔"

نرگس نے اندر بھاگتی بیٹی کو جی بھر کے کوسا جس کا جملہ ابھی بھی ٹیڑھا تھا۔

☆☆☆

ان دونوں کا ساتھ اور دوستی اس قدر پرفیکٹ تھی کہ ان کے درمیان کبھی بھی اچھے برے پر اختلاف یا بحث ہوتی تو وقتی ہوتی تھی۔ اگلے دن ان کے درمیان سے وہ تلخی دھوئیں کی طرح اڑ چکی ہوتی۔

pklibrary.com

اس وقت وہ ہوٹل میں نہایت خوش گوار موڈ میں محسن کے ساتھ بیٹھا ڈنر پر اس کے کسی مسٹری گیسٹ کا انتظار کر رہا تھا جب عون نے اس اداکارہ کو دیکھا وہ اکیلی تھی اور کیسا اتفاق تھا کہ شاید وہ بھی ڈنر کی غرض سے آئی تھی، اس کی آنکھیں مسکرائیں۔

آگے چلتی آ رہی وہ اداکارہ ان دونوں کی جانب متوجہ ہوئی تو عون نے اپنی پرسنالٹی کو کچھ اور قد آور محسوس کیا۔ وہ اس ابھرتی ہوئی نامور اسٹار کو آج کل ہر فیشن میگ کے ٹائٹل کی زینت بنا دیکھ رہا تھا۔ وہ چہرہ اس وقت اس کے سامنے تھا پھر وہ ان کی ٹیبل کے پاس رکی۔

"سوری۔ کچھ دیر ہوگئی۔" اس نے بیٹھتے ہوئے اپنا ہینڈ بیگ سامنے میز پر رکھا اور ان دونوں پر مسکراتی ہوئی نگاہ ڈالی۔

ایک دم سے عون کی مسکراتی آنکھوں اور فریش چہرے نے رنگ بدلا تو یہ محض اتفاق نہیں تھا۔ محسن کی مسٹری گیسٹ ثمامہ تھی، کچھ دن پہلے باتوں باتوں میں اس نے محسن کے سامنے ثمامہ کی تعریف کی تھی اور آج وہ اچانک اسے عون کے روبرو لے آیا تھا، اس نے اپنے دوست کو کن اکھیوں سے دیکھا، اس نے تعریف سے ہٹ کر اس لڑکی کے بارے میں کوئی دوسرا جملہ ادا نہیں کیا تھا۔

محسن عون کی اس عادت کو اس کی خوبی سمجھتا تھا کہ وہ کسی بھی طبقے کی عورت کو ذاتیات کی حد تک ڈسکس کرنا پسند نہیں کرتا تھا، اس کا خیال تھا کہ اس ڈسکشن سے ہم مردوں کی گفتگو عامیانہ پن کا شکار ہو سکتی ہے وہ عورت کی عزت کرنے والا مرد تھا زندگی میں پہلی بار اسے محسن پر سچ مچ کا غصہ آیا وہ جانتا تھا کہ عورت عون کی کمزوری نہیں تھی پھر اس اداکارہ کو یہاں مدعو کرنے کا مقصد کیا تھا، وہ کس ارادے کے تحت اسے روبرو لایا تھا۔

اس نے ثمامہ کے وجود سے نظریں ہٹالیں تو اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ چاہے تو اپنی نگاہ کنٹرول کر سکتا ہے۔

"ایکچوئیلی میں آج کل بہت مصروف تھی اور ان نئی سیریل کے لیے میرے لیے ڈیٹس سیٹ کرنا بہت مشکل تھا۔" ایک دوسرے سے متعارف ہونے کے بعد وہ اس پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے خوش گواری کے ساتھ بولی۔ "جب میرے علم میں آیا کہ میرا رول آپ کے ساتھ ہے تو میں انکار نہیں کر پائی، اپنی پاؤ۔"

اس نے اپنے دودھیا عریاں کندھوں پر بکھری کالی لٹوں کو اپنے ملائم ہاتھوں سے گردن کی طرف سرکایا اور خوب صورتی سے مسکراتے ہوئے بات کا سلسلہ جاری رکھا۔

"اب ایسا ہے کہ میں آپ کے ساتھ نہ سہی مگر آپ تو میرے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے کیسی عجیب بات کی تھی۔ اس کے لب و لہجے کی دلکشی اپنی جگہ مگر اس بات پر عون کا چہرہ بے تاثر ہوا، اس نے محسن پر شکایتی نگاہ ڈالی۔ وہ ہمیشہ سے اپنی مرضی کا مالک تھا۔

"میں محسن سے ایکسکیوز کر چکا ہوں، سو پلیز۔ اس ٹاپک پر میں مزید بات چیت نہیں کر سکوں گا۔" وہ جو نگاہ کو قابو میں رکھ کے بیٹھا تھا، اپنی آواز میں چھپی برہمی پر قابو نہیں رکھ پایا۔

"ایکسکیوز می!" اگلے سیکنڈ انہوں نے اسے کرسی چھوڑتے دیکھا ان کے چہروں پر حیرت تھی، بے یقینی تھی۔ ثمامہ کی پوری بات سنے بنا وہ ریسٹ روم کی طرف جا رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ ہال کی میزوں پر بیٹھے لوگ صرف ثمامہ کو دیکھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو ویٹر کھانا سرو کر رہا تھا۔ محسن ٹیبل پر اکیلا تھا۔

"تمہارا دوست ہوں اسی لیے تمہارے ساتھ ہوں۔ ایرے غیروں کی طرح تمہارا ڈنر چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔" وہ چھری کانٹا ہاتھ میں لیتے ہوئے بالکل نارمل لہجے میں بولا۔ محسن نے اس کو قاتلانہ نظروں سے دیکھا۔

"دوست ہو" اس لیے یہ سب برداشت کر گیا

pklibrary.com

کیونکہ میں تمہارے اس سلطانی ایٹی ٹیوڈ کی وجہ جانتا ہوں، تم لیڈر رہو، تم سب سے آگے کھڑے ہو اور تمہارا سر ہر وقت آسمان کو چھوتا ہے اور یہ سب بیماریاں تم میں تمہاری گرینڈ مدر نے انجیکٹ کی ہیں مگر تمہارا یہ رویہ صحت مند نہیں ہے۔"

"اب تم زیادتی کر رہے ہو۔" وہ گرینڈ مدر کے ذکر پہ تلملایا اور اسے دھیمی آواز میں ٹوکا۔

"اگر میں زیادتی کر رہا ہوں تو کل ہم اس سائیکاٹرسٹ کے پاس چلتے ہیں جہاں تمہارا گرینڈ پا باقاعدہ سیشن لیتا تھا وہ بھی عمر کے آخری حصے میں۔" اس نے سوچا ضرور مگر کہہ نہیں سکا اس نے ایک دوسری بات کی۔

"اس معاشرے میں قد آور ہونا تمہارا اپنا کمال نہیں ہے اگر تمہاری تربیت نگار آنٹی کی گود میں ہوتی تو اس بات کو سمجھ سکتے تھے، اب تو یہ حال ہے کہ تم ایک عام انسان کے کریکٹر میں ایکٹنگ تک نہیں کر سکتے۔"

اس جملے میں کچھ تھا، جو اسے بری طرح سے چبھا، پہلے کبھی محسن نے اس انداز میں اس کی خامیاں نہیں گنوائی تھیں۔ اس تمام گفتگو میں وہ اس کے غصے سے محظوظ ہو رہا تھا مگر اس تربیت والی بات نے اسے تپا دیا۔

"دیکھا، وجہ تنازعہ وہی سیریل ٹھہری نا کہ تم بات کو گھما پھرا کر اس ڈھابے تک لے آئے ہو۔" اس کی ٹون طنزیہ ہوئی۔

"بالکل بھی نہیں۔ وہ بات میرے آفس میں ہی ختم ہو گئی تھی۔" اس نے مدافعانہ انداز میں ہاتھ اٹھایا "ابھی ثمامہ نے کہا تھا۔ میں وقت نکال سکتی تھی۔ وہ کسی سنگر کی میوزک ویڈیو میں اپنے ساتھ انہیں تمہارا نام آفر کر چکی ہے۔ اس کے خیال میں تم دونوں کے ایک ساتھ کام کرنے سے اس میوزک ویڈیو کی ریٹنگ آسمان سے باتیں کرے گی۔ کل رات اس نے مجھ سے بات کی تھی اور تم سے ملنے کا پروگرام بھی اس کا تھا۔"

بات ختم کرنے کے بعد وہ پانی کا گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔ نتیجتاً اس کا غصہ کم ہوا تھا، وہ اب ڈنر کرنے کے موڈ میں تھا ان کی ٹیبل پر خاموشی سرسراہی تھی، اگلے منٹ عون نے بھی بالکل اسی کی طرح پانی کا گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں خالی کیا مگر اس کی شرمندگی کم نہیں ہوئی۔

☆☆☆

"ابھی تک تو اس ملک میں ڈاک کا نظام ٹھیک نہ تھا تو بس دیکھ لینا۔ اب اماں اور ان کی سہیلیوں کی بدولت پھر سے رواں دواں ہونے والا ہے"۔ وہ نصف درجن کارڈ ایک بوسیدہ ڈائری اور ایک عدد خط ٹیبل پر پٹختے ہوئے منہ بسور کے بولی، بستر کی چادر جھاڑتی صباحہ نے اس پر تیز نگاہ ڈالی۔

"مجھے بھی لگتا تھا کہ اس شادی کی بدولت تم جیسی کام چور لڑکی بھی کچھ رواں دواں ہو جائے گی مگر افسوس اس ذرا سے کام کے لیے جس طرح تم نے بھائی کو تنگ کیا ہے تو تمہیں کیا کہوں، یہ پانچ سات کارڈ لکھ لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" اسے سخت لہجے میں ڈانٹتے ہوئے اس نے تکیہ درست کیا اور لیٹ گئی۔

اس کی ناراضی نے بدرا کی تلملاہٹ میں اضافہ کیا۔

"کارڈ لکھنا جان جوکھوں کا کام نہیں مگر اماں کے اس اندھے اسٹور میں ان کے لاتعداد سالوں میں سے اس ہاتھ بھر کی ڈائری کو ڈھونڈنا کچھ آسان نہیں تھا، اوپر سے ان کا آرڈر ہے کہ ان دعوت ناموں کو صبح تڑکے ہر حال میں پوسٹ ہونا چاہیے۔ اب میرا وقت ضائع ہوا کہ نہیں۔"

وہ پھولے منہ کے ساتھ روہانسی ہو کر منمنائی، اس کی بات اور اس کے انداز پر صباحہ کے اندر اک ابال سا اٹھا۔

"یہ جو دن بھر تم نے پرندوں کی رکابیوں پر چونا تھوپا ہے اور مرغیوں کے ڈربوں پر میناکاری کی ہے۔ کیا یہ وقت کا زیاں نہیں تھا۔"

ایسا اکثر ہوتا تھا کہ اسے سمجھاتے ہوئے وہ اپنے ہی کسی جملے پر چونک اٹھتی، اب بھی یہی ہوا۔ اف یہ یادداشتیں، دماغ کے کسی سفاک حصے کی ساتھی تھیں

pklibrary.com

،ایک ہاتھ میں پیلٹ دوسرے میں برش بنا کسی کینوس کے کھڑکی کے ایک پٹ پر رنگ بکھیرتے ہوئے ہوئی وہ پروفیشنل انداز میں مصروف تھی۔

"ہنہ، تو تم اپنی انرجی اور اپنا قیمتی وقت ایسے بے تکے کاموں کے لیے محفوظ رکھتی ہو۔

وہ بنا کسی آہٹ کے عقب میں آ کر مخاطب ہوا تھا اس نے کھڑکی جھٹ سے بند کی تو اس کے پٹ پر بنا پرندوں کا غول پس منظر میں چلا گیا کہ اب اس کے پینٹ شدہ شاہکار کو عقبی لان میں جا کر دیکھا جا سکتا تھا۔

"اگر میں تمہارا محبوب ہوتا تو جنوری کی ان گمبھیر سرد راتوں میں پیچھے لان میں جا کر کھڑکی پر اڑتے ان پرندوں کو سالوں دیکھتا پھر آدھی عمر گزر جانے کے بعد یہ جان ہی لیتا کہ تم نے جو پینٹ کیا وہ گل دم تھیں یا بلبلیں۔"

وہ سنجیدہ تھا مگر اس کے لب تبسم تھے اس نے یادوں سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے گہرے سانس بھر کے سر جھٹکا پھر بدرا کے حلیے کو بوجھل نظروں سے دیکھا۔

"پلیز اب بستر پر جانے سے پہلے چینج کر لینا۔" اس کے لباس پر جابجا پڑے رنگ برنگے چھینٹوں سے نظر ہٹاتی صباحہ ایک بار پھر اپنی بات پر ساکن ہوئی کہ یہ جملہ بھی شناسا سا تھا وہ یک لخت بہت زیادہ مضطرب ہوئی، اس نے تیزی سے دیوار کی جانب کروٹ بدلی۔

اس کی روم میٹ کے لیے یہ سگنل تھا کہ اب بات چیت بند۔ بوسیدہ ڈائری کو کھولتی وہ ملگجی سی لڑکی اب صبر ہی کر سکتی تھی ورنہ اس نے تو سوچا تھا وہ ٹی وی دیکھے گی اور یہ دعوت نامے اس کی آنی لکھے گی وہ کلس کے سیدھی ہوئی۔ کاش اماں کی سہیلیوں کے پاس اسمارٹ فون ہوتے تو وہ یہ کارڈ انہیں واٹس ایپ کر دیتی۔

اپنی روم میٹ سے مایوس ہونے کے بعد اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے جب آخری کارڈ کی باری آئی تو وہ بوکھلا کے رہ گئی۔ اماں کی لاڈلی سہیلی عابدہ کے شوہر کا نام ذہن سے نکل گیا تھا۔ اب رات کے بارہ بجے اماں سو چکی تھیں وہ پریشان ہوتی اگر اسے یاد نہ ہوتا کہ ان کی یہ سہیلی دو سال پہلے تشریف لا چکی ہیں صد شکر کہ اسے ان کے شوہر کا حلیہ یاد تھا اس نے ڈائری کے آخری صفحے کا پہلا ایڈریس پڑھا۔

غلام علی، اوں، ہنہ اس نے سر جھٹکا۔ وہ بندہ تو اچھا خاصا صاحب دکھتا تھا اب وہ نیکسٹ پر آئی، صابر خورشید، یہ بھی نہیں یہ نام بھی اس کی شخصیت پر سوٹ نہیں کرتا۔ نیکسٹ، مسکین شاہ اے، ہئے یہ تو بالکل بھی نہیں، وہ تو اونچا لمبا گھنی مونچھوں والا جابر قسم کا بندہ تھا بقول اماں کے ان کا ایڈریس آخری صفحے پر ہی تھا، بالآخر مارکر کی نوک آخری سطور پر رکی۔ "جلال عالم" اس کی آنکھیں چمکیں۔

وہ آخری دعوت نامہ تھا جس کی پشت پر جلال عالم کا ایڈریس رقم ہو رہا تھا۔ نرگس نے جو سہیلی کے نام خط لکھوایا تھا۔ اسے کارڈ میں ڈالتے ہوئے وہ جی جان سے مسکرائی۔

"اظہار محبت کی حد ہے بھئی۔" اس کی آواز چہکی، "لگتا ہے اماں نے فردوس جمال کے حصے کی باتیں عابدہ خالہ کے خط میں لکھوا ڈالی ہیں۔"

یہ ایک کھلکھلاتی ہوئی خود کلامی تھی جو دیوار کی جانب کروٹ کے بل لیٹی صباحہ پر شعلے کی مانند گری۔

آہ۔ اس نادان کو کون سمجھائے کہ کسی کے حصے کی باتیں کسی دوسرے کے کھاتے میں ڈال دینا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ ایک الگ تحریر ہوتی ہے جو کسی دوسرے تیسرے کی سمجھ سے قاصر ہوتی ہے۔

☆☆☆

"میں اپنی جن فرینڈز کے ساتھ اسٹیج پر کھڑی ہوتی ہوں، چند دن پہلے انہوں نے مجھ سے کہا کہ جن مسائل کو حل کرنے کے لیے تم دوسروں کے دروازے دستک دیتی پھر رہی ہو تو اس کام کی ابتدا تمہیں اپنے گھر سے کرنی چاہیے تھی۔"

اس کے ساتھ چلتی عینی نے ان جملوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ وہ اس کا مزاج جانتی تھی، وہ

pklibrary.com

نہایت کم گو تھا اگر وہ اس سے سو سوال کرتی تو اسے صرف دس کا جواب ملتا ماہ اکتوبر کی خوش گوار ہوا کو بے فکری سے محسوس کرتا عون اس کی بات سن کر ایک دم سے رکا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں'' اس کے انداز میں حیرت تھی، اس نے ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھا وہ جانتا تھا اس کی پھوپی زاد کزن عینی اور اس کی فرینڈز شہر کے مختلف علاقوں میں سیمینار منعقد کر کے وہاں اپنی ڈی بیٹ میں ان مڈل کلاس عورتوں کے حقوق کی بات کرتی تھیں جن کی علیحدگی یا ڈائیوراس ہو چکی تھی مگر ان کے سسرالیوں نے اسٹیٹس یا طاقت کی بنا پر انہیں ان کے شرعی اور قانونی حقوق سے محروم رکھا ہوا تھا ان سیمینارز کی سوشل میڈیا پر کوریج کے ذریعے غاصب سسرال اور کمزور عورت، دونوں پارٹیوں کو متوجہ کرنا مقصود تھا۔

وہ کئی بار عالم ولا جا چکی تھی مگر وہاں عون سے ملاقات نہیں ہو سکی تو آج وہ اسے مطلع کر کے جم چلی آئی تھی۔ وہ واقعی میں کچھ نہیں سمجھا تھا یا انجان بن رہا تھا۔

عینی نے اسے سر اٹھا کر اور آنکھیں سکوڑ کر دیکھا، وہ اپنے تمام کزنز میں نمایاں اور الگ شخصیت کا حامل تھا۔

''میں اس کی بات کر رہی ہوں، جس عورت کو کئی سالوں سے تم لوگوں کے اثاثوں یا ماہانہ انکم میں سے پھوٹی کوڑی تک نہیں ملی۔''

وہ بات کا آغاز کرتے ہوئے جبراً مسکرائی، مگر وہ یہ عمل جبراً بھی نہیں کر سکا۔

''تو تمہیں یہ بات جواد عالم سے کرنا چاہیے تھی۔'' بات کو سمجھتے ہی وہ جان پہچان سے عاری لہجے میں گویا ہوا۔

عینی نے اسے تاسف سے دیکھا۔ اپنے مقام پر کھڑے عون کو علم ہونا چاہیے تھا کہ اس کے قدموں کے نیچے بچھی ان لگژری چمکتی ٹائلز کے نیچے بھی وہی زمین تھی جو ہر خاص و عام کو میسر تھی، وہ اس کے جواب پر حیران نہیں ہوئی، وہ اس ٹاپک سے الرجک تھا تو وہ وجہ جانتی تھی کہ کیوں تھا۔

''جواد عالم جیسے خانہ بدوش بندے کو اس معاملے کی تشہیر سے کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر تمہیں ضرور پڑے گا، تم شوبز سے، انڈسٹری سے وابستہ ہو تو میں نہیں چاہتی کہ ہمارا یہ گھریلو مسئلہ بھی ہیڈ لائنز یا بریکنگ نیوز میں اچھالا جائے تو اسے میری ریکویسٹ سمجھتے ہوئے اس معاملے کو حل کرو پلیز۔ اب گرینی (نانو) کی طرح یہ مت کہنا اگر ان کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی تو وہ اس حق تلفی پر سامنے آ کر یا پھر کورٹ کے ذریعے بات کیوں نہیں کرتیں۔''

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر آہستگی سے گویا ہوئی، وہ اسے دیکھ کے رہ گیا بقول گرینی کے اس کی حق تلفی کہاں ہوئی تھی، وہ اپنے ساتھ کروڑ تک کی مالیت کے زیورات لے گئی تھی، وہ دیکھ رہی تھی کہ کسی نہ کسی بات پر اس کے چہرے کا تناؤ ڈھیلا پڑا تھا، جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں وہی کروفر تھا۔

''میں نہیں جانتا، تمہارے نزدیک کون غلط ہے کون درست۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ میرے گرینڈ پا کے ایک جذباتی اور غلط فیصلے سے وہ لڑکی اپنی دنیا چھوڑ کر ایک الگ دنیا میں آ گئی تھی، وہ یہاں ایڈجسٹ نہیں کر پائی تو واپس چلی گئی، اس سے میری ماں کو یا تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔''

جینز کی جیبوں میں ہاتھ گھسا کر آسمان کی وسعتوں کو دلچسپی سے تکتا وہ جیسے کسی انسان کی نہیں کسی پرندے کی بات کر رہا تھا۔ وہ شاکڈ رہ گئی اور جو دو افراد کے بیچ رشتہ تھا اور اس رشتے کے ٹوٹنے کی تکلیف تھی اسے اس سب کی پرواہ ہی نہیں تھی۔

اسے جو کہنا تھا۔ وہ کہہ چکا تھا۔ عینی کے زرد پڑتے چہرے سے بے خبر آنے والے وقت سے بے خبر اور گزر چکے وقت سے بھی بے خبر،

☆☆☆

''دس از سو شاکنگ۔'' وہ بمشکل اتنا ہی بول پایا۔ نگار بیگم کی نگاہ اس کے خوبرو چہرے پر لگی تھی وہ جیسے سکتے میں تھا بالکل ساکت وصامت کتنی ہی دیر بعد

pklibrary.com

اس نے بے چین سا ہو کر پہلو بدلتے ہوئے بیٹے کا کندھا چھوا تو عون کے سفید پڑتے چہرے نے اپنا اصل رنگ پکڑا۔

اب وہ ماں کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ کوئی اللہ کی ولی نہیں تھی، اب یہ ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ یہ سب معجزاتی طور پر ہوا ہے تو یہ ماں کی شدت سے تڑپ سے مانگی گئی دعاؤں کا نتیجہ تھا مگر کسی دوسرے کے معاملے میں ماں کے اندر اتنی شدت، تڑپ کیوں تھی وہ اپنے ہی اس سوال پر الجھ سا گیا۔

وہ اپنی دادی کی سمجھ بوجھ اور جہاں دیدگی کا قائل تھا۔ وہ اس کی شخصیت سے اس قدر امپریس تھا کہ اپنی ماں کو ان عورتوں میں شمار کرتا تھا جن کو کئی ایشوز پر اپنی ساس کو غلط ثابت کرنے کی حسرت ہوتی ہے اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کو سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے یہ روٹین کی گفتگو نہیں تھی کہ وہ مسکرا کے موضوع بدل دیتا۔

''ٹھیک ہے، اس کارڈ پہ درج ایڈریس ہمارا ضرور ہے لیکن اس میں موجود خط ظاہر کر رہا ہے کہ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے پھر آپ کس سلسلے میں وہاں جانے کا سوچ رہی ہیں۔ پہلے بھی اس رشتے کو الجھایا یا ختم کیا تو ان لوگوں کی روپوشی نے کیا تھا۔ اب بھی انہوں نے یہ راستہ ہمیں نہیں دکھایا۔

وہ جب ہاتھ میں پکڑا کارڈ ٹیبل پر پھینک رہا تھا تو اس کے ماتھے کی ہر رگ تنی ہوئی تھی، اسے بیٹے کی سوچ پر ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ آج بھی ان لوگوں کو اپنے خاندان کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ٹیبل پر پھینکے گئے کارڈ کو کسی خزانے کی طرح ہاتھ میں لیا، وہ آج بھی اس روپوش شدہ خاندان کو اپنی نظر سے دیکھ رہی تھی۔

''انسان بڑی عجیب شے ہے، وہ بہتر سے بہترین کی تلاش میں آگے بڑھ جاتا ہے۔ ہر کوئی آپ کی طرح برسوں ایک ہی نکتے پر نہیں سوچتا۔ کچھ دیر بعد عون نے نرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بات آئی گئی کرنا چاہی۔

''اگر انسان کو بہترین مل جائے تو وہ ٹھہر جاتا ہے جیسے کہ ہمارا جواد اور شاید وہ لڑکی بھی کہ ان کے رواج کے مطابق۔'' وہ اچانک سے خاموش ہوئی۔

وہ وثوق سے کیا کہتی کہ بیچ میں ماہ و سال حائل تھے۔ اس ادھورے جملے پر اس نے سر اٹھا کے ماں کو دیکھا۔ کاش اس کی ماں بھی اس کی دادی کی طرح مضبوط اور پرفیکٹ عورت ہوتی۔

''سب کو لگتا ہے کہ وہ دنیا دیکھنے کا شوقین ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اس آوارہ گردی میں وہ اپنی عمر ضائع کر رہا ہے۔'' اس کی آواز نم ہوئی۔

''فار گاڈ سیک ممی! آج کا انسان کسی کے لیے زندگی ضائع نہیں کرتا۔'' وہ ان کی جذباتیت پر تلملا اٹھا۔ ''آپ یقیناً غلط فہمی کا شکار ہیں کہ انکل جواد کسی کا جوگ لے کر بیٹھے ہیں۔ ہمیں کیا پتا، اس تمام عرصے میں انہوں نے اپنی زندگی بھرپور طریقے سے انجوائے کی ہو۔''

اس نے ٹیبل سے فون اٹھاتے ہوئے ان کی ڈبڈبائی آنکھوں سے نگاہ چرائی۔ وہ انہیں کیسے سمجھاتا کہ مرد آگے نہ بڑھنا چاہے تو اپنا سفر روک سکتا ہے مگر ایسی سچویشن میں عورت حالات یا کسی دباؤ کا شکار ہو کر اپنی منزل بدل سکتی ہے۔

''اب ان سے میل ملاپ کا کچھ فائدہ نہیں ہے ماں! بلکہ ہماری پوری فیملی دوبارہ سے اپ سیٹ ہو جائے گی۔''

اس پر فائدہ اور نقصان واضح کرتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔ دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی، وہ ان مردوں میں سے نہیں تھا جو عورت کے آنسوؤں سے زیر ہو کر کوئی بھی فیصلہ کر گزرتے ہیں۔

☆☆☆

پورے دن میں سے ان کے کام کا وقت الگ کیا جائے تو یہ ہڈ حرام بمشکل چار گھنٹے ہاتھ چلاتے ہوں گے اور پھیلاوا تو دیکھو کہ سمیٹتے، سمیٹتے جوڑ دکھ جاتے

pklibrary.com

ہیں۔

رنگ کے خالی ڈبے ایک بوری میں ٹھونستے ہوئے حسب معمول وہ مستریوں کے جاتے ہی شروع ہو چکی تھی، بدرا کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتا فاخر چونکا، وہ گھر میں ایک ضروری بات بتانا بھول گیا تھا۔

''ساجد تایا بتا رہے تھے کہ ذکیہ خالہ کا بیٹا کسی انٹرویو کی تیاری کے سلسلے میں آج کل پھر سے ہاسٹل میں رہتا ہے، تایا نے اس سے بات کر لی ہے ان کے اصرار پر ایک دو روز تک وہ یہاں آ جائے گا۔''

فاخر کے لب و لہجے میں گھلی ملی بے فکری نے بدرا کو اندر تک شانت کیا۔ ایسے فائنل سمسٹر کے بعد بھی فراغت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ نرگس جو سارا دن اسے مستریوں کے سر پر سوار رکھتی تھی، اب وہ سارا دن سکون سے ٹی وی تو دیکھ سکے گی، دوسری جانب اسی بات نے نرگس کے سکون کو تہہ و بالا کیا۔

''میں کہتی ہوں ساجد بوڑھا ہو گیا ہے۔ سٹھیا گیا ہے ورنہ ذکیہ کے بیٹے کو اس گھر کا راستہ نہ دکھاتا۔''

خالی ڈبوں کی قیمت کا حساب کتاب لگاتی نرگس کا بیٹے کی بات سن کر سارا حساب کتاب تلپٹ ہوا۔

''کیوں ذکیہ کے بیٹے نے ایسا کیا کیا ہے، یاد کریں، جب ابا زندہ تھے تو آصف چچا (ذکیہ کے شوہر) کا کس قدر آنا جانا رہتا تھا۔''

''مجھے سب یاد ہے، مجھے یہ بھی یاد ہے میری بدرا مہینے بھر کی تھی جب اس کا رشتہ ادھر طے ہوا تھا، چار دن بعد تیرا آصف چچا سنار کی دکان پر بیٹھ گیا تو تیرے ابا نے بات ختم کر دی تھی تو ان کا وہ آنا جانا تب ہی ختم ہو گیا تھا۔''

اب وہاں صورت حال ایسی تھی کہ اس گفتگو پر حیران کھڑی بدرا آنکھیں پھیلائے کبھی ماں تو کبھی بھائی کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''یہ ابا کی خواہ مخواہ کی چوہدراہٹ تھی ورنہ آصف چچا کسی کمہار کی نہیں اپنے آبائی سنار کی دکان پر بیٹھے تھے۔'' فاخر ان کے حق میں بول رہا تھا۔

''بھلے وہ ایک شاہکار گھڑنے والے کاریگر ثابت ہوئے تھے مگر تیرے ابا سے کب برداشت ہونا تھا کہ ان کا دوست کسی دوسرے کی دکان سنبھالے۔''

''وہ بات کب کی ختم ہو چکی۔ اب کسی کو یاد بھی نہیں ہوگا۔''

فاخر مختصر جواب دے کر خاموش ہو جاتا مگر اماں خواہ مخواہ بات کو بڑھا رہی تھی۔

وہ دو چار دن کا رشتہ اگر بدرا کے علم میں آج آیا تھا تو ذکیہ خالہ کا بیٹا بھی اس رشتے کے جڑنے اور ٹوٹنے سے بالکل بے خبر تھا لیکن یہ بات نرگس کو کون سمجھاتا۔

جس معاملے کو وہ فی الوقت التوا میں ڈال چکا تھا شاید اسے فی الفور حل ہونا تھا یا یہ نگار بیگم کی خوش مرادی کا دور تھا کہ وقت بھی جیسے اس کا ساتھ دینے پر تلا تھا۔

اگلے ہی روز ایک فیملی فنکشن اٹینڈ کرتے ہوئے اس پر واضح ہوا کہ ان کا وہ گھریلو مسئلہ جیسے کوئی پبلک ایشو تھا تو عون عالم شاکڈ رہ گیا، وہاں ان سے مخاطب ہونے والوں کی ہنڈریڈ پرسنٹ گفتگو جواد کو بے چارا ثابت کر رہی تھی اور ان کو غاصبوں کی لسٹ میں ڈالا جا رہا تھا جو اس کی گرینڈ مدر کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے، اب ان کی وفات کے بعد انہیں جتایا جا رہا تھا کہ جلال کی فیملی جواد عالم کی پراپرٹی پر ہاتھ صاف کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔

عون کے پاس ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ بس سرد نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔ ان کا خاندان ان سب کے متعلق اس طرح کی باتیں کیسے سوچ سکتا تھا۔

واپسی کا سفر اس نے بڑبڑاتے ہوئے کڑھتے ہوئے اور لوگوں کی ذہنیت پر بلبلاتے ہوئے طے کیا مگر نگار بیگم نے یہ سفر گہری خاموشی کے ساتھ طے کیا۔

''اب چھوڑ دو بھی۔ چلو غصہ تھوک دو۔'' وہ اس قسم کے جملوں سے اس کا اضطراب کم کرنے کے حق میں نہیں تھی۔ اگر وہ اس کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتی تو شاید گھر آنے تک وہ سنبھل چکا ہوتا، اس کا بیٹا کہتا تھا اگر وہ جذباتی قسم کی نہ ہوتی تو اس کا شمار دنیا کی ذہین ترین عورتوں میں ہوتا۔

اس نے گاڑی میں بیٹھتے ساتھ ہی جواد کو ٹیکسٹ کر کے چیک کر لیا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے نگار کی خوش قسمتی تھی کہ وقت اس کا ساتھ دے رہا تھا وہ فیملی فنکشن اٹینڈ نہیں کرتا تھا، آج وہ ڈرائیور کو چھٹی پر بھیج کر اسے بعید اصرار ساتھ لائی تھی وہ جانتی تھی کہ اس کے بیٹے کی لائف گھر سے باہر گزری ہے، اس کے پاس لوگوں کی باتوں کے جواب نہیں تھے سو وہ خاندان والوں کے سوالوں کے جواب اس سے ضرور مانگے گا جو اس وقت گھر کے لیونگ روم میں موجود تھا۔

☆☆☆

آج وہ گھر آیا تو زندگی میں پہلی بار اسے جواد کی خاموشی نے بے سکون کیا، نگار کی کسی بات پر مسکراتا ہوا وہ گہرا شخص اپنی زندگی سے خوش تھا یا کہ ناخوش مگر اسے علم میں ہونا چاہیے تھا کہ اس کی فیملی پر اس کی وجہ سے انگلیاں اٹھ رہی ہیں سو وہ کسی رسمی بحث کا سہارا لیے بنا فوراً ہی مدعا پر آ گیا۔

''گھر بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ کچھ انوکھا تو نہیں ہوا تھا تو آپ نے زندگی کو سوالیہ نشان کیوں بنا رکھا ہے۔''

بات کے اختتام تک وہ آواز کی تیزی پر قابو نہیں رکھ پایا تو جواد نے اسے مبہم اچنبھے کے ساتھ دیکھا جیسے کہ عون نہیں اس سے مسز جلال بات کر رہی تھیں۔

''سمپل یہ کہ آپ کئی سالوں سے سنگل ہیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ابھی تک اسی وژن کا شکار ہیں کیا یہ سچ ہے؟''

وہ اس سے ایک حد تک بے تکلف تھا اور یہ سوال حد سے باہر تھا کہ بلیک شرٹ میں ملبوس ماتھے پر الجھے بالوں سمیت وہ شخص چونکا۔

''میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں صرف فیملی مین پرسن کو ہی پرفیکٹ سمجھا جاتا ہے سو پلیز یہ جو آپ نے سنگل مین لوگو والی شرٹ پہن رکھی ہے تو جان لیجیے کہ یہ میرے اور میری ماں کے لیے مسائل کھڑے کر رہی ہے، اب اس کو اتار دیجیے پلیز۔''

نگار کی توقع کے مطابق وہ سلگ کے گویا ہوا۔

جواد نے سیاہ شرٹ کی آستین فولڈ کرتے ہوئے اس بے درد مشورہ نواز کو نظر بھر کے دیکھا۔ اس نے یہ راز آج ہی جانا تھا کہ اس کی ماں اس گھر میں اپنے مزاج کا ایک مرید چھوڑ گئی تھی اور یہ برا ہوا تھا۔

اس نے نظر کا زاویہ بدلا تو نگاہ جس چیز پر ٹکی وہ ایک کاٹیج نما ڈیکوریشن پیس تھا جبکہ وہ ماں بیٹا اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے، اس کی جانب سے کسی ایسی بات کے منتظر کہ عون، محسن اور عینی کو ہی مثبت جواب دے سکتا، اور نگار پیچھے مڑ کے دیکھنا چھوڑ سکتی۔

مگر اس دو پہر جیسے شخص کی خاکی نگاہ ہنوز وہیں ٹکی تھی جہاں اس کاٹیج کے دروازے پر ایک جالی دار پردہ ساکن تھا۔ اندر خاموشی تھی، تنہائی تھی مگر روشنی بھی تھی گویا اندر کوئی کھڑکی تو کھلی تھی، بالآخر کسی ملال میں گھرے اس شخص کی خاموشی ٹوٹی۔

''تمہارے مشکل سوالوں کا میرے پاس کوئی آسان جواب ہے تو یہی ہے کہ میں اپنی آخری سانس تک تنہائی جیسی سزا کا حق دار ہوں۔''

لکڑی سے بنے کاٹیج کے دروازے پر پڑے پردے کے عقب سے جھانکتی باربی ڈول پر سے نگاہ ہٹا کر بولا تو اس کے لب و لہجے میں دھوپ سی دہکی تھی۔

پھر انہوں نے اسے وہاں سے جاتے دیکھا، عون کے چہرے نے رنگ بدلا۔ جواد اپنے جواب میں ایک مشکل سوال چھوڑ گیا تھا۔

سزا کا حق دار تو قصوروار ہی ٹھہرایا جاتا ہے جبکہ عون کے نزدیک خطاوار کوئی اور تھی اگر جواد عالم قید تنہائی کاٹ رہا تھا تو کیوں؟

اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے سر کو صوفے کی بیک پر گرایا تاہم اس کے چہرے پر چھائی ایک فیصلہ کن کیفیت نگار بیگم کو شانت کر رہی تھی اس کی مرحومہ ساس کی طرح عون کو بھی کچی مٹی کی مہک سے الرجی تھی اور وہ اسے بارش کے پہلے قطرے ڈھونڈنے پر آمادہ کر چکی تھی۔

☆☆☆

زندگی ہماری مرضی کی تابع نہیں ہوتی، اسی طرح

ہر آغاز انجام کا تابع نہیں ہوتا، کہانی مکمل ہونے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، تمہیں اس سے ضرور ملنا چاہیے اور یہ کوئی ایسا مشکل یا انہونا کام نہیں۔ ہم دونوں تو محض مروت میں ایسی ایسی مشکل سچویشن سے گزر چکے ہیں کہ حد نہیں، یاد کرو مسز گلوریا کی ایک پینٹنگ بکھری ہوئی تھی جوان کی بیٹی کی آخری نشانی تھی اور جسے ڈھونڈنے کے لیے ہم نے بائی ٹرین سفر کیا تھا جانے کس کس سے ملنا پڑا تھا اور ہم دونوں نے اپنے کتنے ہی ڈالر ضائع کیے تھے، یاد کرو کتنے دنوں تک ہم بلامقصد چرچ جاتے رہے تھے صرف یہ جاننے کے لیے کہ ہمارے پڑوس میں رہنے والی لڑکی مسلمان تھی یا نہیں، وہ وہاں عبادت کے لیے آتی تھی یا وقت گزاری کے لیے، ان دنوں مجھے لگنے لگا تھا جیسے ہم دونوں ہی اس میں انوالوڈ تھے اب پتا نہیں وہ۔"

اس نے کندھے اچکائے، وہ جملہ ادھورا چھوڑ کے ہنسا تو عون کا چہرہ ہلکا سا سرخ پڑا۔

"شٹ اپ محسن مختار! وہ لندن تھا اور یہ۔" اس نے جھنجھلاتے ہوئے گوگل میپ پر ابھرتے کسی راستے سے نگاہ ہٹائی۔

"مسئلہ یہ نہیں کہ وہ لندن تھا اور یہ حیدرآباد کی بغل میں چھپا کوئی پسماندہ محلہ۔ بات یہ ہے کہ تم ہمیشہ سے اپنے فیملی میٹرز سے حد سے زیادہ بے نیازی برت جاتے ہو یار! شاید اپنے دادا جلال عالم کی طرح۔" آخر میں اس کی آواز دھیمی پڑ گئی تھی، اتنی کہ کوئی دوسرا سن ہی نہیں سکتا تھا۔

اس نے آج محسن کے سامنے آتے ہی موجودہ صورت حال اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ محسن اسے اتنا ہی جانتا تھا جتنا ایک عزیز ترین اور بے تکلف دوست کے لیے ضروری ہوتا ہے ان دونوں میں کچھ مشاغل یکساں تھے مگر عون ایک الگ مزاج کا انسان تھا محسن نے اس الگ مزاج کے انسان کو کرسی چھوڑتے اور پھر دروازے کی جانب جاتے دیکھا تو بے ساختہ ہی پکار بیٹھا۔ پھر عون کے چہرہ گھما کے دیکھنے پر صرف دو حرفی جواب دیا۔

"کچھ نہیں اس دو حرفی جواب پر وہ اس پر تیز نگاہ ڈالتا باہر نکل گیا۔

اس نے چیئر کی پشت سے کمر ٹکا کر ایک طویل گہرا سانس لیا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ کل شام اس نے عینی کو جلال عالم کے سائیکولوجسٹ کے کلینک میں جاتے دیکھا تھا، پھر اچانک ہی اس نے زبان بند رکھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

وہ جھنجھلایا ہوا اداکار ایک ان سنی کہانی کو اپنی مرضی کا انجام دینا چاہتا تھا تو یہ سفر اس کے لیے ضروری تھا، فی الحال اسے لاعلم رہنا چاہیے تھا کہ ایک نومولود رائٹر عینی اس سنی سنائی کہانی کو آغاز سے لکھنا شروع کر چکی تھی۔

☆☆☆

آپ نے کل رات کو نوٹ تو کیا ہوگا کہ مسز شاہد کی ہر بات کیسے شہود کے ذکر پر ختم ہوتی تھی، ابھی دس سال پہلے ہی تو یہ لوگ گاؤں سے اٹھ کر شہر آئے ہیں اس نے سوچا بھی کیسے کہ میں ایسے گاؤدی لوگوں میں بیٹے کا رشتہ جوڑوں گی۔

اس نے گردن گھما کر شوہر کی جانب تائید طلب نظروں سے دیکھا۔ اس وقت وہ دونوں میاں بیوی لاؤنج سے باہر آ چکے تھے، وہ دونوں کسی فنکشن میں نہیں بلکہ اپنے بڑے بیٹے شہود کے لیے لڑکی دیکھنے جا رہے تھے۔

"ہنہ! ٹھیک کہا تم نے۔" جلال نے مسکرا کے اس کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا، وہ کم گو تھا اور اسی طرح مختصر الفاظ میں جواب دینے کا عادی تھا مگر اس کے ہمراہ چلتی یاقوت مسلسل بول رہی تھی۔

عمر گزرنے کے ساتھ اس کا لب ولہجہ نکھرتا جا رہا تھا۔ اس کے منہ سے عام سی بات بھی جلال کو ہمیشہ خاص لگتی تھی۔ اب وہ کشادہ راہداری پر تھے جس کے ایک جانب لان تھا، مون سون کی اس بادلوں بھری شام میں لان میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی جس نے جلال کی توجہ کھینچی اس کے خیال میں وہاں اس کی بڑی بیٹی رئیسہ کی بچی عینی جواد کے ساتھ شاید کرکٹ کھیل رہی

pklibrary.com

تھی مگر وہاں چھوٹی بیٹی زارا کے بچے دیکھ کر اس کے
انداز سے خوش گواری زائل ہوئی ہر چند کہ اس کے
بڑے داماد کے مشاغل اچھے نہیں تھے مگر جلال کی سوچ
کے مطابق رئیسہ کی محبت اور توجہ سے وہ سدھر سکتا تھا،
رئیسہ کی ساس بھی کئی مرتبہ انہیں جتا چکی تھی کہ۔

"ہم نے تو آپ جیسے سلجھے ہوئے خاندان میں
بیٹے کا رشتہ اپنے گھر کا ماحول بدلنے کی خاطر کیا تھا مگر
آپ کی بیٹی نے تو ہمارے بیٹے کے رنگ ڈھنگ اپنا
لیے ہیں۔" اب رئیسہ کا شوہر سے لڑ جھگڑ کر یہاں مقیم
رہنا جلال کے نزدیک اچھی بات نہیں تھی۔ بہن کی آمد
کے ساتھ زارا بھی روز، روز میکے دوڑی چلی آتی تھی تو
وہ نہیں چاہتا تھا کہ بڑی بہن کی طرح زارا کی بھی گھریلو
لائف ڈسٹرب ہو۔

"میں ایک دوبار پہلے بھی تم سے بات کر چکا
ہوں کہ رئیسہ کے اپنے شوہر کے ساتھ جو بھی اختلاف
ہیں تو ان دونوں میاں بیوی کو ایک ساتھ بٹھا کر ہمیں
سولو کرنے چاہئیں۔"

وہ جس مائنڈ کا بندہ تھا تو ہر صورت بیٹیوں کو اپنے
گھروں میں آباد دیکھنے کا خواہاں تھا بھلے غلطی شوہر کی
ہی کیوں نہ ہو۔ وہ چہرہ موڑ کر مکمل طور پر یاقوت کی
طرف متوجہ تھا جس کے لیے شوہر کا یہ موڈ غیر متوقع تھا
۔وہ تو اس سے اپنی سوشل ایکٹیوٹیز ڈسکس کر رہی تھی
۔اس کی ہاں میں ہاں ملاتے جلال نے اچانک ٹریک
بدل لیا تھا۔ وہ ان مردوں میں سے تھا جو اپنے مشاغل
کے علاوہ گھریلو معاملات کی زیادہ پرواہ نہیں رکھتے۔

گھر کی سیاہ سفید کی مالک یاقوت کے لیے یہ
باعث تکلیف تھا کہ اس جیسی ذہین فطین بیوی کے
ہوتے ہوئے شوہر کو بیٹیوں کے معاملات میں فکر مند
ہونے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی۔

"کم آن جلال! یہ باتیں آپ کے سوچنے کی
نہیں ہیں۔ آپ کو مجھ پر اپنا اعتماد قائم رکھنا چاہیے۔
میں ہر مسئلہ ہینڈل کر سکتی ہوں۔"

اس کے چہرے پر ناراضی کے آثار دیکھ کر وہ
وقتی طور پر خاموش ہو گیا تھا، لیکن خاموشی کا یہ دورانیہ
زیادہ طویل ثابت نہیں ہو سکا۔

☆☆☆

دنیا پتا نہیں کہاں سے کہاں جا رہی تھی، ایسے میں
وہ ایک اجنبی شہر میں کسی مسافر کی حیثیت سے اس گلی
کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پیدل مارچ
کرتے ہوئے جیسے ساٹھ کی دہائی میں کھڑا تھا۔ اس
نے یہ سفر اپنی حساس ماں کی باتوں میں آ کر نہیں کیا تھا
اسے عینی کی باتوں اور خاندان والوں کے الزامات کی
پروا بھی نہیں تھی۔

اس فیملی میٹر میں اس کی دلچسپی کی وجہ جواد عالم کا
وہ جواب تھا۔ اس جواب سے یہ الجھی ہوئی اسٹوری
کسی اور کے حق میں جا چکی تھی۔ جو خود کو خطاوار سمجھتا
تھا، وہ آج بھی اسی جگہ تنہا کھڑا تھا۔ عون جاننا چاہتا تھا
کہ وہ عورت زمانے کے نزدیک جس کی حق تلفی ہوئی
تھی، وہ اب کس مقام پر کھڑی تھی۔

اس نے محسن کی ہدایت پر عمل کیا کہ اپنی گاڑی
ایک جاننے والے کے ہاں چھوڑ کر یہاں ٹیکسی پر آیا تھا
۔اس نے محلے کی مرکزی شاہراہ پر وہ ٹیکسی بھی چھوڑ دی
تھی۔ اب وہ سر اٹھائے اس سال خوردہ عمارت کو
سپاٹ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ڈور بیل پر انگلی
رکھتے ہوئے دائیں بائیں دیکھا یہ ایک اوسط درجے کا
محلہ تھا، گھر کی ڈور بیل شاید خراب تھی وہ دروازہ
کھٹکھٹانے کا سوچ رہا تھا جب عقب سے کسی نے
پکارا۔

"بھائی صاحب ذرا پڑھ کے بتائیے، میں ٹھیک
پتے پر پہنچا ہوں۔"

ایک آدمی نے عون کے ہاتھ پر چٹ رکھتے
ہوئے ایک نحیف قسم کی سیڑھی پر لٹکتے رنگ ساز کو دلچسپی
سے دیکھا جو اس گھر کا فرنٹ رنگ کر رہا تھا۔

عون نے چٹ کھول کر دیکھی وہاں نیاز منزل ہی
تحریر تھا یعنی ان دونوں کا مطلوبہ مقام ایک ہی تھا اس
شخص کو تصدیقی انداز میں اشارہ دینے کے بعد وہ اب
دروازہ بجا رہا تھا۔

"مجھے ذرا جلدی ہے تو ساجد میاں کا یہ مال اندر

pklibrary.com

مالکوں تک پہنچا دینا جناب۔"

ایک موٹی رسی اس کے ہاتھ میں تھما دینے کے بعد اسے حق دق حالت میں چھوڑ کر وہ اپنے لوڈر رکشے کی طرف مڑ گیا عون اس کی حرکت پر بری طرح بوکھلایا کہ اس رسی کا دوسرا سرا ایک بکرے کے گلے میں پڑا تھا۔

"او۔ ہیلو انکل بات سنیں۔"

اس کا حلیہ، کپڑے، جوتے ہر برانڈ اس کی پوزیشن واضح کر رہا تھا، وہ رکشے والا کیا اندھا تھا لیکن اگلے لمحے اس کے ساتھ جو ہوا تو وہ بھول گیا کہ وہ پلٹ کر لوڈر والے کا دماغ درست کرنے والا تھا۔

اس سال خوردہ عمارت کو رنگ کرنے والے مستری کا برش چلنے کی دیر تھی اس کا حلیہ، اس کی پوزیشن پل میں بدل چلی تھی اس نے بالوں سے ٹپکتے سرمئی رنگ کے ساتھ اک نظر اپنی جین پر دوسری آف وائیٹ شرٹ پر ڈالی۔

اس نے طیش کی حالت میں سر اٹھایا! اس رنگ ساز کے ہاتھ میں جوڑبا تھا۔ وہ اب خالی ہو چکا تھا۔

"سوری بھائی صاحب! غلطی ہو گئی۔" سیڑھی کے آخری پائیدان پر چڑھا وہ دانت اندر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ عون اس سے بھڑتا دفعتاً دروازے کا پٹ کھلا۔

"جی فرمایئے۔" لڑکی نے باہر جھانکا، وہ اگر نروس ہوا تو یہ بے ساختہ عمل تھا کہ ایسی صورت حال پر لڑکیاں حلق پھاڑ کر ہنستی ہیں یہ حیران کن تھا کہ مقابل کھڑی لڑکی نے اسے دیکھ کے منہ بنایا۔

"اگر تم اس مستری کی شکایت لگانا چاہتے ہو تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ لیکن تمہیں اس سے بدلہ لینے کی پوری اجازت ہے، اس کی سیڑھی جھنجوڑو، بھلے توڑ ڈالو۔"

بدرا نے دروازے سے گردن نکال کر مستری کو گھورا جو اس کی اجازت پر پیلا پڑ چکا تھا، وہ پیچھے ہٹی۔

"مجھے اس کی شکایت نہیں لگانی، دراصل میں تو۔" اس آکورڈ پوزیشن میں وہ گڑبڑا کے رہ گیا، جبکہ محسن کی ہدایت کے مطابق اسے یوں متعارف ہونا تھا کہ وہ نیاز صاحب کے کسی دیرینہ دوست کا پوتا ہے یہاں کس وجہ سے آنا ہوا تو دادا نے فرمایا تھا کہ نیاز صاحب کی فیملی سے ملتے آنا۔

اسے یہ سب ذہن نشین تھا، اب اس رنگ زدہ حلیے کے ساتھ ذہن جیسے خالی ہو چکا تھا جس طرح انہوں نے جواد کو اس شادی کارڈ کی بابت کچھ نہیں بتایا تھا تو فی الوقت وہ صباحہ نیاز سے بھی اپنی شناخت کے ساتھ متعارف نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"بات تو سنیں پلیز۔" قبل اس کے دروازہ بند ہو جاتا اس نے دہلیز پر ہاتھ رکھا، اتفاقی طور پر جس ہستی کی رسی اس کے دوسرے ہاتھ میں تھی۔ اس کے مم، مم، میں، میں کرنے کی دیر تھی کہ بدرا کے چہرے کا رنگ کھلا۔

"ہائے اللہ! پہلے ہی بتا دیتے کہ تمہیں ساجد تایا نے بھیجا ہے۔" وہ آناً فاناً نرم پڑی۔

"ایسی کوئی بات نہیں دراصل میں تو۔" وہ فی الفور یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں، ہاں میں جانتی ہوں، تم ملازم نہیں بلکہ ذکیہ خالہ کے بیٹے ہو۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سامنے سے ہٹی۔

کچھ تھا جو اس کے دل و دماغ پر ضرب کی طرح لگا، ذرا دیر کو اس کا حلیہ کیا بدلا تھا، اس کی شخصیت ہی گم ہو گئی تھی، اس نے بکرے کی رسی چھوڑ دی، کیا وہ یہاں سے لوٹ جاتا، اسے محسن سے مشورہ کرنا تھا، لیکن فی الوقت تو اسے بالوں سے ٹپکتے اس رنگ سے نجات چاہیے تھی۔

☆☆☆

اس گھر کے اسٹور میں گرد مٹی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لہٰذا بدرا نے فاخر کا پرانا مگر صاف ستھرا شلوار سوٹ خاصی عجلت میں استری کیا تھا تو وہ دیکھ نہیں پائی وہ قمیص کندھے سے ادھڑی ہوئی تھی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ فاخر بھائی کا سوٹ تمہیں کچھ کھلا اور کافی چھوٹا ہوگا۔" وہ جب نہا دھو کر سامنے آیا تو

pklibrary.com

وہ اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولی، اس گہرے جائزے کی وجہ صرف سوٹ نہیں تھا، چلو چار دن ہی سہی مگر یہ بندہ اس کے منگیتر کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا اس عہدے سے اترا ہوا شخص اس کی طرف متوجہ نہیں تھا ۔اس کی نگاہ صدر دروازے سے آندر آتی صباحہ نیاز پر لگی تھی شاید وہ چہرہ اس کی یادداشت میں محفوظ تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔

وہ قریب آئی تو اس کی کلائی میں موجود کنگن دیکھ کر اسے یقین ہو گیا وہ صباحہ ہی تھی، ایسے کنگن اس کی ماں کے ہاتھ میں بھی تھے ۔وہ اس کا حال احوال دریافت کرتے ہوئے اپنائیت جتا رہی تھی، وہ اس کا حال خلیہ بھانپتے ہوئے عجیب سا ہو رہا تھا۔

یہ محلہ، یہ گھر، یہ رہن سہن، کیا یہ عورت کبھی بھی اس کی دادی، اس کی ماں کی برابری پر آ سکتی تھی، اس کے اندر بیٹھی دادی نے غرور سے سر اٹھایا۔

غرور وہ عہدہ ہے جس کا انجام زوال ہے تھوڑی دیر بعد جس طرح وہ گھر کے افراد کو چائے وغیرہ سرو کر رہی تھی، وہ یقین کر سکتا تھا وہ یہاں مہمان نہیں بلکہ یہیں کی مکین تھی، اس یقین نے اسے خوش نہیں، کیا وہ حیران تھا کہ اس کی کیفیات بالکل سپاٹ تھیں۔

''جب تک تمہارا جوتا خشک نہیں ہو جاتا تو انہیں پر گزارا کرو۔'' وہ اس آواز پر چونکا پھر ان جوتوں پر نگاہ ڈالی جو بدرا نے اس کے سامنے رکھے تھے، وہ چمڑے کی پرانی چپل تھی جس کی نوکیں تقریباً اڑنے والی تھیں، یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا، وہ اپنا بیگ گاڑی میں چھوڑ آیا تھا جن لوگوں کے متعلق وہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا، اب ان کی اترن پہن کے بیٹھا تھا۔

''سو بار کہا تھا کہ ساجد میاں کو منع کر دو اگر کام والا لڑکا بیمار پڑ گیا ہے تو کسی بھی دوسرے کو مت بھیجنا اب وہی ہوا نا۔ جیسی ذکیہ غیر ذمہ دار تھی ویسا ہی اس کا بیٹا، ذرا دیکھو تو رکشے سے اپنا سامان ہی اٹھانا بھول گیا۔

وہ دبنگ قسم کی آنٹی جو بکرے اور اس کی ایک ساتھ آمد پر صرف بکرا دیکھ کر خوش ہوئی تھی، وہ اب ذکیہ کی غیر ذمہ داریوں کے کارنامے بیان کر رہی تھی صحن میں ننگے پاؤں کھڑی بدرا منہ پھاڑے سن رہی تھی۔

وہ ایک دم ہی ان آوازوں اس ماحول سے اچاٹ ہوا، یہ سب اس کے مزاج کے برعکس تھا۔ شام کی مدھم پڑتی روشنی میں وہ یہ گھر چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتا تھا، تب ہی قہقہے لگاتی اس لڑکی نے وہاں آ کر برآمدے کی لائٹ آن کی تو روشنی کے پھیلتے ہی عون کی اس قمیص کے ادھڑے بخیے اور پاؤں میں پہنے جوتے کی خستہ حالی واضح طور پر دکھائی دی لیکن اس کا فیورٹ ٹیچر رابرٹ کہتا تھا جب آپ کی زندگی میں اچانک سب غلط ہونے لگے تو کسی دوسرے سے یا خود سے سوال جواب مانگنے کے بجائے آپ بالکل خاموش ہو جائیں۔ بالآخر خاموشی اپنی زبان میں بتائے گی کہ آپ کے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ اس نے ہر خراب چیز سے نگاہ ہٹا کر چند گہرے سانس لیے، وہ محسن کو بتانا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے نزدیک ان کا یہ لوئر کلاس رشتے دار یہی سب ڈیزرو کرتا تھا۔

وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا جب کلاس کی یہ جمع تفریق ہر طبقے میں موجود تھی تو اس ناانصافی پر صرف اپر کلاس کا پرچار ہی کیوں کیا جاتا ہے لیکن چند منٹوں بعد باہر گلی کے چوک تک آ کر جب وہ اس سے بات کر رہا تھا تو باقی ہر گلہ شکوہ بھول کر وہ اسے اس پریشان کن سچویشن سے آگاہ کر رہا تھا۔ یہاں اس کا نام بھی کوئی نہیں جانتا تھا، فی الوقت وہ ایک پسماندہ گاؤں میں رہنے والی کسی ذکیہ خالہ کا بیٹا تھا جو اس قدر نادان تھی کہ نیاز منزل میں پسا ہوا ٹمیالا نمک دھونے بیٹھی تو زندگی میں پہلی بار پریشان و حیران ہوئی تھی کہ اس نے یہ کیا کر دیا تھا۔

☆☆☆

''یہ تم پہلے سے ہی طے کر چکے تھے کہ تمہیں اس فیملی سے فی الوقت ایک الگ شناخت کے ساتھ ملنا ہے لہٰذا اب تم اس گھر میں کسی بھی حیثیت سے رہو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یاد رکھو کہ تم فیوچر کے ایک

pklibrary.com

برائٹ اسٹار ہو۔ سو یو شڈ انجوائے دس کریکٹر۔"

وہ اپنے اندر پھوٹتی مسرت کو کنٹرول کرتے ہوئے نارمل سے انداز میں گویا ہوا تھا لیکن اس کی رگ، رگ سے واقف عون باخبر تھا۔ محسن کے خیال میں اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کہ بطور خاص اس انعام یافتہ باڈل کے لیے لکھوایا گیا اسکرپٹ اس کی دوست کی آفس ٹیبل پر آج بھی اس کا منتظر تھا۔

وہ جانتا تھا کہ عون جب کسی معاملے کو ہاتھ میں لیتا ہے تو پھر اسے ادھورا نہیں چھوڑتا، حیدر آباد کے ہندوانہ طرز تعمیر پر بنے اس محلے میں اسے جن حالات کا بھی سامنا رہتا، اپنا کام انجام دینے تک اب اس کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"تمہیں یاد ہے اکیڈمی کے علاوہ بھی ایکٹنگ کے پیچیدہ گر سیکھنے کے لیے ہم ہر کامیاب مووی اور ہر ہٹ تھیٹر دیکھنے جایا کرتے تھے۔ میرے ذہن میں اس کا نام تو نہیں آرہا مگر تمہارے ساتھ جو ہوا ہے، سب جاننے کے بعد مجھے تھامسن اور ستی کا وہ تھیٹر پلے یاد آرہا ہے جو ہم نے کوئی پچاس بار تو ضرور دیکھا ہوگا جہاں ایک۔"

اب یہ مت کہنا کہ تم تھامسن کی ایکٹنگ اور میں اس حسین ستی کو دیکھنے جاتا تھا۔

عون نے اس کی بات کاٹ کر جس طرح دبی آواز اور تیز لہجے میں اپنا دفاع کیا تو جواب میں محسن کا جان دار قہقہہ فی الوقت وہ افورڈ نہیں کرسکتا تھا اس نے فوری طور پر کال کاٹ دی۔

یقیناً یہ محسن کی کسی ٹھنڈی آہ کا اثر تھا وہ اس کے لیے ایک ڈھابے والے کا کریکٹر ایکسپٹ نہیں کر پارہا تھا اور اب اپنا مطلب نکالنے کے لیے جانے وہ کس قسم کی اداکاری کا سہارا لینے والا تھا۔

دوسری جانب اپنے آفس میں اس کی سچویشن پر محظوظ ہوتے پروڈیوسر کو یقین تھا کہ فیوچر کا یہ سپر اسٹار اب دوبارہ نیاز منزل میں یوں داخل ہوگا جیسے واقعی اسے یہاں تایا ساجد نے بھیجا تھا۔

☆☆☆

"ارے اب تک چائے بھی ختم نہیں کی۔" اسے نرمی سے مخاطب کرتے ہوئے وہ موڑھا کھینچ کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔ سوچوں میں الجھے اس مہمان نے لمحہ بھر کو نگاہ اٹھائی، لبالب کپ پر گڑی اس کی نگاہ ٹھنڈی پڑتی چائے جیسی ہی تھی، وہ جب سے یہاں آیا تھا بالکل خاموش تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں کہ تایا نے محض ہماری سہولت کے لیے تمہیں زبردستی یہاں بھیجا ہے مگر تمہیں اک مزے کی بات بتاؤں۔" وہ ذرا آگے کو جھکی "ہر سفر اک پہیلی ہوتا ہے اور قیام اس سفر کی پہیلی۔" وہ اسے ایک بچے کی طرح بہلاتے ہوئے چکا چوند لہجے میں ہنسی۔

عون نے سرعت سے چہرہ اٹھایا۔ سادگی سے ہنستی اس عورت نے یہ کیسی بات کی تھی کہ اس کی سوچ میں جھماکا سا ہوا، اس وقت کوئی بے شناخت تھا تو وہ جلال عالم کا پوتا تھا۔

صباحہ نیاز جہاں تھی اپنی شناخت کے ساتھ بہت روشن اور مکمل نظر آرہی تھی تو کیوں، وہ اس پہیلی کو بوجھے بنا اس گرد زدہ کہانی کو اس عورت کے حق میں کیسے جانے دیتا، وہ اسے دیکھتا ہی جارہا تھا۔

عالم ولا کے بیش قیمت پیڑوں پر سفید ربن باندھ کر جنگلی پرندے کو بلانے والی وہ لڑکی کیا وہاں ملکہ کا تاج پہن سکتی تھی تو فیصلہ ہوگیا تھا اسے اپنے قیام میں بس خاموش رہ کر تمام حقیقت حال کو صرف خاموشی کی زبان میں جاننا تھا۔

☆☆☆

"میں واضح طور پر نہیں جانتا کہ ہم دونوں گھرانوں میں اس طویل دوری کی اصل وجہ کیا تھی دراصل میں۔"

وہ ہلکا سا اٹکا، اسے جملہ مکمل کرنے کو الفاظ کے چناؤ میں توقف درکار تھا، نیاز منزل کی خواتین اس کے متعلق جس غلط فہمی کا بھی شکار تھیں وہ اپنی جگہ لیکن اس گھر کے واحد مرد سے ملنے کے بعد وہ تھوڑی سی تمہید کے ساتھ اس کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتا تھا۔

"وجہ کچھ خاص نہیں تھی، یہ ضد اور انا کا بخار

pklibrary.com

رشتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔"
"مجھے اندازہ ہے تمہاری امی نہیں جانتیں کہ یہ ہفتہ بھر کی چھٹیاں تم ہمارے یہاں گزارو گے بس کچھ دنوں کی بات ہے جیسے ہی مستریوں کا کام ختم ہوگا تو...... میری مانو تو زمین پر گدا لگا کر بستر بنا دیتے ہیں، اب اتنی سی بیٹھک میں چارپائی کی جگہ کہاں نکلے گی۔"
ذکیہ کے بیٹے پر اس نے جیسی بھی نگاہ ڈالی تھی مگر بیٹے کے آگے اس کا لب ولہجہ درخواست کرنے جیسا تھا وہ ان دونوں کی باتیں سن چکی تھی۔ ان کا مہمان اس طویل دوری کی وجہ نہیں جانتا۔
میزبانوں کے لیے یہ اچھی خبر تھی۔ نرگس کی آنا فانا آمد سے فاخر کی بات اور عون کی وضاحت دونوں ادھوری رہ گئیں وقت اصرار کر رہا تھا کہ اسے خاموش رہنا ہوگا۔ وقت کا اشارہ سمجھتے اس لڑکے نے کمرے کی خالی جگہ کی آنکھوں سے پیمائش کی وہاں ایک چھوڑ تین چارپائیاں لگ سکتی تھیں، اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس لوئر کلاس مہمان کو وہ آنٹی چارپائی جیسے پروٹوکول کے قابل نہیں سمجھتی تھیں۔
"آپ کیسے سوچ سکتی ہیں کہ آپ کہیں گی اور میں ابا کے کسی بھی رشتے دار کو زمین پر بستر لگا کے دے دوں گا۔"
فاخر نے پلٹ کر ماں کو جس سرد انداز میں جواب دیا تو عون اس کے سرخ چہرے کو بس دیکھ کے رہ گیا، وہ اپنے سے کم حیثیت کو عزت دے رہا تھا یہ اس کی اعلا ظرفی تھی مگر عون کے نزدیک یہ سراسر جذباتیت تھی۔ کلاس کے لحاظ سے ذکیہ کا بیٹا ڈیزرو کرتا تھا کہ اس کا بستر زمین پر ہی لگایا جاتا۔
اس کی ایسی باتوں پر اس کی ماں استغفار پڑھتی تھی، اس کی ایسی سوچ پر اس کی دادی استغفار نہیں پڑھتی تھی وہ سمجھتا تھا کہ دادی نے ماں کی نسبت نعمتوں سے عروج سے بھرپور زندگی گزاری۔
وہ نہیں جانتا تھا کہ کلاس کے اس چکر نے یاقوت کو کس قسم کے زوال میں مبتلا کیا تھا۔ اس کی طاقت، دولت، شہرت کا بال بیکا بھی نہیں ہوا تھا اور وہ زوال کی زد میں آ گئی تھی، ایک نعمت اس سے چھن گئی تھی۔ ایک عروج اس سے روٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

اگر یاقوت کے لیے باعث حیرت تھا کہ اس جیسی ذہین و فطین بیوی کے ہوتے اس کے شوہر کو بیٹیوں کے معاملات میں فکرمند ہونے کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی تو کچھ غلط نہیں تھا۔ جلال عالم اپنی محبوب بیوی کی غیر معمولی صلاحیتوں کا نا صرف دل سے معترف تھا بلکہ اس بات کا کھل کے اظہار بھی کرتا تھا تب ہی تو اولاد کے تعلیمی معاملات سے لے کر ان کی فیوچر پلاننگ بلکہ شادی بیاہ کے فیصلوں تک اس پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے اسے عالم ولا کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا تھا، وہ سیاہ و سفید کی مالک آج کل شوہر کی باتوں پر دنگ رہ جاتی تھی کہ آزادی نسواں کے قائل جلال عالم کا دل اپنی بیٹیوں کے متعلق تنگ کیوں پڑتا جا رہا تھا۔
بیاہی بیٹیوں کا بطور مہمان اپنے میکے میں چند روزہ قیام باپ کے لیے فرحت آمیز ہوتا ہے جب یہ قیام طوالت اختیار کر جائے تو والدین چونک اٹھتے ہیں، اس کا دل تنگ نہیں پڑا تھا، وہ بھی چونکا تھا۔
اس نے یاقوت سے یہ پریشانی شیئر کی تھی پھر وقتی طور پر اس لیے خاموش ہو گیا کہ ابھی دنوں شہود کا رشتہ طے ہونے کے بعد منگنی کی تاریخ رکھ دی گئی تھی لیکن خاموشی کا یہ دورانیہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہو سکا۔
کچھ دنوں بعد ایک بزنس پارٹی میں نظر آنے والے مناظر نے جلال کو ہلا کے رکھ دیا تھا وہاں ایک طرف اس کے داماد دوسری عورتوں کی کمپنی میں ڈرنک لے رہے تھے دوسری طرف اس کی دونوں بیٹیاں بدہوش ہوتے غیر مردوں کی کمپنی انجوائے کر رہی تھیں۔
اس دن گھر آنے کے بعد اس نے زندگی میں پہلی بار یاقوت سے درشت لہجے میں بات کی تھی ایسا نہیں کہ وہ شوہر کے لب و لہجے پہ بے چین نہیں ہوتی

pklibrary.com

تھی۔ کچھ دیر ساکن رہنے کے بعد جواب میں اسے ٹوکنے یا بھڑکنے کے بجائے وہ اپنے ازلی سکون کے ساتھ گویا ہوئی۔

"آپ کا رویہ اس قدر جارحانہ ہے جیسے ہماری بچیوں سے خدانخواستہ کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو۔"

اس نے زمین کو چھوتے ساڑھی کے پلو کو ایک نزاکت کے ساتھ کندھے پہ سیٹ کیا وہ اس کے جواب پر ایک دم سرد پڑا۔

کیا واقعی یہ بات یاقوت نے کی تھی، اپنے ہر عمل میں نزاکت برتنے والی اس عورت کے نزدیک ان معاشرتی اور اخلاقی نزاکتوں کی کوئی ویلیو ہی نہیں تھی۔

"اگر بے راہ روی کے وہ مظاہرے اس کلاس کا حصہ تھے پھر بھی رئیسہ اور زارا کو اپنی مذہبی ویلیوز کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔" یہ سوچ جیسے اس کے چہرے پر درج تھی۔

یاقوت نے اس بولتے چہرے سے نگاہ چرائی۔

"ہمارا زمانہ اور تھا اب اور وقت ہے۔ اب دامادوں کا گریبان پکڑا جاتا ہے نا بیٹیوں کو جبراً گھر بسانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔"

وہ ایک شادی کی تقریب کے لیے تیار ہو رہی تھی، اس کے ہاتھ میں گلاب کی سرخ کلی تھی بقول جلال کے وہ کلی اس کا جوڑا چھوتے ہی تروتازہ ہو جاتی تھی۔

"ٹھیک کہتی ہو، ہم اپنے دامادوں کا گریبان نہیں پکڑ سکتے مگر اپنی بچیوں کو تو گھر بچانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ میں شاکڈ ہوں رئیسہ اور زارا ایسی تو نہیں تھیں، ان میں اچھے برے کی تمیز تھی، وہ گناہ اور ثواب کا فرق سمجھتی تھیں۔"

وہ ایک خسارے زدہ انسان کی طرح تڑپ کے اس کے مقابل آیا تو اس نے چمکتی آنکھیں اس پہ ٹکائیں۔

"آپ یہ بات بھول رہے ہیں، تب وہ لاکھوں کمانے والے جلال کی بیٹیاں تھیں۔ اب وہ کروڑوں کمانے والوں کی بیویاں ہیں ان کا اپنا سوشل سرکل ہے۔" شوہر سے بیٹیوں کے اس سرکل کی ڈیمانڈ ڈسکس کرتے ہوئے اس نے نفاست سے کلی کو جوڑے میں اٹکایا، اس لمحے لاکھوں کمانے والے باپ کے پیروں تلے سے زمین کھینچی تھی۔

یہ داماد اس کی بیوی کا انتخاب تھے، اس کا مطلب تھا اس نے اولاد کے معاملات میں یاقوت پر غلط اعتماد کیا یہ اس کی زندگی کی سنگین غلطی تھی وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے امیر ترین باپ نے کئی رشتے ٹھکرانے کے بعد جلال عالم کو اس کے کردار اور خاندانی اقدار کی بنا پر پسند کیا تھا۔ پھر یاقوت نے بچوں کے رشتے طے کرتے وقت لڑکوں کے کردار اور اوصاف کے برعکس صرف ان کے کروڑوں کو ہی کیوں مدنظر رکھا جس کی وجہ سے ان کی اولاد کی دنیا اور آخرت خراب ہو رہی تھی۔

آج زندگی میں پہلی بار اس نے اشتعال کا اظہار کرتے ہوئے ٹائی اتارنے کے بعد اسے کہیں دور پھینکا جو سیدھی روم پلانٹس پر گری۔ شوہر کی اس حرکت پر اس کے اعصاب جھنجھنا اٹھے وہ خاموش نہیں رہ سکی۔

"آپ اس بات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں پھر سمجھیں کہ شادی کے بعد بیوی کے اچھے برے کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوتا ہے۔"

یہ بات کرتے ہوئے وہ نہیں جانتی تھی جو صدیوں سے اس کے لب و لہجے کا اسیر تھا وہ بھی اس سحر زدگی کا دائرہ پاٹ سکتا تھا، وہ ٹھیک کہہ رہی تھی بیوی کے کردار کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوتا ہے، وہ یہ بھول رہی تھی کہ روز قیامت اس کی بیٹیاں یاقوت کے نام سے پکاری جائیں گی اگر وہ یاد رکھتی تو اپنے باپ کی طرح دامادوں کا انتخاب کروڑوں کے بجائے ان کی شرافت ان کے کردار کی بنیاد پر کرتی، اس کے سامنے گنگ کھڑا جلال اس کلی کو دیکھ رہا تھا، وہ بھی سوچ سکتا تھا کہ اس عورت کا خوشنما جوڑا چھوتے ہی وہ سرخ کلی بھی مرجھا بھی سکتی تھی۔

"ڈونٹ وری جلال! بات کو ختم کریں۔" وہ اس کے پتھرائے انداز پر ہلکا سا جھنجھلائی۔ "اس حوالے

pklibrary.com

سے میں بچیوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤں گی مگر پلیز آپ بھی اپنے دامادوں سے بات کریں، جب وہ آفس سے اٹھ کر بھی گھر نہیں آئیں گے تو وہ گاؤدی بیویوں کی طرح گھر میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے کے بجائے ان کے پیچھے بھاگیں گی کہ نہیں۔"

"وہ اس کے قریب آکر نرمی سے ہمکلام ہوئی، اس کی نرم گفتاری کو اس کے رخساروں کی نرمی سے تشبیہہ دینے والا یاقوت کی اس بات پر شل ہوا نہ ساکن جیسے اسے الہام تھا۔ وہ ایسا ہی جواب دے گی، اس جواب پر وہ اندر تک چونکا، اس جواب نے اس کی سوچ کو اک نئی راہ دکھائی تھی۔

☆☆☆

بالآخر فاخر کی جذباتیت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے لیے چارپائی پر صاف ستھرا بستر لگا دیا گیا تھا، جب اسے تنہائی میسر ہوئی تو اس نے ماں کو کال پر لیا ایک دوسرے کا حال احوال جاننے کے بعد وقتی غلط بیانی کے تانے بانے میں مصروف وہ لڑکا اب ماں کو سفر کی روداد سنا رہا تھا، بات کو بڑھاتے ہوئے وہ شہر کی ٹریفک اور اس کے حدود اربعہ پر اپنی رائے کا اظہار بھی لازم سمجھتا تھا، اس کی مخاطب نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"مجھے یہ بتاؤ، وہ اپنے والدین کے ساتھ ہی رہتی ہے نا؟"

اس سوال میں یہ کیسا الہامی وثوق تھا اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو سوچتا، ہم مسلمان ہو کر اللہ کا حکم نہیں مانتے۔ کیا ایسے بوسیدہ رسم رواج کے لیے کوئی حکمران بھی نہیں تھا جو انہیں ختم کرنے کا حکم صادر کرتا، وہ اثبات کی صورت جواب دے سکتا تھا مگر اس نے تامل سے کام لیا، صباحہ کی شخصیت میں نظر آتی طمانیت اسے چونکا رہی تھی۔ کیا خبر وہ کورٹ سے خلع لے چکی ہو۔ کیا خبر وہ جذباتی طور پر کہیں اور انوالو ہو۔ ابھی وہ خود کچھ نہیں جانتا تھا، وہ اپنی ماں کو کیا امید دلاتا۔

"آج بہت تھک گیا تھا تو ہوٹل میں آرام کر رہا ہوں۔ کل ضرور جاؤں گا۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے غلط بیانی سے کام لیا وہ ماں کی خوبی پر شکر گزار ہوتا تھا، جو بنا کسی جرح کے اس کی باتوں پر اعتبار کر لیتی تھی، نگار کی ہلکی پھلکی ہدایات پر سر ہلاتے ہوئے جب اس نے رابطہ ختم کیا تو دن بھر کی نسبت خود کو قدرے پرسکون محسوس کیا۔ نیا ماحول، نئی جگہ، اجنبی بستر۔

وہ دونوں دوست سفر پسند تھے تو ایسی بے آرامیوں کے عادی تھے، اگر وہ کروٹ پر کروٹ بدل رہا تھا تو اس کی وجہ کچھ اور تھی۔

صباحہ سے ملنے کے بعد اس کی یادداشت میں چند مناظر ابھر رہے تھے، وہ جلتا ہوا پردہ...... ان کے گھر میں برپا شور...... بے تحاشا بارش میں ٹوٹتا ہوا جھولا وہ سب کچھ یاد کرنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے خیالات بدلنے کی خاطر ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، اس کمرے کی آرائشی اشیا عجیب سی تھیں، سامنے ریک میں رکھی لمبے بازوؤں والی ایک گڑیا جو روئی سے بنی ہوئی تھی وہ جیسے اسے ہی گھور رہی تھی اس نے نگاہ موڑی کارنر ٹیبل پر نمک سے بنی بڑی سی صراحی جس کے گول دہانے میں گویا مور پنکھ کا پورا قبیلہ آباد تھا۔

جب اس پر نیند غالب آ رہی تھی تو حسن کی باتوں کو ذہن میں دہراتے ہوئے اسے اچانک سے اس تھیٹر پلے کا نام یاد آ گیا تھا جو اس انگلش ناول کی کاپی تھا جس میں ایک ارب پتی لڑکے تھامسن کو سمندری سفر کے دوران وہ جادوئی جزیرہ یاد آتا ہے جو تین سو پینسٹھ موسموں کی وجہ سے مشہور تھا جب وہ جہاز کچھ مقامی لوگوں کو اس جزیرے پر اتارتا ہے تو تھامسن اپنے ماتحتوں کو جہاز میں چھوڑ کر ان تین سو پینسٹھ موسموں کو حاصل کرنے کی غرض سے اکیلا جزیرے پر اتر جاتا ہے، یقیناً یہ اپنی ماں سے غلط بیانی کا نتیجہ تھا یا پھر یہ نیاز منزل کے باسیوں سے اپنی شناخت چھپانے کی سزا تھی کہ خواب میں وہ تھامسن کے ساتھ ہی جزیرے میں اتر جاتا ہے۔

وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ تین سو پینسٹھ موسموں کو پانے کے لیے اسے وہاں کی عبادت گاہ کے احاطے

میں اس وقت تک حئی کی خدمت پر مامور رہنا ہوگا جب تک وہ۔ وہ اسے سب کچھ بتانا چاہتا تھا مگر نیند کے غلبے نے اسے خاموش رہنے پر مجبور کردیا تھا۔

☆☆☆

جانے یہ نئی جگہ کے اثرات تھے یا پھر وہ کسی کھٹکے کی بنا پر بیدار ہوا تھا جو بھی تھا تھوڑی دیر بعد فاخر اس کے کمرے میں نہ جھانکتا تو حسب عادت وہ کچھ دیر بستر پر پڑا رہتا، فاخر سے مسکراہٹوں کے تبادلے کے بعد پھر اس وقت جب وہ کچھ کام اس کے ذمہ لگا رہا تھا پھر اس وقت جب اس نے عون کو کچھ رقم دینا چاہی تھی اس نے سوچا کہ وہ خود کو اس پر آشکار کردے مگر وہ اسے جانتا ہی کتنا تھا۔ اس کی یہ اپنائیت اس کے رشتے دار کے لیے تھی جانے وہ عون عالم کے ساتھ کس طرح پیش آتا تو ایک چپ میں ہی سو سکھ تھے۔

ویسے بھی اسے جو غرض تھی، صباحہ نیاز سے تھی۔ وہ ان لوگوں کے رویوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا جن سے اسے دوبارہ کبھی نہیں ملنا ہوتا تھا۔ سو فاخر کی مخلصانہ مسکراہٹ کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے اس نے جوتا پہننے میں تاخیر سے کام نہیں لیا۔

اٹیچڈ واش روم اگرچہ بڑا نہیں تھا لیکن اس گھر کے حساب سے غنیمت تھا۔ فریش ہونے کے بعد وہ باہر آیا تو کچن میں ناشتا بناتی نرگس نے سامنے کی کھلی کھڑکی سے صحن میں آتے اس دراز قد لڑکے کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

"عون کوئی ملازم نہیں، اپنی برادری کا لڑکا ہے۔ اس سے برتاؤ اور بول چال میں احتیاط برتیے۔"

بیٹے کی بات یاد آتے ہی اس کی تیوری پر بل پڑے۔ وہ اس کی باتوں کا مطلب جانتی تھی۔ کل یہ لڑکا آیا تھا اگلے دو دنوں تک نرگس کی اماں تشریف لا رہی تھیں، مہمانوں کے اس سلسلے کو اب شادی تک جاری رہنا تھا۔ اس کی تو عمر بھر کی جمع پونجی ڈوبنے کے قریب تھی۔

صحن میں آتے عون نے جو منظر دیکھا تو بری طرح ٹھٹکا۔ گھر کے آنگن اور منڈیروں پر چہچہاتے پرندوں کی بے تکلفی اس ناشتے کو معمول کا حصہ ظاہر کررہی تھی، اس سارے ماحول میں کچھ تھا۔ جو دیکھا بھالا تھا۔ کیا واقعی وہ مستقل مزاج تھی تو اس گھر کے اکلوتے درخت کی چوٹی پر بندھا وہ سفید ربن اس لڑکے کے لیے پریشانی اور جواد عالم کے لیے خوش نصیبی کی علامت تھا، وہ اپنے ہاتھ میں موجود کاپی زمین پر رکھ کے پلٹی تو اسے وہاں دیکھ کر چونکی۔

"بہت خوب! یعنی تم بھی سحر خیز ہو" وہ اس کے چہرے پر نگاہ جما کے مسکرائی۔ سینے پر بازو لپیٹے وہ اسے گہری نگاہ کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی زندگی کے ان مشاغل سے کیا اخذ کرتا کہ فطرت پرستی اور محبت پرستی دو الگ چیزیں تھیں۔

"تم ان کٹوروں میں پانی بھر دو۔ اتنی دیر میں تیار ہو کر آئی۔ ہوں پھر ناشتا پر گپ شپ لگاتے ہیں۔ وہ پانی کا برتن اسے تھما کر آگے بڑھ گئی۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو نگاہ نرگس سے ٹکرائی پتا نہیں اس کی ذکیہ سے کیا دشمنی تھی کہ وہ اس کے بیٹے کو چبھتی نظروں سے دیکھ رہی تھی، اسے یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ جسے جاننے کی غرض سے یہاں آیا تھا اس کا فوکس وہی عورت تھی۔

اپنا کام ختم کرنے کے بعد جب وہ برآمدے میں آیا تو وہ ناشتے پر اس کی منتظر تھی، پرانے کاؤچ پر بیٹھی شفاف چہرے کی مالک اس عورت کی تیاری کسی بھی جاب کے لحاظ سے کچھ خاص نہیں تھی، اس کا طائرانہ جائزہ لیتے ہوئے عون کی نگاہ اس کی ریسٹ واچ سے الجھی۔

"سمجھ میں نہیں آرہا تھا تمہارا شکریہ کس طرح ادا کروں۔" اس نے اس کی پلیٹ میں آملیٹ رکھتے ہوئے بات کا آغاز کیا، ریسٹ واچ سے الجھی وہ نگاہ وہیں گڑ کر رہ گئی تھی کیونکہ وہ کوئی عام سی گھڑی نہیں تھی۔

"آج کل جس طرح گھر میں کہیں مرمت تو کہیں رنگ و روغن کا کام ہو رہا ہے۔ مستریوں کی اس آمد و رفت پر گھر میں ہمہ وقت ایک مرد کی موجودگی بہت ضروری تھی۔

pklibrary.com

اس کے سامنے پراٹھا اور چائے رکھتے ہوئے وہ تشکر آمیزی سے مسکرائی۔ اس کی دادی سچ کہتی تھیں، وہ واقعی عالم ولا سے ایک بھاری مالیت کا سامان اٹھا لائی تھیں اپنے سامنے موجود ناشتے سے بے غرض اس لڑکے کی آنکھوں میں تیرتی ناپسندیدگی دوچند ہوئی۔ اس کی ماں اور عینی اس کے کن حقوق کی بات کرتی تھیں جبکہ اس کا حساب ان کی طرف بنتا ہی نہیں تھا۔

"پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو جاب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔" اس کے سوال میں بے اختیاری تھی۔ عجلت میں ناشتا کرتی صباحہ نے صرف سوال پر دھیان دیا تھا مگر بے اختیار ہونے والے کے ہم زاد نے اسے فوری تنبیہہ کی، ایک بے غرض اور پرخلوص رشتے دار کے لہجے میں سوال جواب کرتے ہوئے طنز اور تفتیش نہیں اپنائیت ہوتی ہے۔ اس نے سر جھکا کر گول میز سے چائے کا کپ اٹھالیا۔

شاید وہ جواب میں کچھ کہتی مگر گلی میں اپنا مطلوبہ ہارن سنتے ہی وہ سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی، چائے کا گھونٹ بھرتے ہی وہ حیران ہوا، وہ دوسرا گھونٹ نہیں بھر سکتا تھا اور وہ پورا کپ خالی کر چکی تھی۔

اس بدمزہ چائے کو رغبت سے پینے والی کیا اپنی کلائی پر موجود گھڑی کی قیمت جانتی تھی؟ کیا وہ جانتی تھی کہ اس برانڈ کی موجودہ قیمت کیا ہے۔ بالوں کو اچھی طرح باندھے مسٹرڈ کلر کے شلوار سوٹ میں ٹھوس قدموں کے ساتھ چلتی صباحہ نیاز کو وہ نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھتا رہا۔

☆☆☆

اس کچے، پکے صحن میں لکڑی کی کرسی پر محض وقت گزاری کے لیے جس کتاب کے وہ کئی صفحات الٹ پلٹ چکا تھا، اس کا نہ صرف ٹائٹل بلکہ اندرون صفحات بھی جابجا اڑے ہوئے تھے۔ وہ نہیں جان سکا ان دونوں کا کیا رشتہ تھا۔ وہ لڑکی جس سے ناراض ہوئی تھی کہ وہ اپنے گاؤں والوں کو، اپنے ساتھیوں، اپنے خزانے کو بھلا کر جو اس نے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے حاصل کرنا تھا، وہ خوش ایک دوسرے محل میں عیش کرنے جا رہا تھا۔

ان سطور کو پڑھنے کے بعد اس نے کتاب بند کی، وہ جو کوئی بھی تھی، بالکل اس کی ماں جیسی سوچ رکھتی تھی۔

"عون! تمہیں گاؤں گئے اور اپنی نانی سے ملے سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے، وہ کہتی رہتی ہیں جہاں سارے زمانے سے ملتے ہو، تھوڑا سا وقت اپنے رشتے داروں اور بزرگوں کے لیے بھی نکال لیا کرو۔ یہ فضول کی اداکاریاں چھوڑ کر تمہیں اپنے باپ دادا کا کاروبار سنبھالنا چاہیے۔"

وہ گاؤں والوں کو، رشتے داروں کو، لوگوں کی فلاح و بہبود کو یاد رکھتا پھر سرکل میں زندگی گزارتے ہوئے مر جاتا جبکہ وہ اپنی مرضی سے جینے والا شخص تھا۔

زندگی میں پہلی بار اس نے اپنی ماں کو خوش کرنا چاہا تھا اور اس فلاح و بہبود کے مشن پر اپنی آزادی، اپنی شناخت تک کھو بیٹھا تھا۔ اس نے قریب ہوتی آہٹوں پر سر اٹھایا، وہ لڑکی جس نے اسے پھٹی قمیص دی تھی جو رات کو صحن میں حلق پھاڑ کے ہنس رہی تھی، وہ جمائیاں روکتی ہوئی ننگے پاؤں شاید صحن میں لگے واش بیسن کی سمت جا رہی تھی، اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب دوبارہ سے کھولی واش بیسن پیچھے رہ گیا تھا۔

چند لمحوں بعد اس نے بے خیالی میں رخ بدلا اس کی نگاہوں نے جو دیکھا، وہ سب کیا تھا، اس نے مرغی کے ڈربے میں جس ہاتھ سے خوراک ڈالی تھی جب ہاتھ باہر نکالا تو اس میں دو انڈے تھے، اگلا سین چونکانے والا تھا محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ تیزی سے لانڈری باسکٹ کی طرف گئی جب واپس آئی تو اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ عون نے لب بھینچے۔ یہ کوئی میجک شو نہیں تھا۔ کھلی چوری تھی۔ دوسری طرف یہ معرکہ مار لینے کے بعد بدرا کے چہرے پہ جو چمک ابھری تھی، وہ اپنی ماں کے قریب ہوتے قدموں کی دھمک سے ذرا جو ماند پڑی ہو۔

مرغیوں کا ڈربہ کھنگالنے کے بعد نرگس نے بیٹی پر مشکوک نگاہ ڈالی عون کی محظوظ ہوتی نگاہ بھی اس پر

pklibrary.com

ٹھہریں دونوں ہاتھوں سے اپنے جنگل نما گھونسلے نما
بال سنوارتی اس لڑکی کی خوداعتمادی اسے روٹین کا چور
ثابت کررہی تھی۔

''میں ذرا بازار تک جارہی ہوں، چاولوں کا
بھاؤ معلوم کرآؤں پھر دیکھنا، اس صحن کی ہر مخلوق سے
کیسے اگلواتی ہوں کہ آج کل انڈے کون غائب کررہا
ہے۔

بدرا جو باہر آنے کے بعد اب تک اسے نظرانداز
کررہی تھی، ماں صفائی میں کچھ کہنے کے بجائے سٹپٹا
کے سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانکا سوائے اس
مہمان کے صحن کی ہر مخلوق گونگی تھی، واردات کے اس
واحد گواہ نے نگاہ ملنے کے بعد چرانے میں سیکنڈ تک
نہیں لگایا۔

''اب اٹھ ہی گئی ہو تو میری واپسی تک کچن
صاف کرلینا اور لڑکے! تم بھی فارغ بیٹھنے کے بجائے
کسی کام سے لگو۔ فاخر کے کمرے میں جو کاٹھ کباڑ جمع
ہے، اسے نکال کے چھت پر پہنچا دینا۔''

وہ ان دونوں کو یک بیک مخاطب کرتے ہوئے
راہداری کی جانب چل دی۔

اس آنٹی کے آرڈر پر اس ان پروفیشنل اداکار
کے چہرے نے تیزی سے رنگ بدلا، وجہ جو بھی تھی
جب وہ غلط ٹرن لے چکا تھا آگے راستہ اسے جس جگہ
لے آیا تھا یہاں اس نے کسی عہدے پر فائز نہیں ہونا
تھا، اپنی ڈیوٹی یاد آتے ہی اس نے تیزی سے کرسی
چھوڑی۔

''فاخر نے کہا ہے جب تک میں یہاں ہوں تو
باہر کے کام میں دیکھا کروں گا۔'' اس نے آنٹی کے
سامنے آکر بردباری کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں تو
جواب میں اسے کڑی نگاہ سے دیکھا گیا۔

''چاول والے سے بھاؤ تاؤ کرلو گے؟''

''جی!'' اور گڑبڑا کے رہ گیا ''چاول اور بھاؤ تاؤ
پہ سب کیا تھا۔'' وہ خالی الذہن سا کھڑا تھا۔

''تمہارے ماں باپ نے بھی ہمیشہ گھاٹے کا ہی
سودا کیا تو تم سے کیا امید رکھوں میاں!''

سرد آنکھیں، گرم لہجہ جتا رہا تھا۔ میرے
معاملات میں دخل اندازی کے بجائے وہ کام کرو جو
فاخر تمہارے ذمہ لگا گیا ہے، نرگس اسے اس کے
والدین کی کارکردگی پر فیل کرکے اپنی راہ ہولی، وہ کچھ
بھی نہیں سمجھا تو کندھے جھٹک کے رہ گیا لیکن فاخر جو
کام اس کے ذمہ لگا کر گیا تھا، وہ اسے دلچسپی کے ساتھ
انجام دے سکتا تھا۔

☆☆☆

''تم نے ناشتا کرلیا ہے؟'' وہ چولہے پر چائے
رکھنے لگی تھی جب اس نے صحن میں جھانک کر عون کو
مخاطب کیا۔

''ہاں، صبح فاخر کے ساتھ کرلیا تھا۔'' اس نے
جھوٹ بولا۔ فاخر کے کمرے کی وارڈروب کی دراز کسی
کیمیکل سے صاف کرتے عون نے چہرہ جھکائے ہی
جواب دیا۔

''خیر میں چائے بنانے لگی تھی تو سوچا مروتاً پوچھ
لوں۔'' اس نے دوبارہ سے ہانک لگائی۔

''میں پی چکا ہوں۔''

اس جواب پر بدرا کا پورا منہ کھلا۔

''ناممکن، غلط جھوٹ، اس نے آنکھیں پٹپٹائیں
اگر تم ماں کے ہاتھ کی بنی چائے پی چکے ہو تو تم دنیا کے
دوسرے صابر شاکر انسان ہو۔'' اس بار وہ کچن سے
باہر آکر مخاطب ہوئی، آدھی آستین والی قدرے لمبی
قمیص میں پہلوؤں پر ہاتھ رکھے وہ سوفیصد سچ بول رہی
تھی مگر وہ ان سنی کرتے ہوئے بے نیازی جتاتا اپنے
کام میں مصروف رہا۔

بدرا نے رخ بدلا تو اس نے گردن اٹھا کے اس
کی پشت کو گھورا، کیا وہ زبان بندی کی وجہ سے بطور
رشوت کے اسے چائے ناشتے کی آفر کررہی تھی۔

''چورنی کہیں کی۔'' وہ چورنی بالوں کو جوڑے کی
شکل میں لپیٹتی دوبارہ سے کچن میں غائب ہوئی۔ کچھ
دیر بعد جب دوبارہ سامنے آئی تو اس کے دونوں
ہاتھوں میں چائے کے مگ تھے۔

''میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ آج کی تاریخ

pklibrary.com

اچھا تھا۔وہ اس کی بے نیازی پہ جھنجلائی۔کسی بھی طرح سہی مگر عون کو اپنے خفیہ مشن میں سیٹ کرنا بہت ضروری تھا ورنہ تو وہ فاقوں مر جاتی۔کچھ دیر کے غور وفکر کے بعد وہ نا صرف کرسی کا رخ بدل کر عین روبرو ہوئی بلکہ اپنی بھی ٹون بدلی۔

"تم کچھ بھی کرلو اماں پھر بھی تم سے خوش نہیں ہوں گی، اس لیے کہ تم ہمارے رشتے دار ہو، لہٰذا تمہیں ان کی نہیں ہماری پرواہ کرنی چاہیے۔"

"وہ بھی کا گھڑا ثابت ہو رہی تھی۔پھر ہم دونوں کے بیچ تو اک اور رشتہ بھی تھا۔" کرسی کو مزید آگے گھسیٹا۔عون کے ابرو جڑے، نگاہ اٹھی۔یہ اول جلول سی لڑکی کیا چیز تھی۔

"ٹھیک ہے، تب میں اتنی سی تھی۔" اس نے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو ذرا سا وا کیا۔"ہماری منگنی کی مدت بھی بس تین دنوں کی تھی پھر بھی تمہیں بچپن کے اس رشتے کا کچھ نہ کچھ لحاظ تو ہوگا۔" وہ جز بز ہوا۔

"اوہ گاڈ!" اس کی بے نیازی بھک سے اڑی وہ کون سی منگنی کی بات کر رہی تھی۔وہ سیدھا ہو کر اسے تکے جا رہا تھا۔

"کیا یہ موقع کی مناسبت سے گھڑی جانے والی کہانی تھی یا جو بھی تھا۔یہ لڑکی تو ذکیہ کے بیٹے کو بھی دن دہاڑے بیچ آتی، اس کے شانوں پر آگے پیچھے جھولتے چھوٹے بڑے ہر سائز کے جس سیاہ جنگل کا پھیلاؤ تھا تو اس جنگل سے ہر ذی شعور کو پناہ مانگنی چاہیے تھی۔

☆☆☆

کچھ اپنی مرضی کچھ وقت کی منشا پر دن گزرنے کے بعد جب نیاز منزل پر شام اتر رہی تھی تو ماں سے بات کرنے وہ چھت پر چلا، اس کے اندازے کے مطابق اس کا ڈرائیور اب تک گھر پہنچ چکا ہوگا۔اس کا اندازہ صحیح تھا کہ کال ملتے ہی اسے ماں کی پریشان آواز سنائی دی۔

"تم نے اپنی گاڑی اپنا سامان تک واپس بھیج دیا ہے، تم خود کہاں ہو؟" وہ سلام دعا تو بھول گئی تھی۔یہ بھی بھول گئی کہ بیٹے کو یہاں کا راستہ اس نے خود دکھایا تھا وہ سمجھ نہیں سکا، وہ کوفت میں مبتلا ہو رہا تھا یا حیرت میں۔

"وہیں پر ہوں اس نے ماں کو وہی جواب دیا تھا جو وہ سننا چاہتی تھی مگر فون کے دوسری جانب ایک گہری خاموشی چھا گئی۔اس قدر کہ عون کو لگا فون کٹ چکا ہے لیکن اس کے ہیلو کرنے کی دیر تھی کہ اس نے دھیمی آواز میں سوال کیا۔

"وہ کیسی ہے؟ کیا اب بھی اس کی غیر سنجیدہ سی ہلچل دوسروں کی توجہ فوری طور پر کھینچ لیتی ہے۔"

وہ ماں کی اس بات پر ساکن ہوا انہوں نے کس کی بات کی تھی، فون کان سے چپکائے منڈیر کے پاس کھڑا وہ نیچے صحن میں جھانک رہا تھا جہاں وہ ہل چل مچاتے ہوئے اچھل اچھل کے دیواروں سے پرندے اڑا رہی تھی۔

عالم ولا میں بیٹھی نگار بیگم تو صباحہ نیاز کی بات کر رہی تھی۔

"یہاں سب کچھ سمجھنے کے لیے مجھے کچھ وقت چاہیے ماں!" اس جواب کے ساتھ اس نے فون بند کر دیا۔بیش قیمت گھڑی کی مالک جو صبح سویرے کی نکلی اب تک نہیں لوٹی تھی، وہ اس کے متعلق کیا بات کہتا، البتہ وہ پرندے اڑاتی اس لڑکی کے بارے میں رائے دے سکتا تھا جس کے ساتھ ایک دن گزارنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ ہلچل مچانے والی یہ لڑکی دھواں تھی نہ پانی پھر بھی اس کے اڑ جانے اور بہہ جانے کے خدشات کسی بھی صاحب عقل کو نیم پاگل کر سکتے تھے۔

☆☆☆

ایسا نہیں تھا کہ یاقوت کے کسی غلط فیصلے کی بنا پر وہ اس کے دل سے اتر گئی تھی۔اس کی کچھ باتوں نے اسے ہرٹ کیا تھا مگر روز اول کی طرح آج بھی رب کے حضور کھڑی اپنی بیوی کو وہ اتنی ہی توجہ سے دیکھ رہا تھا جب ان کی شادی ہوئی تھی۔

کسی بھی فنکشن یا پارٹی سے ان کی واپسی جس وقت بھی ہوتی، وہ عشا باقاعدگی سے ادا کرتی تھی،

pklibrary.com

میں تم نے چائے کو بس چکھا ہوگا۔"
آنکھوں کو گول گول گھماتی اس تیکھی سی لڑکی نے واقعی یقینی بات کی تھی ابھی ایک گھنٹہ پہلے دو تین گلیاں گھومنے کے بعد بالاخر اسے جنرل اسٹور والے سے معلومات مل گئی تھیں کہ اس محلے میں ہوٹل یا ڈھابے جیسی کوئی سہولت نہیں تھی جہاں اکا دکا فوڈ پوائنٹ تھے بھی، وہ کمرشل ایریا یہاں سے خاصا دور پڑتا تھا۔

"جب کنفرم ہے کہ ہم جیسے عام قسم کے بندہ بشر اس گھر کی خاتون اول کی بنائی چائے کو منہ نہیں لگا سکتے اور چائے پینا بھی نہیں چھوڑ سکتے تو اس نعمت کو میرا احسان سمجھو۔"

چائے کے مگ دراز پر رکھتے ہوئے قریب پڑی کرسی کو گھسیٹ کر وہ وہیں بیٹھ گئی۔ اس نے احسان جتاتی لڑکی کو تو نہیں البتہ بھاپ اڑاتی چائے کو ضرور دیکھا، وہ سچ کہہ رہی تھی، چائے جیسی نعمت کو کون ٹھکرا سکتا ہے۔

"تم ابا کے رشتے دار ہو، تمہاری خدمت ہم پر جی جان سے فرض ہے۔" اپنی چائے اٹھاتے ہوئے اس نے جی جان سے ہی اداکاری کی، چائے کے طلب گار کا چونکنا لازمی تھی۔

کل شام اسے پرانا سوٹ اور پھٹا جوتا دینے کے بعد آج دن کے گیارہ بجے چائے کے اس ایک کپ میں کون سی خدمتیں شامل تھیں اس لڑکی کی آواز میں خدمت کے بجائے بناوٹ کی جھلک تھی۔ اس نے شکریہ تک کہے بنا خاموشی سے چائے کا مگ اٹھالیا۔

"تم اماں کے چائے ناشتے کو دل پر مت لینا ان کی یہ کنجوسیاں صرف ابا کے رشتے داروں کے لیے نہیں بلکہ ان کی یہ جادوگری سب کے لیے ہے۔ وہ ایک کپ دودھ سے چائے کے چار کپ بنالیتی ہیں اور ایک انڈے کے چار آملیٹ بنالیتی ہیں۔"

وہ ہنسی اور ٹانگ پہ ٹانگ جماتے ہوئے بات آگے بڑھائی۔

"اب ایسا ناشتا کرنے کے لیے بہت بڑا دل چاہیے چونکہ میری طرح تمہارا دل بھی چھوٹا سا ہے تو۔" وہ دانستہ خاموش ہوئی۔

اُفف وہ کس قدر باتونی تھی اور خوامخواہ کا سسپنس پھیلا رہی تھی۔

"اگر میرے معاملے میں اماں کے سامنے اپنی زبان بند رکھو گے تو اماں جناں کی طرح فائدے میں رہو گے۔" بدرا نے بڑی ہوشیار قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ سامنے اشارہ کیا۔

وہ نحیف سی بڑھیا جو نرگس آنٹی کے گھر سے نکلتے ہی سیکورٹی گارڈ کے طور پر آئی تھی مگر نیاز منزل میں اپنی نیند پوری کرنے کے بعد اب آم کی چھاؤں میں ایک پرتکلف چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ ایک دم سے معاملے کو سمجھا گویا اس مزیدار چائے میں خدمت یا احسان نہیں رشوت گھلی ہوئی تھی۔ اس نے چہرہ گھما کے اسے بغور دیکھا۔ وہ فاخر کی بات چیت سے اخذ کر چکا تھا کہ ان لوگوں کو فی الفور ایک میل ملازم یا اپنا کوئی رشتے دار مطلوب تھا تو اس لڑکی کے تحفظات کے لیے تھا جو اس قدر شارپ تھی کہ ان مستریوں مزدوروں کو دن دہاڑے بیچ سکتی تھی۔ اس حساس موقعہ پر اسے محسن کی بات یاد آئی۔

"تم فیوچر کے سپر اسٹار ہو۔" اس اداکار کو محسن کا مشورہ یاد آیا۔ "یو ہیڈ انجوائے دس کریکٹر۔" یہ مشورہ اتنا برا بھی نہیں تھا، وہ ہلکا سا کھنکھار کے بولا۔

"میرا دل بہت بڑا ہے، میں ایک انڈے سے بنائے پانچ آملیٹ بھی کھا سکتا ہوں۔" اس جملے کی ادائیگی میں مسکراہٹ کا کچھ عمل دخل نہیں تھا، وہ بھی سنجیدہ تھا مگر اس کی آنکھوں میں جھلک دکھاتی مبہم مسکراہٹ سے وہ زچ ہوئی۔ وہ جسے پینڈو ڈرا اور گھامڑ سمجھ رہی تھی، وہ اس کی آفر کو رد کر کے اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا وہ بھانڈا پھوڑ بھی دیتا تو مسئلہ صرف دو انڈوں کا نہیں تھا۔

پہلے دن بھر ان ماں بیٹی کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں ہوتا تھا تو ماں سے خفیہ رکھنے والے کام خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوتے تھے وہ ہونٹ چباتے ہوئے اسے دیکھتی رہی اس کا سابقہ منگیتر بس شکل کی حد ہی

pklibrary.com

نماز کے بعد سات یا دس منٹ تک وہ تسبیحات میں مشغول رہتی۔ اس وقت بھی وہ آنکھیں بند کیے تسبیح کے دانے گرارہی تھی چونکہ وہ نماز پڑھ چکا تھا، اس وقت سنگل صوفے پر بیٹھا گھونٹ گھونٹ پانی پیتا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ان لمحات میں جلال کو اس کے خوب صورت چہرے کے گرد حجاب کی صورت لپٹا ہوا وہ دوپٹا اپنی تمام جمع پونجی سے کہیں زیادہ قیمتی محسوس ہوتا تھا۔

تسبیحات مکمل کرنے کے بعد جائے نماز کو اس کی مخصوص جگہ پر رکھ کے اس نے رخ بدلا تو وہ پورے وجود کے ساتھ چونکی وہ اپنی مخصوص نشست سے ہٹ کر کیوں بیٹھا تھا اس وقت تو صوفہ کم بیڈ میں دھنس کر اس کے کندھے پر سر ٹکائے وہ اس سے دن بھر کے معمولات شیئر کرتی تھی اور چائے یا کافی سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ صرف اس کو سنتا تھا۔ اس وقت پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے اپنی بیوی کو کچھ بتایا تھا اور وہ کمرے کے وسط میں کھڑی کھڑی زمین میں دھنس گئی تھی۔

وہ شخص آج عمر کے اس حصے میں اپنی پہلی اولاد کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا تو اس کی وجہ کیا تھی جہاں بیٹی نظریں ملا کے کہہ رہی تھی۔

''آپ کو میری میرڈ لائف میں انٹرفیئر (مداخلت) کا کوئی حق نہیں۔''

اس جواب پر دم بخود رہ گیا تھا مگر اس نے جان لیا تھا کہ اس کے لہجے میں کیا بول رہا تھا۔ اس کے باپ کا گھر بھی بہت بڑا تھا، یہاں وہ ہر آسائش کے ساتھ پلی بڑھی اس نے اپنی ضروریات پر پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا، آج وہ جان چکا تھا کہ باپ کے گھر میں بوڑھی ملازمہ سے بھی ادب تمیز کے ساتھ بات کرنے والی اس کی بیٹی کے لہجے میں دولت نہیں بلکہ اس کا ماحول بول رہا تھا۔ اس کی اپنی اندھی لاپرواہیوں کے نتیجے میں جو کچھ غلط ہو چکا تھا، اس کے صحیح ہونے کی دعا کر سکتا تھا اور جو ہونے جا رہا تھا اس کے لیے اپنے اختیارات استعمال کرنے کے بعد اب صرف فیصلہ سنانے کی ضرورت تھی، اس نے بیوی کو کچھ بتایا تھا جسے سننے کے بعد وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔

''سب کچھ طے ہو چکا ہے۔ منگنی کی ڈیٹ تک فائنل ہے، ایسے میں آپ لڑکی والوں کو ایک معذرتی انکار تھما آئے ہیں، آپ اتنا بڑا فیصلہ شہود کی اور میری مرضی کے بغیر کیسے کر سکتے ہیں۔''

وہ کہنا چاہتی تھی مگر خاموش رہی۔ شوہر کے چہرے پر ایک حتمی فیصلہ درج تھا جس کا اعلان ہو چکا تھا۔

''میں نے شہود سے بات کی تھی۔ وہ مایا کے ساتھ جذباتی طور پر یا کسی بھی طرح کمیٹڈ نہیں تھا بالغرض ایسا ہوتا تب بھی میں اپنے بیٹے کو سمجھانے کے لیے آخری حد تک جاتا۔''

یاقوت کے اندر کئی سوال سر اٹھا رہے تھے جلال نے صرف اس کے ایک سوال کا جواب دیا تھا، وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ وہ اپنی سلطنت کی حاکم تھی۔ اس کا فیصلہ مسترد ہوا تھا۔ منت سماجت اس کی سرشت میں نہیں تھی، اس حاکم کے لیے حکم برداشت کرنا ایک صبر آزما مقام تھا۔ وہ سیدھی گردن کے ساتھ کھڑی تھی، اسے اپنی گفتگو کا حرف، حرف ناپ تول کر ادا کرنا تھا اسے ظاہر کرنا تھا کہ شوہر کے فیصلے سے اسے کچھ اختلاف نہیں۔

''میری کمٹمنٹ، میرا سرکل...... آپ نے میری سوشل اور مورل ویلیوز کے بارے میں کچھ نہیں سوچا کوئی بات نہیں مگر ایک لڑکی پر اپنی پسندیدگی اور رشتے کی مہر لگا دینے کے بعد اسے بلا وجہ رد کر دینا کیا خاندانی لوگوں کو زیب دیتا ہے۔'' وہ اپنے مخصوص تحمل کے ساتھ گویا ہوئی۔

''بلاوجہ کا انکار کسی کو بھی زیب نہیں دیتا مگر میرے پاس انکار کی وجہ تھی۔''

وہ اس کے سوال پر اندر ہی اندر سلگا، ''عورت ہو یا مرد دونوں کی بے جا آزادی ایک گھرانے پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔'' وہ اس حقیقت کو بھگت رہی تھی مگر اس سے یہ بحث کرنا بے کار تھا۔ اب وہ انکار کی وجہ پوچھ رہی تھی۔

pklibrary.com

وہ شخص جیسے بہرہ ہو چکا تھا کہ اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بنا اسے اپنی سنائی۔

"کل فرصت نکال کر مسز شاہد کو فون کرنا کہ ہم ان کے گھر آنا چاہ رہے ہیں۔" اس بات نے یاقوت کے سر پہ آسمان گرایا تھا مسز۔شاہد کی حیثیت ہی کیا تھی، وہ ایسی فیملیز کو میڈیوکرز میں شمار کرتی تھی، یہ ایک بدصورت فیصلہ تھا جو اس پر مسلط کیا جا رہا تھا۔ وہ عام عورتوں کی طرح لڑتی جھگڑتی، شوہر کا گریبان پکڑ لیتی تو نتیجہ صفر ہی تھا پھر بھی یاقوت نے سوال کیا تھا۔

"نگار میں ایسی کیا خوبی ہے جو مایا میں نہیں؟"

وہ اس سوال کو صبح پر چھوڑ دیتی تو رات بھر جاگتی۔

"تمہارا بیٹا آفس سے اٹھ کر سیدھا گھر نہیں آئے گا۔ نگار اس کے پیچھے بھاگنے کے بجائے گھر بیٹھ کر گاؤدی عورتوں کی طرح اس کا انتظار کیا کرے گی۔" وہ ایک دم ساکن ہوئی وہ خوش گفتار عورت اپنی ہی بات کے بوجھ تلے کسمسا کے رہ گئی وہ کوئی عام عورت نہیں تھی کہ مسز شاہد کی گاؤدی بیٹی کی قسمت پر رشک کرتی۔

☆☆☆

اس نے اگلے چار سال نگار کی قسمت پر نہیں لیکن اس کی برداشت پر رشک کیا تھا۔ اس کا بیٹا باپ کی خواہش پوری کرنے کے بعد اپنی مرضی کی زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے شب و روز میں کسی کے لیے وقت کی کمی تھی تو اپنی بیوی کے لیے تھی وہ پھر بھی خوش باش رہتی تھی۔ یہ کیسی عجیب بات تھی جہاں یاقوت کو اس کی پرسکون حالت ڈسٹرب کرتی تھی تو وہیں جلال بھی بہو کے گہرے سکون پر بے چین رہنے لگا تھا مگر اس کھیل میں نگار ان دونوں سے اچھا کھیل رہی تھی۔

وہ طبیعتاً سادہ تھی مگر بلا کی ذہین تھی، اس نے شادی کے ابتدائی دنوں میں نا صرف ساس کی فطرت کو جان لیا تھا بلکہ سسر سے کسی نا کسی طرح اگلوا لیا تھا کہ مایا جیسی لڑکی کے مقابلے میں وہ اس گھر کی بہو تھی تو کیونکر تھی، اس نے خبر پالی تھی، وہ صرف جلال عالم کا انتخاب تھی تو کن وجوہات کی بنا پر تھی اس گھر میں دیواروں کے کان تھے بھی تو وہ کیا سنتے کہ یاقوت اپنے حریفوں کے خلاف اپنی زبان گنگ اولاد کے سامنے بھی نہیں کھولتی تھی جلال سمیت کوئی بھی نہیں جان پایا کہ اس قدر محبت اور شان سے نگار کو بیاہ کے لانے والی اس کی ساس اس کے ساتھ کر کیا رہی تھی۔ اس کے نومولود بچے کو سارا وقت اپنی نگرانی میں رکھتی کہ اس کی بہو کی صحت بچہ سنبھالنے کے قابل نہیں، بچہ چھ ماہ کا ہوا تو اس نے یہ کہہ کر میڈ ہائر کر لی کہ نگار ادویات کے زیر اثر وقت بے وقت سوئی رہتی ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے معاملات میں وہ اسے اذیت میں مبتلا کرنے کی سچویشن پیدا کرتی تھی اور اس کے بعد ایک خوش آواز ٹھنڈی میٹھی آبشار میں ڈھل جاتی، نگار اس اذیت میں مبتلا ہونے کے باوجود جواب میں اس سے کہیں زیادہ ٹھنڈی آبشار ثابت ہوتی کہ یاقوت کو مات کا سامنا کرنا پڑتا۔

جلال کے لیے بہو کا صبر اور بیٹے کی بے جا آزادی اس کے اعصاب پر اثر انداز ہونے لگی تھی، وہ اکثر چھوٹی، چھوٹی باتوں پر غصہ ہو جاتا۔

"میں شہود کو کئی بار سمجھا چکی ہوں، وہ ہر بار میرا منہ بند کر دیتا ہے کہ جب میری بیوی کو کوئی اعتراض نہیں تو آپ سب کو کس بات کی ٹینشن ہے، اب دیکھیں نا جلال! ہماری بہو بھی تو مٹی کا مادھو ہے۔ اسے اپنے اچھے یا برے کی فکر ہی نہیں۔"

وہ ہنس کے کہتی اور شوہر کو تمسخر اڑاتی نگاہوں سے دیکھتی، وہ دونوں عورتیں کیسا کھیل کھیل رہی تھیں کوئی کیسے سمجھ پاتا۔ یہاں تک کہ ان دونوں میں جو زیادہ خوش باش تھی، وہی کامیاب تھی، اگر خود کو کوئی ناکام تصور کر رہا تھا تو وہ جلال عالم تھا۔

☆☆☆

"عون تمہاری اکلوتی اولاد ہے تمہاری بیوی جانتی ہے کہ وہ دوبارہ ماں نہیں بن سکتی تو جس طرح اس نے بچے کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا ہے، اس طرح تو ہمارا بچہ ذہنی ہی نہیں جسمانی طور پر بھی کمزور ثابت ہو رہا ہے۔ اس کے جذباتی پن سے عون کی شخصیت میں وہ مضبوطی اور مردانگی اجاگر ہو ہی نہیں سکتی جو تم میں

pklibrary.com

یا تمہارے باپ دادا میں تھی۔"
وہ شہود کو کئی دنوں سے عون کی فارن اسٹڈی کے لیے مجبور کر رہی تھی۔ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد اس نے رضامندی دے دی۔
جب یہ بات جلال کے علم میں آئی تو وہ تڑپ اٹھا تھا۔
"ہرگز نہیں، یہ نگار کے ساتھ زیادتی ہوگی۔" وہ بیٹے کے اس فیصلے کے آگے دیوار بن کے کھڑا ہوگیا۔
"کوئی آنسو۔ کوئی آہ......" یاقوت ان دنوں بہو کے چہرے پر نظریں گاڑے اس کی قیامت جیسی بے بسی پر اس کے ضبط کے ٹوٹنے کی منتظر رہتی۔
"شہود نے کوئی انہونی خواہش نہیں کی۔" آپ تاریخ میں جھانک لیں وہ بھی مائیں تھیں جو اپنی اولادوں کو ان کی گھریلو اور جذباتی پرورش کے برعکس انہیں دور دراز کی خانقاہوں اور درس گاہوں میں بھیجا کرتی تھیں۔ میں بھی شہود کی اس خواہش پر راضی بہ رضا ہوں انکل۔"
وہ اس حاکمیت پسند عورت کی امیدوں پر اس کی نرم مسکراہٹ پر خاک ڈالتی ہوئی اس کے سامنے قدم جما کے کھڑی تھی۔ اسے یہ جتاتی ہوئی کہ جلال عالم کا انتخاب بھی کوئی عام عورت نہیں۔ اس وقت ان دونوں عورتوں میں سے جس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں وہی کامیاب ٹھہری تھی۔

☆☆☆

صحن میں ہونے والی کھٹ پٹ نے اسے متوجہ کیا جیسے صدر دروازے کو کھولا گیا تھا۔ وہ کمرے سے باہر آئی اماں کافی دیر سے اسٹور میں گھسی ہوئی تھی۔ بری کا سامان اور دلہن کا زیور گھر میں پڑا تھا۔ اوپر سے ان کا حفاظت کار ایک گھنٹہ قبل فاخر کے ساتھ کہیں نکل گیا تھا باہر اکتوبر کی دوپہر پر سستی غالب تھی۔
وہ برآمدے کے وسط میں آئی تو انہیں دیکھ کے طمانیت بھرا سانس لیا وہ دونوں آگے پیچھے چلے آرہے تھے۔ عون کے ہاتھوں نے خاصا بڑا سا آئینہ سنبھال رکھا تھا جو لکڑی کے نفیس فریم میں مقید تھا جو آگے تھا اس کے نہ صرف ہاتھ خالی تھے، اس کے ہر انداز میں بھی خالی پن نمایاں تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بھائی سے چائے پانی کا پوچھتی، وہ ناک کی سیدھ میں اپنے کمرے میں گھس گیا تو وہ ٹھٹکی، ایسا کیا ہوا تھا کہ فاخر کا چہرہ بالکل پھیکا پڑا ہوا تھا پھر اس نے عون کو دیکھا وہ روٹین کے موڈ میں تھا پھر فاخر کس وجہ سے پریشان تھا۔ وہ دو قدم آگے آگئی۔
"یہ فاخر کو کیا ہوا ہے؟" اس سوال پہ وہ ہلکا سا چونکا، وہ یہ تو نہیں جانتا تھا کہ وہ سب کیا تھا مگر وہ اسے بتا سکتا تھا کہ شوروم کے ویٹنگ روم میں ایک لڑکی اس فاخر نامی کاریگر سے ملنے آئی تھی، اس کا حلیہ اس کی ڈریسنگ اس کی گاڑی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ فرنیچر کا آرڈر دینے آئی ہوگی لیکن اتفاق سے ان کے مابین ہونے والی بات چیت نے ویٹنگ روم کے کارنر ایریا میں کھڑے عون کو ساکن کر دیا تھا لیکن وہ یہ سب کچھ اس مطلب پرست لڑکی کو کیوں بتاتا جو کل تک اس کو اپنا رشتے دار اور فیانسی ثابت کرنے پہ تلی تھی اور آج صبح اس کے نزدیک وہ صرف فاخر اور صباحہ کا رشتے دار تھا۔
وہ اپنے جواب کی منتظر تھی تو اسے ہی دیکھ رہی تھی جب ایک بندہ بہت شارپ اسمارٹ اور مشکوک بھی ہو تو وہ آپ کو سیدھی بات بتانے کے بجائے کچھ الٹا ہی بتائے گا۔ اس نے پل بھر کو رک کے اسے دیکھا پھر آئینے سمیت دولہا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
"اوہ!" بدرا کے ہونٹ گول ہوئے یعنی جب وہ صباحہ کے آگے اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھی تو وہ کہیں پاس ہی تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ عقب میں کھڑی وہ اسے کن نظروں سے گھور رہی ہوگی۔
وہ اندر آیا تو فاخر ظہر کی نماز کی نیت باندھ رہا تھا۔ عون نے کھنکھارتے ہوئے اس سے عروسی شیشے کا وقتی ٹھکانا دریافت کیا۔
"یہیں کہیں کسی بھی جگہ ٹکا دو۔" یہ فاخر کی آواز تھی، عون کو لگا کہ تکبیر پڑھنے والے اس شخص کے لیے یہ عروسی شیشہ ایک دم عام سا ہو گیا تھا، جب وہ شوروم

pklibrary.com

میں نہیں آئی تھی تو لکڑی کے فریم میں اسے فٹ کرتے ہوئے وہ بہت خوش تھا۔ دولہا کے اس مہمان رشتے دار نے گہری احتیاط اور ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے اس قیمتی آئینے کو دیوار کا سہارا دیا۔

اسے یقین تھا کہ اب اس آرائشی آئٹم کو اس کمرے کی کاسنی دیوار کے ساتھ ایک فالتو چیز کی طرح ہی ٹکے رہنا تھا۔

☆☆☆

وہ محلے میں شادی کے دعوت نامے بانٹ کے آئی تھی، اسے اپنی ماں سے اتنی سی امید بھی نہیں تھی کہ تھکی تھکائی بیٹی کی خدمت میں ایک کپ چائے ہی پیش کر دیتی بلکہ اس کے حساب سے بیٹی محلے داروں کے ہاں سے اتنا کچھ کھا پی کر آئی ہوگی کہ رات کے کھانے کی گنجائش اب کہاں ہوگی۔

برآمدے میں کاؤچ پر آلتی پالتی مار کے بیٹھے ہوئے اس نے صحن میں صندوق کھنگالتی ماں پر لاچاری نظر ڈالی پھر اس نے سیڑھیاں اترتے عون کو دیکھا جو چھت پر کام کرتے مستریوں کی نگرانی پر مامور تھا مگر نرگس کی ایک آواز پر فوری حاضر ہو جاتا، ابھی محسن کو اس نے ان آنٹی کے انڈر اپنی ڈیوٹی کا بتایا تو وہ جانے کتنی ہی دیر ہنستا رہا تھا۔

"یعنی کہ تو پچھلے ایک گھنٹے سے وہاں ٹھیکے دار کا کام انجام دے رہا ہے گویا تھامسن کو اس جزیرے پر بے نام و نشان اترنے کی سزا مل رہی ہے، کاش میں نیاز منزل کے اس مہمان اداکار کو اس کریکٹر میں دیکھ سکتا۔" اس نے قہقہہ لگایا۔

وہ ان طنزیہ قہقہوں کے جواب میں کال کاٹ دیتا تھا۔ کچھ واقعات انسان کی پلاننگ سے باہر ہوتے ہیں، جانے کیوں اسے بھی اپنا یہ آؤٹ پلاننگ کریکٹر اب دلچسپ لگنے لگا تھا جیسے کہ واقعی وہ کسی سیٹ پر کسی شوٹ کا حصہ تھا۔

مزید دس منٹ گزرنے کے بعد اب چائے کی طلب میں بدرا کا سر دکھنے لگا تھا۔ اُفوہ اماں کو پتا نہیں کیا چاہیے۔ عون کے ہاتھ میں ایک اور بکسہ دیکھ کر اس نے جان لیا کہ نرگس اس کام کو ابھی جاری رکھے گی، اس نے فوراً کاؤچ چھوڑا، اس کے پاس ایک حل تھا۔

"کچھ گھروں کے کارڈ رہ گئے ہیں، کل خود ہی دے آئیے گا۔" وہ صندوق کھنگالتی ماں کے پاس لمحہ بھر کو رکتے ہوئے بولی۔

اس بات پر نرگس کا ہاتھ رکا۔

"وہ کیوں بھئی؟" وہ چہرہ اٹھا کے برہم ہوئی۔

"وہ اس لیے چونکہ میں اکیلی تھی تو آپ کا آرڈر تھا کہ بھائی کی واپسی سے پہلے آ جانا اگر آپ میرے خدمت گار کو اپنے کام پر نہ لگاتیں تو سارے کارڈ آج ہی بٹ جاتے۔"

وہ چلتے چلتے ہی جوابدہ ہوئی یہ جانے بغیر کہ لفظ خدمت گار پہ کوئی ساکن، صامت، جامد ہوا تھا اس نے اپنے پاس سے گزرتی اس آقا کو شاک کے عالم میں دیکھا جو ننگے پاؤں تھی جس کا ایک جوتا راہداری میں اور دوسرا برآمدے کی پہلی سیڑھی پر پڑا تھا۔

کچن میں آ کر اس نے چولہے پر ساس پین رکھتے ہوئے آگ جلائی، اگر وہ تھامسن تھا تو اس مجکل آئی لینڈ میں ایک عام مسافر کی حیثیت سے کھڑا تھا اگر وہ اس سے کہہ دیتی کہ میرا جوتا اٹھا کر لے آؤ تو خدمت گار کو حکم سے سرتابی نہیں ہوتی، اسے وہاں تین سو پینسٹھ موسموں کو پانے کے لیے ایک عبادت گاہ کے احاطے میں اس وقت تک مٹی کی خدمت پر مامور رہنا تھا جب تک وہ ننگے پاؤں پھرنے والی اس پجارن کا جوتا نہیں تلاش کر لیتا۔

وہ نرگس کی آواز پر حرکت میں آیا جو اسے پانی لانے کو کہہ رہی تھی، وہ اس کی فرمائش پر کچن کی جانب بڑھ گیا۔ اندر باورچی خانے میں اس نے ساس پین کے کھولتے پانی میں پتی جھونکی تو اچانک اسے یاد آیا کہ اسے چائے کو خفیہ رکھنا تھا، وہ دروازہ بند کرنے کی غرض سے بھاگی لیکن وہ عام مسافر چوکھٹ پھلانگ چکا تھا بدرا کا رنگ اڑا کہ پتی کی مہک سارے میں پھیل چکی تھی۔

"اللہ جی مروا دیا ناں۔" اس سے بالشت بھر

pklibrary.com

کے فاصلے پر کھڑا عون کچھ بھی نہیں سمجھا، ادھر پتی کی
مہک کو سونگھتے ہی نرگس کا منہ کھلا تو اللہ کی پناہ۔

"محلے میں سے کوئی بھی منہ اٹھا کر آجائے تو بدرا
بی بی چائے بسکٹ سے کم پر میری ایک نہیں سنتی آج
پورا محلہ گھومنے کے بعد تجھے گھر آ کر چائے بناتے
ہوئے شرم تو آرہی ہوگی۔"

"آہ! وہ کیسے کیسے الفاظ میں اس کی فیاضیوں کی
کلاس لے رہی تھی۔

"مجھے چائے بنانے پر ذرا شرم نہیں آرہی بلکہ
آپ کی اس ادلے بدلے والی سوچ پر آج بھی غصہ
آرہا ہے۔" وہ جواب میں بولی گویا کہ ـــ طبل
جنگ بجا یا گلاس میں پانی انڈیلتا عون سمجھ چکا تھا کہ اس
چائے کو رازداری کی ضرورت تھی تو کیوں تھی۔

"جب آس پڑوس کی نسبت ہمارا شمار کھاتے
پیتے گھرانے میں ہوتا ہے تو اچھی مہمان نوازی ہم پر
فرض ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی اب یوں تھا کہ دونوں
طرف سے گولہ باری ہو رہی تھی۔

"ارے میں پوچھتی ہوں، یہ چائے کا مال
اسباب تمہارے پاس آیا کہاں سے؟" نرگس نے
دوپٹے سے بندھی چابی سنبھالتے ہوئے ایک اہم نکتہ
اٹھایا کہ بیٹی کا جیب خرچ شادی کی وجہ سے آج کل بند
تھا ماں کے اس سوال پر وہ گڑبڑائی اس کے پھیکے
پڑتے چہرے نے کچن میں خالی گلاس رکھنے کی غرض
سے آئے عون کو بدقت مسکرانے پر مجبور کیا، وہ صرف
انڈے چور نہیں تھی۔ بدرا نے اسے تپ کے دیکھا۔

"تمہیں تو مجھے پرسہ دینا چاہیے تھا کہ میری پردہ
دار چائے تمہاری وجہ سے رسوا ہوئی ہے۔" وہ تنک کے
بولی۔

وہ حق، دق ہوا۔ "چائے اور پردہ دار" اس نے
کوشش کی اور قہقہہ ضبط کرلیا، ہاں اس کا چہرہ کھکھلایا تھا،
وہ دیکھ چکی تھی اس نے کچھ سوچا اور غصہ ضبط کر کے گویا
ہوئی۔

"یہ سب عون اپنے خرچے پر لے کر آیا ہے۔
اماں!" ایکگ اسے تھما کر دوسرا ہاتھ میں لیتے ہوئے
وہ باہر کو لپکی۔ بحری جہاز سے اترنے والے اس خوبرو
مسافر کے چہرے پر اترے تحیر سے بے نیاز "اس کے
پاس سے قیمتی خوشبو اٹھتی ہے اور اس کا فون بھی خوب
چمکتا ہے آصف کی دکان پر اس سے بڑا بیٹھتا ہے جو
اسے دھیلا تک نہیں دیتا۔ پچھلے ایک سال سے نوکری
کے لیے دھکے کھانے والے ذکیہ کے بیٹے سے کوئی
پوچھے آخر یہ کماتا کیا ہے، اب جو ہمارا خرچا پانی بھی
اٹھانے چلا ہے، اس سے پہلے کہ وہ اس فیاضی کی مزید
کلاس لیتی۔ بدرا بول پڑی تھی۔

"افوہ اماں!" آج کل کے لڑکے قیمتی خوشبو اور اچھے
فون کے لیے فاقے کر کے بھی جمع جوڑ کر ہی لیتے
ہیں۔"

ذکیہ کے بیٹے سے کوئی پرانی دشمنی نکالنے کے بعد
اب اس کے دفاع میں بولنے والی کی آواز میں ہمدردی
تھی یا شرارت، باہر آتے عون نے اسے ایسے ہی دیکھا
جیسے کسی چالاک ماسی کو دیکھتے ہوں گے۔ وہ جانتی تھی کہ
اس کے پاس ایک ایسی خبر ہے جو اس کی ماں کا موڈ بدل
سکتی ہے۔ اب وہ ماں کے پہلو سے جڑ کے بیٹھی اسے بتا
رہی تھی کہ فردوس جمال کا نیا ڈراما آرہا ہے۔

"ہیں واقعی؟" نرگس خوش ہوئی "تو کیا اس
ڈرامے میں بھی وہ بڈھے والے رول میں آرہا ہے۔"
اس کے لہجے میں کیسا ڈر تھا۔

"افف!" بدرا کا منہ کھلا۔ اب وہ بڈھا ہو رہا ہے
تو پھر افف۔

وہ ہنسنا شروع ہوئی تو ہنستی ہی چلی گئی۔ اس کا پھیکا
چہرہ اب رنگین ہو چکا تھا۔ رسوا شدہ چائے کا پہلا گھونٹ
لیتے اس نوجوان نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسے
بے اختیار ہی دیکھا تھا یہ سچ تھا کہ اس کی غیر سنجیدہ سی
ہلچل دوسروں کی توجہ کھینچ لیتی تھی۔

☆☆☆

بات چل نکلی تھی لیکن یہ سوچنے اور سمجھنے کی بات تھی۔
دو سال بعد وہ لڑکی اچانک فاخر کی زندگی میں لوٹ
آئی تھی اور اس خوش خبری کے ساتھ کہ وہ اپنے والدین کو
اس رشتے پر راضی کر چکی تھی اور اس وقت جب شادی

pklibrary.com

میں صرف دس دن رہ گئے تھے مگر یہ صورت حال بدرا کی سمجھ سے بالاتر تھی۔
"بات نکلی ہے تو اب دور تلک جائے گی۔"
گھٹنوں سے اوپر گرتی گلابی فراک کی کریم کلر جھالر کو لہرا، لہرا کر گنگنانے والی بدرا کو سر پہ پڑتی شام دیکھ کر ہول اٹھنے لگے۔ صبح سے شام ہو گئی تھی مگر بات اس کی فراک کے گھیر برابر بھی نہیں پھیلی تھی، البتہ اس شعر کی مسلسل گردان نے عون کے سر میں درد ضرور چھیڑ دیا تھا جبکہ بدرا کو یہ خدشات ستا رہے تھے۔
رات کو فاخر کے زیر صدارت بیٹھک میں ہونے والی اہم میٹنگ کے دوسرے دونوں مشاورتی ممبران اگر یونہی خاموش رہے تو فاخر کے سسرال جانے کے بجائے بات گھر میں ہی رہ جائے گی اور اس کا بھائی بامراد ہوتے ہوتے نامراد رہ جائے گا سو وہ اپنی مصروفیات ترک کرتے ہوئے صباحہ کے مقابل آ بیٹھی۔
جب وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں تو قریب کہیں اپنے کپڑے پریس کرتا وہ خاموشی سے سنتا رہا، پہلے بحث پھر تکرار پھر جھگڑا، پھر واک آؤٹ۔
واک آؤٹ کرنے والی اب سرف میں ڈوبے پلاسٹک کے پھول پتوں، شاخوں کو برش سے رگڑ رگڑ کے دھو رہی تھی۔ اس نے اہم میٹنگ کے ایک مشاورتی ممبر کو اپنی چھوڑی ہوئی خالی کرسی پر آنی کے روبرو بیٹھتے دیکھا جو کچھ دیر پہلے اس پہ تپ رہا تھا کہ تمہارا بے سرا راگ سن سن کر میرا سر گھوم رہا ہے۔
"ہنہ میسنا کہیں کا۔ سمجھتا ہی نہیں، سر اس لیے گھوم رہا ہے کہ اس کی آنکھیں آف وائیٹ جھالر کے ساتھ ساتھ گھومتی رہی تھیں۔"

☆☆☆

"میرے خیال میں آپ کو فاخر کی کسی بات کا جواب تو دینا چاہیے تھا۔"
بہت ساری باتوں کو ضبط کرنے کے بعد اس کے ذہن نے یہ عام سا سوال ترتیب دیا تھا۔ عون کو لگ رہا تھا ابھی ان دونوں کے درمیان بات چھڑنے کی تو جہت کچھ کلیئر ہو جائے گا۔
وہ اس تھکی تھکی سی عورت کو بغور دیکھ رہا تھا۔
اس نے کھلے رجسٹر پر قلم رکھتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا جیسے رات کو وہ بند ہونٹوں کے ساتھ فاخر کا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔
دو کرسیوں کے بیچ گول میز پر پڑے فون نے میسج ٹون بجائی۔ "اس نے ہم سب سے ایک بات شیئر کی تھی۔ مشورے کی نوبت تب آتی جب وہ اپنا فیصلہ سناتا۔" وہ اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر میسج کھولتے ہوئے بولی۔
یہ اس کی ایک کولیگ تھی جو فارغ اوقات میں دوستوں پر اپنا نفسیاتی میجک آزماتی رہتی تھی۔
"بالفرض وہ مشورہ مانگتا تو آپ کا جواب کیا ہوتا؟" وہ قدرے توقف سے سوچ سمجھ کر گویا ہوا۔ نگاہ اس کے چہرے پر ٹکی تھی۔ اس کے سامنے بیٹھی ہوئی عورت بھی اس کے گھر کا فرد تھی، اس وقت وہ جو بات بھی کرتی ذاتی تجربے کی بنا پر کرتی کہ فاخر اور اس لڑکی کی کلاس میں بھی زمین آسمان جتنا ہی فرق تھا۔
اگر حیران و پریشان ہونے کا موڈ ہو رہا ہے تو سوال کرنے والے کا سوال اسی کو لوٹا دو (اس کے منہ پہ مارو)
اس نے میسج پڑھا ہنہ دلچسپ
صباحہ نے نگاہ اٹھائی وہ کم گو تھا، آج سوال پر سوال کر رہا تھا تو یقیناً بدرا کی طرح موقع کی نزاکت سمجھے بنا اس نوجوان نسل کی طرح صرف فاخر کے جذبات کو دیکھ رہا تھا لیکن ایسی سوچ صباحہ کی بھول تھی
" بالفرض وہ تم سے مشورہ مانگتا تو تمہارا جواب کیا ہوتا؟" اس کا مخاطب عون تھا مگر اس کی نگاہ فون کی اسکرین پر مرکوز تھی۔
صباحہ کی بات پر پھول پتوں کو دھوتی لڑکی نے چہرہ موڑا تو جیسے ایک ناہ کی بدرا نے اپنے منگیتر کو دیکھا تھا، آخران کا رشتہ بھی اسٹیٹس کی بنا پر ہی ختم ہوا تھا۔
"ہر کلاس کی ایک الگ دنیا ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ شادی اپنی کلاس میں ہی کرنی چاہیے ورنہ تو۔"

pklibrary.com

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر بس اسے دیکھا تھا۔

وہ حیران ہوئی بہت زیادہ حیران ۔بدرا سے بھی زیادہ اس کی کولیگ کا میجک چل گیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی سکتی تھی کہ اس ادھورے جملے کے آگے اس کی اپنی کہانی پڑی ہوگی۔

وہ سامنے والی آپا کو گھر میں آتے دیکھ کر صرف رجسٹر اٹھا کر ہی نہیں اور بھی بہت کچھ سمیٹ کر وہاں سے اٹھ گئی تھی ۔دوسری طرف جو اس خوبرو نوجوان کے جواب سے مایوس ہوئی تھی ہاتھوں سے سرف جھٹکتی وہ لڑکی اس کی بات کے ری ایکشن میں جھنجھلاہٹ اور غصے کے مارے اس پر بہت کچھ آشکار کر گئی تھی۔

اس شام عون پر کچھ کلیئر ہوا تھا تو یہ تھا کہ بدرا نامی وہ لڑکی ذکیہ کے بیٹے کو اپنے بچپن کی منگنی ٹوٹنے کے افسوس یا پچھتاوے میں مبتلا دیکھنے کی خواہاں تھی ۔اس کا غصہ اسی جگہ ختم نہیں ہوا تھا جب رات کا پہلا پہر چہار سو پھیلا تو عون نے سنا۔

آج بھی برآمدے کے پرانے کاؤچ پر کچھ نئے منصوبوں کے ساتھ وہ رات گئے تک فاخر کو بغاوت پر اکساتی رہی تھی اور وہ نیند کے غالب آنے تک سوچتا رہا تھا کہ اس لڑکی کے باغی لب و لہجے کے حکم نامے پر ہر ذی شعور کو پناہ مانگنی چاہیے تھی۔

☆☆☆

"اگر بدرا جیسی لڑکی ایک جیسی، بے نیاز اور بے وفا سے واپسی اور وفا کی امید رکھے تو کچھ حیرت نہیں اس کے مزاج پر یہ سب سوٹ کرتا ہے لیکن......" وہ راہداری میں ابھرتے قدموں کی چاپ پر ادھورے جملے کے ساتھ دانستہ خاموش ہوا۔

کیا وہ فاخر کے بارے میں بات کرنا چاہ رہا تھا جس کے کمرے میں دیوار سے کندھا جوڑے وہ آرائشی آئینہ اپنے مستقل ٹھکانے کا منتظر تھا۔ لانڈری کرتی صباحہ اس کی عجیب و غریب تمہید پر یہی سوچ سکتی تھی ،اس بات کو سن کی راہداری پھلانگتی بدرا کا منہ بنا اس نے اپنا نام لیتے اس تبصرہ نگار پر جلتی سی نگاہ ڈالی کیا ایسا تھا کہ وہ بے نیاز اور بے وفا جیسے بیان اس لڑکی کے متعلق جاری کر رہا تھا جو فاخر سے محبت کرتی تھی یا پھر وہ اپنی سابقہ منگیتر کی فیلنگز کو نوٹس کرتے ہوئے اس پر اپنی خوبیاں آشکار کر رہا تھا۔

"ہنہ گھنّا!" اس نے سر جھٹکا ۔ابھی کل رات جب وہ اپنے سیل فون کی گیلری چیک کر رہا تھا تو وہ اندھیرے برآمدے میں کھڑکی سے اندر جھانک رہی تھی ۔اس کے سیل فون کی گیلری ایک سے ایک نامور اور حسین ماڈلز کی تصویروں سے بھری ہوئی تھی عون نے منہ بنائی لڑکی کے چہرے سے نگاہ ہٹا کے رخ بدلا اور بات کا سلسلہ دوبارہ سے جوڑا۔

"لیکن آپ بہت مختلف ہیں تو آپ کے اس مستقل انتظار پر میں متعجب ہوں۔"

وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا تو اس کا لب و لہجہ عام سا تھا مگر وہ سارے حروف ،وہ تمام الفاظ عام نہیں تھے تو وہ فاخر کی نہیں اس کی بات کر رہا تھا وہ بے اختیاری طور پر گڑبڑا کے پلٹی تو اس کے چہرے کا رنگ ہی نہیں اس کے حواس بھی اُڑے ہوئے تھے۔

"کیا مطلب؟" اسے سوال کی ضرورت ہی نہیں تھی اس کے پلٹنے اور نگاہ ملانے کا انداز اس قدر استفساریہ تھا ،اس کی بوکھلاہٹ حیرت کا باعث تھی۔

"میں اس خوش آواز اور غیر مستقل مزاج پرندے کی بات کر رہا ہوں۔"

وہ آم کی چوٹی پر لہراتے سفید ربن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے آہستگی سے جواب دہ ہوا تو وہ گہرا طویل سانس خارج کرتے ہوئے حواسوں میں لوٹی ،وہ پتا نہیں کیا سمجھی تھی۔

"ویسے میرے متعلق تمہارا تعجب ناحق ہے کہ ایسے شوق بدرا نے ہی پال رکھے ہیں۔"

وہ اس سے نگاہ چراتے ہوئے بولی اس کے جواب پر لمبے ڈگ بھرتی بدرا اچانک سے رکی۔ اس کے جواب پر عون کا ماتھا شکن آلود ہوا، یہ سراسر غلط بیانی تھی۔ ایسا کیوں تھا کہ وہ ہر حوالے سے منکر ہو کر صرف حال میں جی رہی تھی جبکہ وہ یہاں اس کا ماضی جاننے آیا

pklibrary.com

تھا۔
"چلو مان لیا کہ یہاں اس پیڑ پر اسے بدرا نے ہی باندھ رکھا ہو گا لیکن ماں بتاتی ہے کہ ادھر آپ کے آبائی گھر میں۔"
روانی میں بولتا وہ لڑکا اسے بہت کچھ یاد دلا رہا تھا اس نے مضطرب سا ہو کر سفید کے بجائے سرخ دوپٹے کو نیل ملے پانی کی بالٹی میں پھینکا۔ اپنے کام میں آج پہلی بار غلطی کرنے والی وہ عورت اگلے لمحے اپنے آبائی گھر میں پہنچ چکی تھی۔
وہ گھر جہاں اسے اپنے باپ کی سینکڑوں مصروفیات میں سے اس کی واحد مصروفیت پرندوں کو دانہ پانی ڈالنا پسند تھا۔ وہ گھر جہاں اس کی دوسری دلچسپی کا باعث دادی کے تخت کے پاس پنجرہ پڑا تھا جس میں بلبلوں کے جوڑوں کا بسیرا تھا جو دادی کا کوئی رشتے دار بطور خاص ایران سے لایا تھا۔
ایک دن اس کی غلطی سے ایک بلبل اڑ گئی تھی شام کو وہ اپنی فراک کا ایک حصہ کاٹ کر املتاس کے پیڑ پہ چڑھ گئی تھی، اپنی دادی سے سنی گئی کہانی میں ایک گمشدہ لڑکی راستے میں جگہ جگہ پیڑوں پہ بندھی اپنی بہن کی سفید پوشاک کے ٹکڑوں کو پہچان کر بالآخر اس تک پہنچ گئی تھی مگر وہ ایرانی بلبل جو اڑی تو املتاس کی اس چوٹی پر اس سفید نشانی کے ہوتے ہوئے بھی کبھی واپس نہیں آئی۔

☆☆☆

گزشتہ کئی سالوں سے اس کی زندگی میں سب ٹھیک چل رہا تھا۔ اسے یاد نہیں جانے کب سے لیکن اس کی زندگی ماضی سے کٹ کر صرف حال میں گزر رہی تھی شاید اس وقت سے جب سے وہ اپنی تمام سیکری بھاوج کے ہاتھ پر رکھنے لگی تھی، تب سے ماضی کے طعنوں تشنوں سے بھی اس کی جان چھوٹ گئی تھی۔
آج شام کو عون کے سامنے سے ادھر ادھر ہو کر اس نے خود کو اور اپنی جس کہانی کو ادھر ادھر کر دیا تھا رات کو بستر پر گرتے ہی وہ اس باب سے کھل گئی جہاں ایک بار پھر وہ اپنے آبائی گھر میں تھی، وہ گھر جہاں اس کی مرحومہ ماں کی صرف تصویریں اور نشانیاں ہی اس نے دیکھی تھیں جہاں ہوش سنبھالتے ہی اس نے اپنے باپ بھائی اور دادی کو دیکھا تھا۔
دادی کی وفات کے بعد اس کے باپ نے رشتے داروں اور دوستوں کے لاکھ سمجھانے کے باوجود دوسری شادی نہیں کی تھی مگر جب اس کا بیٹا اٹھارہ انیس سال کا ہوا تو وہ گھر میں بہو لے آیا تھا، بھاوج کی آمد کے بعد بھی اپنے بھائی سے چار سال چھوٹی صباحہ کے لاابالی اور کام چور مزاج میں کچھ خاص فرق نہیں آیا تھا مگر بلبلوں کا پنجرہ وہ واحد ذمہ داری تھی جو اس نے خوش اسلوبی سے سنبھال رکھی تھی گو کہ اب اس پنجرے میں ایرانی بلبلوں کی جگہ گل دموں کا بسیرا تھا۔
وہ اسکول سے آتے ہی پنجرے کے ساتھ لگ کے بیٹھ جاتی تو چھوٹے موٹے کاموں کے لیے نرگس جو اس کی منتظر ہوتی تھی، دل مسوس کے رہ جاتی۔
ایک دن وہ اسکول سے واپس آئی تو پنجرہ خالی پڑا تھا۔ اس دن دوسری بار وہ املتاس کے پیڑ پر چڑھی تھی اس کے بعد بھی وہ پنجرہ ان پرندوں سے کئی بار آباد ہوتا اور جانے کس کی غلطی سے خالی ہو جاتا۔
وقت گزرتا گیا وہ فاخر اور بدرا کے ساتھ کھیل کود کر پروان چڑھتے ہوئے اکیس بائیس کی عمر کو پہنچ گئی۔
اسے سردیوں کی وہ دوپہر یاد آئی اس دن ابا کے کالج کے زمانے کا ایک خاص دوست آ رہا تھا۔ بھاوج نے اسے اپنے ساتھ کام پر لگا رکھا تھا اس کی نگاہ کے چوکتے ہی وہ وہاں سے کھسک کر اپنی جائے پناہ کی طرف آ گئی اور حسب عادت وہیں سو گئی۔
خاصی دیر بعد جب اس کی نیند ٹوٹی تو باتوں کی آواز سن کر اس نے دو صوفوں کے بیچ پڑے خلا میں سے سامنے کا منظر دیکھا۔ بیٹھک میں موجود اس کا باپ ایک سوٹڈ بوٹڈ بارعب مہمان کے سامنے اسے اپنی اور اس کی کلاس کی جمع تفریق سمجھا رہا تھا۔ وہ شخص ابا کی ہر دلیل کے جواب میں سر جھٹک کر بار بار اپنے مدعا پر آ جاتا۔
اس روز جلال نے اپنے دوست کے آگے اپنے

دل کا اور اپنے ماحول کا ہر بوجھ اتار پھینکا تھا اسی بیٹھک میں سب سے بڑے صوفے کے پیچھے قالین پر لیٹی صباحہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ابا کا یہ شاندار سا دوست یہاں کس غرض سے آیا تھا صد شکر کہ اس کے بیدار ہونے کے بعد جلد ہی وہ دونوں جب عصر کی نماز ادا کرنے مسجد میں گئے تو اس نے اپنی خفیہ پناہ گاہ چھوڑنے میں لمحہ بھر کی تاخیر نہیں کی۔

وہ تو شام کو جب نرگس اسے ڈھنگ سے دوپٹہ اڑھا کر بیٹھک میں لائی تو پینٹ کوٹ میں ملبوس انکل نے اسے اپنے ساتھ بٹھا کر نا صرف اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا بلکہ اس کی دائیں ہتھیلی پر کئی نوٹ بھی رکھے تھے تو وہ حیرانی سے ان کا چہرہ تکتی رہ گئی تھی۔

کچھ لوگ خوشبو جیسے ہوتے ہیں کہ ان سے ملتے ہی بندہ مہک اٹھتا ہے۔ یہ جلال کا خود سے اعتراف تھا اس روز اس نے محسوس کیا اس کے قیمتی لباس میں چھپا اس کا مٹی کا وجود گویا مدتوں بعد مہک اٹھا تھا۔

☆☆☆

آخر ایسا کیا ہوا تھا کہ زندگی میں پہلی بار باہر کشادہ ترین لان میں برستی بارش کی طرح اس کا زور زور سے رونے اور گھر کی ہر پرسکون چیز کو تہس نہس کرنے کا دل چاہا تھا، اس بات پر نہیں جب اس کے شوہر نے کہا تھا۔

"میں جواد کی جلد شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس بات پر بھی نہیں جب اس کے بتائے ہوئے رشتے رد کر کے اس کے شوہر نے سینٹر ٹیبل پر پڑے جوس کے ڈبوں میں سے ایک ڈبے کا انتخاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ لڑکی کا انتخاب کر چکا ہے۔ اتنا بڑا فیصلہ سننے کے بعد بھی یاقوت کا اطمینان قابل دید تھا۔

"ایک ڈرنک اور بہو کا انتخاب کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

ایسا سوچتے ہوئے اس باغ و بہار عورت کی مسکراہٹ اس کی لش گرین ساڑھی کی طرح نرم اور چمکیلی تھی مگر اگلے دن جب جلال نے بیٹیوں کو ڈنر پر اس رشتے کی تفصیل بتاتے ہوئے جواد کو اپنا فیصلہ سنایا تو اور چند منٹ خاموش رہنے کے بعد جواد نے باپ کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔

رئیسہ اور زارا کی ایک خطا پر اس کے شوہر نے بیٹوں کی زندگی کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے تو کیوں ایک شان و شوکت کی مالک یاقوت کی فرینڈز اس کے گرد منڈلاتی تھیں اور اب بھی منڈلاتی تھیں تو اس کی ایک وجہ اس کا چھوٹا بیٹا جواد تھا، ان میں بہت سی ایسی ہوں گی جن کی بیٹیاں یاقوت کی بہو بننے کے خواب دیکھ رہی تھیں۔

اس روز جواد کا اس رشتے کے متعلق اقرار سن کر اس کا زندگی میں پہلی بار با آواز بلند رونے اور گھر کی ہر چیز تہس نہس کرنے کو دل چاہا تھا جواد اب بہنوں سے بات کر رہا تھا جو اسے اشاروں کنایوں میں انکار کا کہہ رہی تھیں جبکہ ان کے سامنے بیٹھی یاقوت سکتے کے عالم میں تھی۔

ملنے کے قابل بھی نہیں تھی، خاندان کے لوگ تو اس سے متاثر تھے ہی لیکن ان سینکڑوں متاثرین میں سرفہرست اس کا شوہر تھا، اسے فی الفور اپنی فلاپ کیفیت سے باہر آنا تھا، یہی وقت مناسب تھا کہ وہ فیصلہ صادر کرنے والے سے بات کر سکتی تھی اگر فیصلے پر نظر ثانی ہو سکتی تھی تو ابھی ہو سکتی تھی سو وہ ہلکا سا کھنکھاری۔

"ایک ماں ہونے کے ناطے تمہیں بتاتی چلوں پہلے شہود پر تم نے اپنا فیصلہ تھوپا، وہ اور چیز تھا لیکن تمہارا یہ آوارہ گرد بیٹا خاصے پراسرار مزاج کا مالک ہے میرے خیال میں تو تمہاری چوائس کے بجائے اس کے سوشل سیٹ اپ سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہی اسے افورڈ کر سکتی ہے، دوسری صورت یوں آناً فاناً شادی کے بجائے اس لڑکی کو انڈر اسٹینڈ کرنے کے لیے اسے کچھ وقت دو۔"

کیا یہ کمال نہیں تھا کہ اندر سے روتی ہوئی وہ عورت جب شوہر سے مخاطب تھی تو اس کے لہجے کا ہار سنگھار قائم و دائم تھا، وہ بولتی رہی تھی اور وہ اسے سن رہا تھا جب وہ خاموش ہوئی تو جلال نے اسے بغور دیکھا

pklibrary.com

اس کے چہرے پر اور اس کی آنکھوں میں بھی محض ایک مشورے کی جھلک تھی، انکار نہیں تھا۔"

"ڈونٹ وری ممی! مجھے بابا کی پسند سے کوئی اختلاف نہیں۔" وہ ماں کے مشورے کو مسترد کرتے ہوئے سُرعت سے بولا۔

کرب سے پہلو بدلتی یاقوت کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بیٹے کا جواب کس طرح بدلتی، یہ حقیقت تھی کہ جلال عالم کو اپنے دوسرے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ کرنے کی جرات اپنی بڑی بہو کے انتخاب کی کامیابی نے دی تھی۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ جواد کے لیے باپ کا فیصلہ ماننے کی وجہ بھی اس کی بھابی لگا رہی تھی۔

رئیسہ اور زارا نے اپنے شوہروں کی برابری پر آ کر ان کا لائف اسٹائل فالو کرتے ہوئے جس طرح اپنی زندگی کو تماشا بنا رکھا تھا تو وہ بھی اپ سیٹ ہو جاتا تھا۔ پھر یہ سوچ کر خود کو بہلا لیتا کہ یہ سب ان کے اسٹیٹس سیٹ اپ کا حصہ ہے مگر شہود کی شادی کے بعد اس نے جانا کہ ایک کمپرومائزڈ بیوی کے ہوتے ہوئے زندگی تماشے نہیں لگاتی، اس کی بھابی شوہر کی من مانیوں اور اکلوتے بچے کی جدائی کے باوجود راضی بہ رضا تھی۔

ان دونوں بھائیوں کے مزاج میں نمایاں فرق تھا شہود صرف اپنے اسٹیٹس سرکل اور اپنی ماں کے حلقہ احباب میں موو کرنے والا بندہ تھا جبکہ جواد کی دلچسپیوں کا مرکز صرف اس کے سیر و سیاحت کے شوقین دوست ہی نہیں تھے بلکہ نگری نگری پھرا مسافر جیسے تمام لوگ تھے، بھلے وہ اس کا مالی ہو یا اس کا ڈرائیور، وہ اپنے ہم مزاج لوگوں کا قدردان تھا۔

اسے نگار جیسی بیوی چاہیے تھی جس نے اپنے شوہر کو آزاد چھوڑ رکھا تھا جب جواد اس شادی کے لیے مکمل طور پر رضامند تھا تو پھر جلال کو کسی دوسرے کے مشورے پر کان دھرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، یوں آناً فاناً صباحہ اس کی زندگی میں آ گئی تھی۔

جواد کو اس چیز سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا کہ اس کی بیوی رف ڈریسنگ میں ننگے پاؤں کیوں پھرتی ہے۔ وہ مالی کی بیوی کے پاس کھڑی ہو کر قہقہے لگاتی ہے یا پھر کچن میں کام کرنے والی ملازمہ کے ہاتھوں پر مہندی کے گل بوٹے کیوں بناتی ہے، اسے اس سے بھی فرق نہیں پڑتا تھا کہ پیتل کا وہ پنجرہ جو دن کے چھ گھنٹے صباحہ کے ہاتھ میں رہتا ہے تو کیوں اور اس میں واقعی ایرانی بلبل تھی یا کوئی دوسرا پرندہ تھا مگر اس کو خدشہ تھا کہ اس کی بیوی کی ان اوٹ پٹانگ حرکات سے اس کی ماں کو فرق پڑ سکتا ہے۔ بالآخر اسے ٹوکنا پڑا۔

"دیکھو یار! تمہیں اپنی کچھ عادات کو بدلنا ہوگا اور اس پنجرے سے بھی فاصلے پر رہنا ہوگا ایسا نہ ہو کہ کسی روز ممی تمہیں اس کے جیسے کسی پنجرے میں بند کر دیں یا پھر تمہاری اس بلبل کے ساتھ تمہیں بھی اڑا دیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا تھا، شادی کے بعد پہلی بار دوستوں کے ساتھ سیر سپاٹے پر جاتے ہوئے وہ شرارتاً اسے تنبیہ کر کے گیا تھا، وہ واقعی محتاط ہو گئی تھی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

اس کا زیادہ وقت نگار کے ساتھ گزرتا تھا۔ یاقوت عالم ان دنوں مصروف اور خاموش رہتی تھی وہ اسے نوٹس کر رہی تھی یا نہیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔

اگلے ایک سال تک سوائے اپنے پوتے عون کے اس نے جیسے باقی سب کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا جن میں سرفہرست اس کی بیٹی رئیسہ تھی۔

☆☆☆

کیا ستم تھا کہ وہ لڑکی دوبارہ اس کی زندگی میں اس وقت آئی تھی جب فاخر کے پاس اپنا کیس لڑنے کے لیے وقت تھا نہ گنجائش تو بالآخر فیصلہ اس عروسی آئینے کے حق میں ہو گیا تھا، رات کو جب وہ اپنی مخصوص دھیمی گنگناہٹ کے ساتھ اسے کاسنی دیوار کے وسط میں آویزاں کر رہا تھا تو ایک صباحہ تھی جو فاخر کی گنگناہٹ پر چونکی نہ حیران ہوئی جیسے وہ اس آئینے کے انجام سے واقف تھی۔

کوئی اگر اپنے اندازوں کے غلط ہونے پر حیران تھا۔ حق دق تھا تو وہ عون تھا۔ فاخر کس دنیا میں رہ رہا تھا جو کروڑوں کی اکلوتی وارث کو چھوڑ کر اپنے ہی جیسی مڈل کلاس لڑکی کے لیے پھر سے اپنا کمرہ سجا رہا تھا۔

pklibrary.com

کیا ایسا ممکن ہے؟ آج کے دور میں بھی لالچ سے بے غرض لوگ موجود ہوتے ہیں؟ نیاز منزل میں رہنے والے فاخر کے لیے وہ رشتہ اہم تھا جو اس کی ماں نے جوڑا تھا۔ عون ایک ناقابل یقین کیفیت میں گرفتار تھا اور بدرا بھی ایک ایسی ہی ناقابل یقین کیفیت سے دوچار تھی۔

فاخر جو یونی کے چار سال اس لڑکی کی محبت میں مبتلا رہا تھا، یہ محبت یک طرفہ بھی نہیں تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب وہ اچھی جاب کے لیے دھکے کھا کھا کر بھی اپنی لائف اس لڑکی کے مقابلے میں سیٹ نہیں کر سکا تو اس کی خواہش سے دستبردار ہو گیا تھا بدرا کے خیال میں جب سب کچھ دوبارہ سے ٹھیک ہونے لگا تھا تو فاخر پھر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

''میں صرف اپنی خوشی کی خاطر دو خاندانوں کو تکلیف اور شرمندگی میں کیسے دھکیل سکتا ہوں۔'' اس نے بپھری ہوئی بہن کو سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ اب اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی تھی نہ معذرت نہ محبت۔

''مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ فاخر نے اس لڑکی کو بہت بڑا دھوکا دیا ہے۔''

اسی قسم کے جملے۔ پاس کرتے ہوئے وہ صباحہ کے بھی گلے پڑ رہی تھی۔ اس کی جذباتی تقریر کے جواب میں عون خاموش نہیں رہ سکا تھا۔

''اس قسم کے جذباتی فیز میں لڑکیاں بنا سوچے سمجھے فیصلے کر لیتی ہیں جو آگے چل کر ان کے لیے خطرناک رخ اختیار کر جاتے ہیں۔ فاخر نے اسے دھوکا نہیں دیا بلکہ اس کی بھلائی کے لیے اسے چھوڑ دیا کہ وہ لڑکی یہ ماحول ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔''

وہ طبقاتی فرق پر چاہے ایک جملہ اگلتا تھا پر وہ اس قدر کاٹ دار ہوتا کہ وہ تلملاتی رہ جاتی اس تلخ کلامی کے بعد وہ اس سے بھی لڑ جھگڑ کر رات سے کمرہ بند ہو چکی تھی۔

☆☆☆

اسی لیے اگلی صبح نیاز منزل پر چھائی خاموشی پچھلے چھ دنوں کے معمول سے ہٹ کر تھی، سنجیدہ چہرے کے ساتھ لائٹ براؤن شرٹ کی آستین موڑے ہوئے اس خوش شکل اداکار کے لیے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ اس خاموشی میں کیا تلاش کر رہا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، وہاں بادل جمع ہو رہے تھے کیا وہ چوری شدہ چائے کی مہک کو مس کر رہا تھا جو باورچی خانے کے دروازے پھلانگ کر کسی بھی چائے کے شوقین کو ڈسٹرب کر سکتی تھی۔

گھر کی خاموشی کو بادلوں کی گڑگڑاہٹ نے توڑا، ساتھ ہی بارش کی موٹی موٹی بوندوں نے ڈربے میں اونگھتی مرغیوں کو شور مچانے پر مجبور کیا۔

اسے بروقت یاد آیا کہ فاخر اور اماں نانی کو لینے اسٹیشن گئے تھے، اس کی نگران اماں جنتاں یقیناً کسی سائے کی آڑ میں لیٹی ہوگی چند سیکنڈز بعد موٹی بوندوں کی ٹپاٹپ میں جالی دار دروازے کی ہلکی کھٹاک مدغم ہوئی، اماں جنتاں کی چارپائی برآمدے میں لگاتے عون نے دیکھا وہ صحن کی اشیاء کو سمیٹنے کے لیے ہر ایک کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئی، موٹی بوندوں سے شروع ہونے والی بارش بوچھاڑ میں بدلی تو اس کی نحیف باڈی گارڈ ٹھٹھر کے رہ گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اماں جنتاں چائے بسکٹ کی شوقین تھی مگر اس وقت چائے اس کی ضرورت تھی، اچھا خاصا بھیگ چکی بدرا اب کچن میں چائے بنا رہی تھی۔ وہ اماں جنتاں کو بیٹھک میں بٹھا کر باہر برآمدے میں آیا تو نگاہ واش بیسن کے آئینے سے ٹکرائی تو اسے یاد آیا کل وہ اسی جگہ پر کھڑا تھا وہ سامنے آئینے کے آگے کھڑی تھی۔ کتنی ہی دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ وہ مڑ میں اپنا چہرہ نہیں بلکہ آئینے میں نظر آتے عون کو یک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔ کبھی کمرے کے اندر جالی سے چپکی تھی بیٹھک کی کھڑکی کی کسی درز سے لگی، وہ اسے دیکھتی تھی وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ عون عالم کو نہیں ذکیہ کے بیٹے کو دیکھتی ہے، بارش کا زور جو کچھ دیر پہلے ٹوٹا تھا جیسے ہی اس نے صحن میں قدم رکھا تو وہ پھر سے برسنے لگی، وقت نے اس کے ہاتھ میں جو اسکرپٹ تھمایا تھا، اس میں اپنے کردار کے

pklibrary.com

مطابق وہ محبت جیسی اداکاری کر سکتا تھا۔

اس کی نظر میں وہ اس کا منگیتر تھا۔ تیز ہوتی بارش میں اس کے قدم برآمدے کی جانب پلٹنے کے بجائے آگے بڑھے تھے۔ اب وہ کچن میں کھڑا تھا ان چھ دنوں میں اس گھر کا ہر فرد اس سے اسی بے تکلفی سے پیش آ رہا تھا جتنا وہ ایک دیرینہ رشتے دار کے ساتھ پیش آ سکتے تھے۔

اب وہ اس کے عقب میں کھڑا تھا عون شہود عالم۔

وہ اس لڑکی کو اپنی محبت میں گرفتار ہونے دیتا، یہ کسی صورت نہیں ہو سکتا تھا، ایک ارب پتی اس جادوئی جزیرے پر ایک عام مسافر کی حیثیت سے ایک مقصد کی تلاش میں آیا تھا، اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ عبادت گاہ کے احاطے میں جا کر ایک پجارن سے نظر ملا کے بات کرتا۔

"فکر مت کرو، اگرچہ میں تم سے بھی ناراض ہوں پھر بھی دو کپ چائے نہیں بناؤں گی۔" وہ پلٹ کر اسے دیکھے بنا دھیمے سے مخاطب ہوئی، وہ پلٹ کے دیکھ لیتی تو وہ چہرہ موڑ لیتا۔ وہ محبت کا نہیں چائے کا شوقین تھا، وہ چائے کا کپ اٹھا کر باہر آ گیا۔

وہ جانتا تھا کہ ننگے پاؤں پھرنے والی حسی تھامن کی واپسی کے لیے ایک شرط رکھتی ہے، وہ جانتا تھا کہ چائے کے تین کپ بنانے والی اس کی پشت سے چپکی گیلی شرٹ کو گھور رہی تھی۔

وہ ایک ابھرتی ہوئی ینگ رائٹر کے اسکرپٹ کا کردار نہیں تھا جو نہایت رومینٹک لکھتی تھی، ابھی پچھلے دنوں وہ اس کا اسکرپٹ پڑھ کے تادیر ہنستا رہا تھا۔

"بائی گاڈ یار، مطلب مجھے اپنے ہر سین میں ایک جذباتی لڑکی کا ہاتھ تھام کر اسے محبت جیسے جذبے کا یقین دلانا پڑے گا۔ امپاسبل۔"

وہ محبت جیسے کھیل کا شوقین نہیں تھا۔ وہ کھیل میں بھی محبت کا شوقین نہیں تھا۔

☆☆☆

آج کا دن گزشتہ روز سے مختلف تھا آج اس کے مزاج سے طمانیت غائب تھی تو اس کی وجہ صرف وہی جانتا تھا لیکن آج گھر کے کچن سے چکن کڑاہی کی خوشبو اٹھ رہی تھی تو اس کی وجہ سارا گھر جانتا تھا۔

"شکر ہے، نانی کی بدولت اس گھر کے باسیوں کو اچھی خوشبو تو نصیب ہوئی۔" صحن میں ہاتھ پاؤں چلاتی بدرا کی بڑبڑاہٹیں راہداری کے سرے پر موٹر بائیک دھوتا عون ہی سن رہا تھا جس پائپ سے وہ بائیک دھو رہا تھا۔

ہر اگلے منٹ وہ اسی پائپ سے بالٹی بھرنے آ جاتی، اس کے چہرے پر پھیلی شرارت کو وہ مسلسل نظر انداز کر رہا تھا۔ نرگس اپنے اور اماں کے لیے چائے بنا کر برآمدے میں لے آئی تو اس نے بیٹھتے ہی پلو سے دس روپے کا نوٹ کھولتے ہوئے اسے آواز دی۔

"بدرا چل دوڑ کے انار دانہ لے آ......" بدرا نے جھٹ سے پائپ فرش پر پھینک کر گلے میں جھولتا دوپٹہ اتار کے کندھوں پر پھیلایا۔

عون نے پہلے اسے پھر نرگس کو ایک تلخ سی حیرت کے ساتھ دیکھا، وہ صحن دھو رہی تھی اس کے کپڑے گیلے ہو چکے تھے، اسے بیٹی کے برے بھلے کے بجائے پیسے بچانے کی فکر رہتی تھی۔ ہر طرح کے لباس میں ریمپ پر چلنے والی ماڈلز کے ساتھ کام کرتے اس نوجوان کو اس بھیگی ہوئی لڑکی کے باہر جانے سے کیا فرق پڑتا تھا مگر اسے حیرت ہوئی کہ اسے فرق پڑا تھا جیسے وہ واقعی ان کا رشتے دار تھا۔

"بدرا کو رہنے دیں، میں لے آتا ہوں۔" وہ ٹونٹی بند کر کے تیزی سے خارجی دروازے کی طرف بڑھا۔

"تم تو رہنے ہی دو، کل تمہیں سفید کہا تھا تم کالا زیرہ اٹھا لائے، وہ بھی سونے کے مول، مان لو کہ خرید وفروخت تمہارے بس کی بات نہیں، بدرا کو بھاؤ تاؤ تو آتا ہے نا......"

اس نے بیٹی کے ہاتھ پر بیس کا نوٹ رکھا وہ واپس بائیک کی طرف آیا تو اس کے ماتھے پر گہری شکن تھی، اس نے دروازہ عبور کرتی بدرا کو بھی اسی شکن کے ساتھ دیکھا۔

"کچھ ہوش کے ناخن لو نرگس! فی الوقت گھر میں

لڑکا ہے تو بچی کو دکانوں پر بھگانا کیا مناسب ہے؟"
کلف زدہ سوتی، نارنجی ساڑھی میں ملبوس اماں کی نگاہ عون پر جمی تھی۔
"میں تو سمجھی تھی کہ تم نے بیٹی کو پڑھانے کے بعد گھریلو کاموں میں طاق کر رکھا ہو گا مگر افسوس تم نے اسے صرف خرید و فروخت اور بھاؤ تاؤ ہی سکھا رکھے ہیں۔ تم نے تو نند کے انجام سے بھی کچھ نہیں سیکھا۔ قد، بت، رنگت، مزاج میں تو بدرا پہلے ہی پھوپی کی کاپی ہے، اگر قسمت بھی اس جیسی نکلی تو پھر بیٹھ کے ہاتھ ملتی رہ جانا۔"

نیاز منزل میں کئی سالوں بعد تشریف لانے والی ان بزرگ خاتون نے یہ بات اعلان کرنے والے انداز میں کی تھی۔
اس اعلان پر نرگس یا پھر گیلی قمیص کو دوپٹے سے ڈھانپتی اس لڑکی نے کوئی رسپانس نہیں دیا، اس اعلان پر عون نے کرنٹ کھا کر نگاہ اٹھائی اور اس لڑکی کو آج پہلی بار غور سے دیکھا۔ قد، بت کی حد تک تو ٹھیک تھا مگر مزاج اور عادات ناممکن، ناممکن۔ وہ کیسے یقین کر سکتا تھا کہاں سنجیدہ و باوقار سی صباحہ نیاز اور کہاں یہ ہلچل مچاتی لڑکی، نانی، نواسی کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر بتی کے لتے لے رہی تھیں۔
"اگر یہی حال رہا تو دیکھ لینا تمہاری بیٹی بھی اپنی پھوپی کی طرح سسرال میں اماں باوا کا نام ڈبو کر واپس آ جائے گی۔" وہ بوڑھی خاتون اس دھلے دھلائے صحن میں گرد و غبار جیسے راز کھول رہی تھیں۔
آج یہاں پہلی بار وہ صباحہ کے سسرال کا ذکر سن رہا تھا رنگ بدلتے چہرے کے ساتھ گردن اٹھائے وہ اسی طرف دیکھتا رہ گیا۔ گرے بیل باٹم پر پنک شرٹ، گلے میں ہلکورے لیتا سورج نما لاکٹ ایک کلائی میں موٹی سنہری بریسلیٹ، دوپٹے کا بھیگا پلو نچوڑتی ہوئی وہ نانی کی باتوں پر برے برے منہ بنا رہی تھی مگر وہ خود پر گڑی اس کی نگاہ کو بھی نوٹ کر رہی تھی، جس کے لباس سے اٹھتی قیمتی خوشبو نے آج کل پورے شہر کو مہک سے بھر رکھا تھا۔

☆☆☆

"دیکھو تو ذرا اس نے اپنے پسندیدہ لوگوں کے لیے سالن نکال کر باقی ناپسندیدہ افراد کے لیے شوربہ پتلا کر دیا ہے۔" اس نے اندر آتے عون کو مطلع کیا جس کا موڈ قدرے آف تھا۔
اس نے صبح ساڑھے دس بجے جو کال ریسیو کی تھی تو بدرا کے علم میں تھا وہ کسی فی میل کی کال تھی، دونوں کے درمیان بحث ہوتی رہی تھی، بالآخر ایک جھگڑے پر ختم ہوئی تھی۔
"اب اماں کے ناپسندیدہ افراد جیسا بھی کھائیں اس سے مہنگائی یا ریاست کو کیا فرق پڑتا ہے۔" بدرا نے اس کے سپاٹ چہرے پر غور و فکر کرنے کے بعد بات کا سلسلہ وہی سے جوڑا۔
"خیر فرق تو مجھے بھی نہیں پڑتا کیونکہ تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان بی ہوتا ہے۔"
وہ مسکرائی، اسے یقین تھا کہ وہ اسی کی جانب متوجہ ہے، وہ کچن کاؤنٹر پر دونوں ہتھیلیاں جما کر بلی کی طرح اچھلی، وہ حیران ہوا یہ منظر اس کے لیے نیا تھا اندر لکڑی کی چوکور میز اور اس کے گرد بچھی چار کرسیاں کچن کے لیے ہی مختص تھیں یہاں اگر تینوں وقت کوئی کھانا کھاتا تھا تو وہ بدرا ہی تھی۔
گھر میں جب سے مستریوں کا کام ختم ہوا تھا تو وہ دوپہر کو اس شوروم میں چلا جاتا جہاں فاخر کام کرتا تھا، وہ دونوں رات کا کھانا بیٹھک یا برآمدے میں کھاتے تھے۔
آج کچھ رشتے دار خواتین و حضرات نانی سے ملنے چلے آئے تھے تو بدرا نے اسے کچن میں بلا لیا تھا۔ آج وہ ریلیکس تھی۔ شاید اس نے فاخر کی پچویشن کو سمجھ لیا تھا یا پھر اس کی ناراضی کا دورانیہ طویل نہیں ہوتا تھا۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پایا۔
کچن سلیب پر چڑھی لڑکی واقعی ایک نرالی چیز تھی اس نے کچن کیبنیٹ کی چھت پر سے دہی کا پیالہ دریافت کر لیا پھر اس نے فوجی چھلانگ لگائی تو میز کے اطراف بیٹھے اس واحد فرد کی آنکھیں پھیلیں۔

"تمہاری ان چوریوں کا حساب جب اللہ لے گا تو اس سے بھی مہنگائی یا ریاست کو کچھ فرق نہیں پڑے گا؟" وہ اپنی حیرت اور دلچسپی کو نگاہ میں محفوظ رکھ کے بولا۔

"مجھے اللہ سے مت ڈراؤ کہ پلان اے کے تحت کھانا پینا میری مجبوری ہے۔" وہ منہ بسور کے بولتی ہوئی جب ٹیبل کی طرف آئی تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔ "اگر میں دہی ملا کر ہانڈی کا پانی خشک نہ کرتی تو تم سالن کی شکل دیکھتے ہی بھاگ جاتے۔"

ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"آنی کی تو مجبوری ہے اگر میں ان کی طرح اماں کی مرضی پر جیوں تو ہر نعمت کا اصل ذائقہ بھول جاؤں۔" وہ پلیٹ میں سالن نکالتے ہوئے ہنس کر بولی۔

عون کا ہاتھ رکا اس نے پلان اے کے تحت لنچ کرتی لڑکی پر گہری نگاہ ڈالی۔

"نانی تو کہہ رہی تھیں، تم بالکل اپنی آنی جیسی ہو۔" اس نے سوال کیا تو نگاہ اس کے چہرے پر ہی گڑی تھی وہ درحقیقت اس ایک سوال کے سو جواب سننا چاہتا تھا۔ وہ ایسی تھی، وہ ایسی تھی۔

"وہ ایسی تھیں، اوں، ہنہ میں یقین نہیں کر سکتی۔" اس نے سر کو دائیں، بائیں جھلایا۔ "ان جیسا کوئی بھی نہیں۔ اس وقت یہاں وہ ہوتیں تو اسی پانی جیسے شوربے کو رغبت کے ساتھ کھا رہی ہوتیں۔ پتا ہے کیوں؟"

اس نے عون کی آنکھوں میں دیکھا، رنگ برنگی دنیا دیکھ چکا وہ شخص اس اوٹ پٹانگ لڑکی کی آنکھوں میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا، وہ ان شرارتی آنکھوں کی رنگ برنگی دنیا دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"تالیہ مراد کہتی ہے، انسان کو جو کرنا آتا ہے وہی اسے بچاتا ہے تو آنی کی برداشت ہے۔ جو اس کے کھانے اور اس کی چائے کو مزے دار کر دیتی ہے۔" عون کے جامد انداز میں کرنٹ دوڑا۔ "وہ برداشت کا شیشہ ہے جو سب سے مضبوط ہوتا ہے پھر کانچ سے بنے گھر بھی نہیں ٹوٹتے۔" وہ اسے اپنی آنی کی برداشت کے مزید قصے سنا رہی تھی جب وہ بے اختیار ہی اسے ٹوک گیا۔

"اگر آنی میں اتنی برداشت تھی تو وہ اپنا گھر چھوڑ کر واپس کیوں آ گئی تھیں؟" اس نے سوال کیا۔

بدرا نے کچھ کہنے کو منہ کھولا پھر بند کر لیا کیونکہ وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی، وہ اپنے اس ایک سوال کے سو جواب دے سکتا تھا مگر اس کا جواب ایک ہی جملہ تھا۔

"اتنی خوبیوں کے باوجود بھی وہ اپنی اس دنیا میں واپس آ گئیں تو اس کی وجہ یقیناً کلاس ڈفرنس تھا۔" اس بات پر بدرا نے بے اختیار نگاہ اٹھائی۔

اس کا سابقہ منگیتر اگر رشتہ ٹوٹنے کے ملال میں مبتلا نہیں تھا تو نا سہی وہ فریق ثانی سے دوبارہ سے رشتہ جوڑنے کی خواہش بھی چھین لینا چاہتا تھا۔ بے درد، سنگ دل۔

"ہم لڑکیاں ہر جگہ اور ہر حالات میں گزارا کر لیتی ہیں۔"

وہ کندھوں پر گری لٹوں کو ایک انگلی سے پیچھے ہٹاتے ہوئے یوں گویا ہوئی جیسے اس نے زمانے بھر کی عورتوں کے مستقبل سے ہر فکر والم ہٹا دیا تھا اب کے سامنے بیٹھے مرد کا نہ صرف ہاتھ رکا ساتھ ہی سانس بھی رکی، وہ ذکیہ کا بیٹا ہوتا تو جادوگر بن جاتا اور دنیا بھر کی لڑکیوں کے باغیچے میں روز اک گلابی پھول رکھ آتا، لیکن وہ عون عالم تھا۔ وہ تو صباحہ اور جواد کا رشتہ جوڑنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تھا وہ ذکیہ کا بیٹا ہوتا تو سالوں پہلے ٹوٹی ہوئی ایک منی سی منگنی کو پھر سے گانٹھ سکتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا اب اسے نیاز منزل سے رخصت ہو جانا چاہیے، اگلے پل کھانے کے ٹیبل پر پڑے اس کے سیل فون پر میسج کا نوٹیفکیشن آیا تو ساتھ ہی تھینی کا نام بلنک ہوا، کسی پسماندہ گاؤں میں رہنے والا وہ لڑکا ایک فی میل کا نام بلنک ہونے پر اس کے سامنے گھبرایا نہ اس

نے فون اٹھانے میں جلدی کی تو بدرا کے چہرے پر حیرت ابھری۔
اس نے فون سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔کیا سچ میں وہ بے درد فریق ثانی سے ایک رشتے کے دوبارہ جڑنے کی خواہش بھی چھین لینا چاہتا تھا، بظاہر کھانے کی طرف متوجہ وہ شخص اس کے استعجاب سے باخبر تھا۔

☆☆☆

صبح اس کی اپنی ماں سے بات ہو چکی تھی اس لیے وہ عینی کا میسج آنے پر اپ سیٹ تھا جس کی عمر کا زیادہ حصہ ان کے گھر گزرا تھا پھر بھی اسے اپنے سے تین سال بڑی اس کزن سے ویسا لگاؤ نہیں تھا جیسا نگار کو تھا۔لگاؤ شاید بہت چھوٹا لفظ تھا اس کی ماں کو اس کی کزن سے والہانہ محبت تھی۔
صبح ماں نے بتایا تھا کہ رئیسہ سے جھگڑا ہونے کے بعد عینی کل رات سے عالم ولا میں تھی، وہ جس وجہ سے ناراض ہو کر آئی تھی تو نگار ڈر رہی تھی اگر وہ کوئی انتہائی قدم اٹھا لیتی تو اس کے والدین نے نگار کو ہی مورد الزام ٹھہرانا تھا۔
"میں اسی لیے آپ سے کہتا ہوں کہ اس خودسر لڑکی کی محبت سے اب باز آجائیں۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا۔
"گھر کی بچی کو غیروں کی طرح اس کے حال پر چھوڑ دوں۔"
ماں کے اس جواب پر ان دونوں کے بیچ اچھی خاصی گرما گرمی ہو گئی تھی کہ نگار، صباحہ یا بیٹے کی واپسی کے متعلق بھی بات نہیں کر سکی۔کھانے کی ٹیبل سے اٹھنے کے بعد باہر گلی میں آکر اس نے میسج اوپن کیا تو اس کے پیروں تلے سے زمین کھسکی۔
"تم جہاں بھی ہو، فوری طور پہ واپس آؤ۔میری مما کو اگر میرے حق میں منا سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ آنٹی کو میں اپنی ماں سے بڑھ کر سمجھتی ہوں۔"
عون کے لب بھنچ گئے۔رئیسہ آنٹی اپنے شوہر کو اور اپنی اس اولاد کو الٹے، سیدھے اور پھر شدید الٹے القابات سے نوازتی تھیں تو حق بجانب تھیں۔

"میری ماں جس قدر بھی جذباتی ہے لیکن اپنے اس مسئلے میں تم اسے ٹریپ نہیں کر سکو گی۔"
نیاز منزل کا صدر دروازہ جیپ کافی پیچھے رہ گیا تو اسے کال پر لیتے ہوئے وہ بے حد تلخی کے ساتھ بولا۔
بے نیازی ایک ادا تھی جو عون جیسے ویل ڈریس بندے پر سوٹ کرتی تھی۔اس کے نوٹوں سے بھرے والٹ پر بھی سوٹ کرتی تھی، وہی بے نیازی اس کی عقل کے لیے مضر ثابت ہو رہی تھی۔عینی کو آج پھر افسوس ہوا،
"تمہیں پڑھائے گئے سبق کے مطابق آنٹی جذباتی ہوں گی مگر میں ان جیسی معاملہ فہم عورت سے ابھی تک نہیں ملی۔" وہ افسوس سمیت ایک جلی بھنی کیفیت سمیت جواب میں اس طرح تلخ نہیں ہو سکی۔
"بہر حال اسے عون سے کام تھا۔اگر وہ معاملہ فہم ہوتیں تو تم جیسی ضدی اور خود مختار لڑکی کو اپنے آنچل میں چھپا کر نہ بیٹھی ہوتیں۔" اس وقت وہ جیسے عینی کو کچا چبا جانا چاہتا تھا۔اس خود مختار لڑکی کو احساس تھا کہ وہ اسے کن وجوہات کی وجہ سے ناپسند کرتا ہے مگر اس بے خبر شخص کو احساس تھا نہ اندازہ کہ اس کی ماں اس لڑکی کو کن وجوہات کی بنا پر چاہتی ہے۔
"ایک عورت جس کے اکلوتے بچے کو اس سے چھین کر ابراڈ بھیج دیا جائے تو شکر کرو کہ اس تشنہ عورت کے پاس محبت لٹانے کو کوئی عینی تھی مسٹر عون۔"
وہ ایک گہرا سانس خارج کرتے ہوئے اسی چبھتی ہوئی سنجیدگی کے ساتھ بولی اس کے ایسے لب و لہجے سے وہ ہمیشہ چڑتا تھا۔
"بھاڑ میں جاؤ تم۔" اس نے سرخ چہرے کے ساتھ کال کاٹی۔اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ جسے وہ بھاڑ میں جھونک چکا ہے وہ آئندہ چوبیس گھنٹوں تک اسے آگہی کے کس جہنم میں جھونکنے والی تھی۔

☆☆☆

"لڑکیاں جب چھوٹی ہوتی ہیں تو سوچتی ہیں بڑی ہو کر وہ ڈاکٹر انجینئر یا استانی بنیں گی، میں وہ واحد لڑکی ہوں گی جو سوچتی تھی کہ بڑی ہو کر میں آرٹ کی دنیا میں انقلاب برپا کروں گی۔"

pklibrary.com

نکڑ والے کمرے کی کھڑکی کے ساتھ کھڑی وہ کسی سہیلی سے بات کررہی تھی جواب میں جانے اس کی سہیلی نے کیا کہا تھا کہ کھلکھلائی شام کی خاموشی میں اس کی ہنسی کی آواز دور تک گئی وہاں بھی جہاں چھت پر وہ کھڑا تھا۔

عون کو اس کی آواز میں اتری بے فکری پہ رشک آیا۔ آج اس نے اپنے پروفیشن کے اور ٹی وی انڈسٹری سے منسلک اپنے جتنے دوستوں سے بھی بات کی تھی تو ہر کوئی اپنے کام کے حساب سے ذہنی تناؤ میں تھا۔ کوئی چوبیس گھنٹے کام کر کے بھی فکر مند تھا کہ ان کو کام نہیں مل رہا۔ کوئی اپنے پلان کیے گئے پروجیکٹ کو لے کر اس کا منتظر تھا۔ اس سے ناراض تھا کہ وہ کہاں چھپ گیا ہے۔

اس نے ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو باہم پھنسا کر گردن کے پیچھے ٹکایا کبھی ایسی ہی بے فکری کی بنا پر اسے خود پہ رشک آتا تھا۔ اس کی کامیابیوں اور اس کے رشک پر جس اسے آئینہ دکھاتا تھا۔

''تم جیسا انسان سب کچھ پلان کر کے کامیاب ہوجاتا ہے تو یہ آسانیاں اس کے جینز میں ہوتی ہیں۔''

اس نے سب کچھ پلان کیا تھا۔ اسے صباحہ کی حقیقت جاننے میں صرف چند گھنٹے درکار ہوں گے۔ وہ اپنے پلان میں پہلی بار ناکام ہوا تھا۔ آج اس گھر کے در و دیوار سے سرکتی ساتویں شام تک بھی وہ صباحہ کے دل کا حال نہیں جان سکا تھا۔

وہ آج پہلی بار خود پہ ہنسا۔ دونوں ہاتھوں کو چہرے پر ٹکاتے ہوئے اس کی نگاہ اسی پر ٹکی، واقعی انسان سب کچھ پلان نہیں کرتا۔ کچھ سفر کچھ، منزلیں اور ان منزلوں میں بسنے والے مکینوں کے ساتھ رہنا اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ اسے بھی تو پتا چلنا تھا کہ کوئی دوسری ہستی بھی ہے۔ جس کی بے فکری پر عون عالم رشک کرسکتا ہے۔

آج کے اس روبوٹ جیسے افراتفری کے دور میں آم کے پیڑ کی چوٹی پر لہراتے سفید ربن پر اک عجب خواہش اور اک نرالا انتظار درج تھا، وہاں ربن باندھنے والی کے علم میں نہیں تھا کہ یہ پرندہ ہمارے دیس کے جنگلوں سے کہیں دور بستا ہے اور دوسرے دیس میں بسنے والی یہ بلبلیں ہجرت پسند بھی نہیں ہوتیں جیسے اس کے علم میں یہ نہیں تھا کہ اس پہیلی نما دنیا میں گھومنے والے شوقیہ اداکار کی آنکھیں آج کل اس پر جمی رہتی تھیں تو کیوں وہ پتنگ جیسا مزاج رکھنے والی لڑکی گزشتہ روز سے فلیش بیک میں جاچکی تھی۔

کیسی عجیب بات تھی کہ یہ تفتیش صباحہ جواد کے لیے کھلوائی گئی تھی اور اب اس نوجوان کی خوش نما نظر کے کٹہرے میں بدرا کھڑی تھی کہ وہ صباحہ کی ہم مزاج تھی جس لڑکی کا جواد عالم کے ماضی سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا وہ اچانک سے اس کی نگاہ کا محور بن چکی تھی جس کی گولڈن چین میں سورج چمکتا تھا تو وہ سمجھتی تھی کہ مشرق اس کے لاکٹ میں پنہاں ہے اس کی مسکراہٹ میں اصرار تھا کہ اس کے بریسلٹ میں وہ چابی مخفی ہے جو اسے وقت کے سفر پر لے جاسکتی ہے۔

ننگے پاؤں چلتی بات بے بات ہنستی بدرا کی عادات و اطوار اگر عون کے مزاج کے خلاف تھیں تو پھر ماضی میں یاقوت عالم ایسی بہو کو کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

اس کی برائیاں، اس کی خوبیاں وہ وقت جو اس نے عالم ولا میں گزارا تھا وہ صباحہ کی اس ایج اور ان عادات کو جج کررہا تھا کیسی عجب سچویشن تھی کہ عون اب صباحہ کے بجائے بدرا کو جج کررہا تھا۔

☆☆☆

''ارے، بہن بدرا کا تو نا ہو پوچھو، اب میں جھوٹ موٹ کی خوبیاں بتانے سے رہی۔ سمجھو ہر گن سے خالی ہے نا پہننے اوڑھنے کا ڈھنگ، نا زندگی برتنے کا سلیقہ۔'' تم بس لڑکے والوں کو اس بات پر خوش کر لینا کہ ہم جہیز اچھا بھاری دیں گے۔''

نرگس کی آخری بات پر روحولن کی اتری صورت پہ کچھ بہار اتری ورنہ تو وہ چائے بسکٹ بھول کر نرگس کا چہرہ تکے جارہی تھی، اب تو وہ جہیز والی خوبی کو بنیاد بنا کر بڑی آسانی سے رشتہ کرواسکتی تھی۔

pklibrary.com

نانی کے منہ میں تھرمامیٹر رکھتے عون کی نظر میں ستائش ابھری۔ اس ایک ہفتے میں وہ جان چکا تھا کہ آنٹی حد سے زیادہ کنجوس تھیں مگر ان کی یہ خوبی آج کھلی تھی کہ وہ سچ بولنے میں اتنی ہی فراخدل تھیں۔

اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس سچ پر نانی اور نواسی دونوں کے چہرے سرخ ہو چکے تھے، وہ جسے پہننے اوڑھنے کا ڈھنگ نہیں تھا، اس نے نانی کے سر پر کھڑے اس نقلی ڈاکٹر کی محظوظ ہوتی نگاہ سے اپنی غصیلی نگاہ چرائی۔

آج برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے نانی کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی، ساتھ ہی ہلکا سا بخار بھی ہو گیا تھا۔ تکیوں کے سہارے لیٹی اس دانا بزرگ کے منہ میں تھرمامیٹر تھا وہ بیٹی کو دیکھے جا رہی تھیں جو ارد گرد سے بے نیاز وچولن کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔

"پچھلے دنوں تم نے جس رشتے کا ذکر کیا تھا تو بس آج کل میں لڑکے والوں کو لے آؤ۔ بات بن گئی تو ان شاء اللہ فاخر کا ولیمہ اور بدرا کی منگنی ایک ساتھ نپٹا لیں گے۔" وہ مطمئن و مسرور ہو کر بولی۔

"اس قدر کفایت شعاری۔" وہ نقلی ڈاکٹر متحیر ہوا بالکل اسی طرح جیسے آج دوپہر میں اس نے بدرا کو کچن سے چینی، پتی، گھی حتیٰ کہ آلو تک چراتے اور پھر چھپاتے دیکھا تھا۔

"ہائے ہائے تمہاری تربیت کرتے ہوئے مجھ سے کہاں غلطی ہوئی۔" نانی کا منہ کھلا۔ تھرمامیٹر گیا بھاڑ میں۔

"اپنا دماغ درست کرو نرگس! رشتے اس طرح افراتفری میں طے نہیں ہوتے۔ تم اپنی بچتیں کچن کی حد تک ہی رکھو۔" بیٹی کو اچھی طرح جھاڑنے کے بعد وہ اب رشتے کروانے والی خاتون سے ہمکلام تھیں۔

ان کی نواسی غصے پر بند باندھ کے بیٹھی تھی۔

"آپ کو میری شادی کی جلدی کیا ہے، کسی پر بوجھ نہیں۔ اپنا خرچا خود نکال سکتی ہوں۔"

وچولن کے جاتے ہی وہ تلملاتی ہوئی ماں کے روبرو آئی "اور ہنرمند بھی ہوں۔" اس نے اپنی واحد خوبی کو بیان کرنا ضروری سمجھا۔

"اوہ!" اس اضافی خوبی کا سن کر نرگس کو ہی نہیں عون کو بھی جھٹکا لگا تھا۔ اس نے پوری آنکھیں کھول کر اس انقلاب برپا کرنے والے آرٹ کو دیکھا فرش پر بچھی زرد چٹائی پر اس کا ہنر بکھرا پڑا تھا۔

"یہ تمہارا کپڑوں، ٹین ڈبوں اور پرانے برتنوں پر رنگ و روغن کرنا اگر کسی ہنر میں شمار ہوتا ہے تو کان کھول کر سن لو، تمہیں اس کی پھوٹی کوڑی تک نہیں ملے گی۔"

نرگس نے پہلے بیٹی پر پھر ماں پر سلگتی نگاہ ڈالی۔

منہ کے زاویے بگاڑتی وہ لڑکی اگر اپنی ماں کے چہرے سے نظر ہٹاتی تو دیکھتی کہ حیات منزل کا مہمان اس کے کارناموں پر آج پھر بے وقت مسکرایا تھا۔

اس نے آج ہی جانا تھا کہ نرگس آنٹی دنیا کی کچی ترین خاتون تھیں، اس سلگتی ہوئی لڑکی کو دیکھتے دیکھتے اس کی یادداشت نے کام دکھایا۔ اسے عالم ولا کی دیواروں پر بکھرا آرٹ یاد آیا اسے جلتا ہوا کمرہ یاد آیا وہ بھول گیا کہ وہ ایسی لڑکی پر نگاہ جمائے تھا جس کی نظر میں وہ کسی سجاد کا بیٹا تھا۔

☆☆☆

"یہ سچ ہے کہ ایک شاہکار پینٹنگ تخلیق کرنے کے لیے اس ناسمجھ لڑکی نے شیفون کے پردے کے ساتھ ایک جلتا چراغ رکھ دیا تھا۔ وہ اس دل فریب منظر کو پینٹ کرنے میں محو رہی، یہاں تک کہ پردے نے آگ پکڑ لی تھی، ایسا بالکل بھی نہیں ہوا کہ اسے ایک لگژری کمرہ جلانے کی سزا میں شہر بدر کر دیا گیا تھا۔ چاند جیسی روشنائی والے عالم ولا میں ننگے پاؤں چلنا اگر گناہ تھا تو وہ لڑکی اس گناہ جیسی پاداش میں بھی نہیں نکالی گئی تھی۔"

(دوسری اور آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

pklibrary.com

قرۃ العین خرم ہاشمی

"اماں! میری قمیص کی فٹنگ کر دیں اور سلائی اس طرح لگانی ہے کہ......!"

تانیہ، ہاتھ میں اپنی نئی قمیص پکڑے تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی تو ماں کو دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئی۔ عارفہ موبائل کان سے لگائے، سامنے انگوروں سے بھری پلیٹ رکھے، مزے سے باتیں کرتے ہوئے، اردگرد سے بے نیاز تھیں۔

تانیہ نے گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر بے چینی سے کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔ ساتھ ساتھ وہ رک کر ماں پر بھی نگاہ ڈال لیتی مگر عارفہ اسے نظر انداز کیے خاندانی چغلیوں میں مشغول تھیں۔

"پتا نہیں اماں کا گھنٹہ کب پورا ہوگا؟ کہنے کو تو کوثر خالہ بھرے پرے سسرال میں رہتی ہیں مگر ان کا فون ہر وقت بزی رہتا ہے۔ نجانے اتنی لمبی کالز کرنے کے لیے وقت کیسے مل جاتا ہے؟"

تانیہ بڑبڑاتی ہوئی، جھنجھلا کر جیسے ہی مڑی، عارفہ کو غصے سے گھورتا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔ تمہیں کیا مسئلہ ہے اگر میں اپنے فارغ وقت میں اپنی بہنوں سے بات کرلوں۔ گھر کے کون سے کام رکے ہوئے ہیں؟ صفائی ستھرائی سے لے کر کھانا بنانے تک سب کچھ تو کرلیا ہے۔ ماں کی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ کیا ماں صرف کاموں کے لیے ہوتی ہے اور کیا ماں؟"

عارفہ کی آواز اونچی ہوگئی تھی۔

"بس کردیں میری پیاری ماں! غلطی ہوگئی۔ آئندہ کچھ نہیں کہوں گی بلکہ اپنی پیاری سی ماں کو مزید سستے کال پیکج کا بتاؤں گی۔"

تانیہ کہتے ہوئے ماں سے لپٹ گئی۔ عارفہ کے غصے کا گراف ایک دم نیچے آیا۔ اکلوتی اور لاڈلی بیٹی میں ان کی جان تھی۔ بھلے وہ بی۔اے کی طالبہ تھی مگر ابھی بھی والدین کے لیے چھوٹی سی بچی ہی تھی۔

"اچھا مکھن کم لگاؤ۔ بتاؤ کیا کام ہے۔" عارفہ نے مسکرا کر کہا تو تانیہ نے سکون کی سانس لی اور جلدی سے ماں کو سمجھانے لگی۔ عارفہ نے سر ہلایا۔

"بھلا برانڈز سے آن لائن کپڑے منگوانے کا کیا فائدہ؟ اگر پھر بھی ان پر محنت کرنی پڑے۔ ایک شرٹ اتنی مہنگی ہے جبکہ اتنے میں تو میرے تین سوٹ آجاتے۔"

عارفہ بڑبڑاتے ہوئے سلائی مشین کی طرف بڑھیں۔ تانیہ نے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا اور پھر مطمئن ہوکر، ماں کی چھوڑی جگہ پر بیٹھ کر، انگوروں کی پلیٹ گود میں رکھی اور موبائل ہاتھ میں پکڑ کر سوشل میڈیا کی رنگ برنگی دنیا کی سیر کرنے لگی۔

عارفہ نے کچھ پوچھنے کے لیے تانیہ کی طرف دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

"دوسروں کو باتیں سنانا آسان ہوتا ہے؟"

عارفہ بڑبڑاتے ہوئے سلائی لگانے لگیں۔

☆☆☆

عارفہ نے جلدی سے رات کے وظائف پڑھے اور پھر فون لے کر بیڈ پر نیم دراز ہوگئیں۔ تانیہ اپنے کمرے میں تھی جبکہ ان کے شوہر اسد لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھے۔ سونے سے پہلے عارفہ کو کافی وقت اپنے لیے مل جاتا تھا۔ انہوں نے جلدی سے اپنے سے ایک سال بڑی بہن عاصمہ کو

pklibrary.com

کال ملائی۔ عاصمہ جیسے ان ہی کے فون کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ پہلی بیل پر ہی کال ریسیو کرلی۔

''اتنی دیر لگادی فون کرنے میں؟ پتا بھی ہے کہ میں بی۔پی کی مریضہ ہوں۔ دوائی کھاکر سوجاتی ہوں۔''

حسب معمول عاصمہ نے گفتگو کا آغاز شکووں سے کیا۔

''خیر سوتی تو تم آدھی رات تک نہیں ہو۔''
عارفہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ دونوں میں دوستی بھی بہت تھی اور دونوں میں لگتی بھی تھی۔

''تم کیسے کہہ سکتی ہو؟'' حسب توقع عاصمہ کا بی پی ہائی ہوگیا۔

''بہن! واٹس ایپ پر تمہارا لاسٹ سین دیکھ کر......!'' عارفہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ عاصمہ شرمندہ ہوگئی۔

''وہ تو کامران کے ابا غلطی سے موبائل میں کچھ بھی کھول لیتے ہیں۔ دراصل انہیں بچے والا موبائل استعمال کرنا جو نہیں آتا۔''
عاصمہ نے جلدی سے بہانا بنایا۔

''مگر کامران کے ابا کو تمہاری طرح فیس بک پر ہر ویڈیو شیئر کرنے کا شوق تو نہیں ہے ناں!'' عارفہ نے طنزیہ کہا۔ لیپ ٹاپ پر کام کرتے اسد نے سر اٹھا کر ہنستی ہوئی بیوی کی طرف دیکھا اور ان کا منہ بن گیا۔

''شوہر سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ مرچیں چبائی ہوتی ہیں اور اب دیکھو......!'' اسد بڑبڑاتے اور سر جھٹک کر اپنے کام کی طرف متوجہ ہوگئے۔

''آج تم میری ہر بات پکڑنے کے موڈ میں ہو۔ پہلے ہی میں ارم بھابھی کے گھر سے دکھی آئی ہوں۔''

عاصمہ نے چالاکی سے بات بدلی۔ عارفہ کو یاد آیا کہ اس نے فون کس مقصد کے لیے کیا تھا۔

''ہاں وہ ہی تو پوچھنے کے لیے فون کیا تھا۔ کل بتاؤ کیسا استقبال کیا بھائی، بھابھی نے؟'' عارفہ نے جلدی سے پوچھا۔

''کیا خاک استقبال کرنا تھا؟ بیٹیوں کے استقبال تو میکے میں تب تک ہی ہوتے ہیں جب تک

pklibrary.com

والدین حیات ہوں ۔ والدین کے بعد کون سے بھائی یا بھابھی پوچھتے ہیں؟ میں تو اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر دس دن بعد میکے چلی جاتی ہوں جہاں بھابھی کے پاس اپنی بیماریوں، پریشانیوں کی لمبی لسٹ ہوتی ہے۔ جسے سن کر دل کرتا ہے کہ میں گھر سے ہی کچھ بنا کر لے آتی تا کہ بھابھی صاحبہ کو کوئی زحمت نہ کرنی پڑے۔" عاصمہ نے لمبی تمہید باندھی۔

"ہمارے بھائی کا گھر ہے۔ بھابھی کون ہوتی ہے ہمیں روکنے والی؟ اچھا ہے کہ ہم تینوں باری باری ہر ہفتے میکے کا چکر لگا لیتی ہیں۔ بھائی اور بھابھی پر نظر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہر وقت تو بھابھی صاحبہ نے اپنے گھر والوں کو بلایا ہوتا ہے۔"

عارفہ حسب معمول اپنی اکلوتی بھابھی کے خلاف زہر اگلنے لگی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ جب بھی جاؤ پتلے شوربے کے ساتھ، یخنی پلاؤ بنا کر سامنے رکھ دیتی ہے جبکہ اپنے گھر والے آئیں تو مختلف اقسام کے کھانوں سے دسترخوان سجاتی ہے۔" عاصمہ نے منہ بنا کر کہا تو عارفہ کا خون ابلنے لگا۔

"اگلے ہفتے میں جاؤں گی میکے۔ ایسا کرنا کہ تم بھی آجانا اور کوثر کو بھی بلا لیں گے۔ دیکھتی ہوں کیسے ہمارے سامنے پتلے شوربے بنا کر رکھتی ہے۔ میں تو دوٹوک بات کرنے والوں میں سے ہوں۔ یاد ہے ایک بار پہلے بھی ارم بھابھی کی کلاس لی تھی اور ......!"

عارفہ فخریہ انداز میں اپنا کارنامہ سنانے لگی۔ کچھ دیر کے بعد فون بند کر کے بڑبڑاتے ہوئے بستر پر لیٹنے لگی جب اسد نے سنجیدگی سے اسے پکارا۔

"تم بہنوں کو اپنی اکلوتی بھابھی کی برائی کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے؟ بچے بڑے ہو گئے ہیں۔ ایسی حرکتیں اب اچھی نہیں لگتی ہیں۔"

اسد نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ! آپ کو کیا پتا؟ ہمارے اکلوتے بھائی کو قابو کیا ہوا ہے۔ خیر سے ہمارا بھائی اتنا کماتا کس لیے ہے اگر بہنوں کا خیال نہ رکھے۔"

عارفہ نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"خیر حاشر نے ہمیشہ تم تینوں بہنوں کا خیال رکھا ہے حالانکہ عاصمہ باجی اور تم اس سے تین سے چار سال کے فرق سے بڑی ہو جبکہ کوثر اس سے ایک سال چھوٹی ہے۔ کوثر کے حالات کتنے خراب رہے اور حاشر نے ہمیشہ اس کی مدد کی۔ کبھی کسی بہانے کبھی کسی بہانے۔ گرمیوں میں بہن کو یو پی ایس بھی لگوا کر دیا تھا اور اسے ایک ٹن کا اے سی بھی لے کر دیا۔ اس کے علاوہ!" اسد نے لسٹ گنوانی شروع کر دی۔

"اے سی کون سا نیا لے کر دیا تھا۔ استعمال شدہ تھا۔ اتنا تو بھائی کر ہی لیتے ہیں۔" عارفہ نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔

"چلو جو بھی تھا۔ اس نے ہمیشہ خیال کیا جبکہ کوثر صاحبہ اور ان کے شوہر وقار نے کیا کیا؟ لاپروائی کا مظاہرہ کرنا، چیزیں بیچ دینا اچھی عادت ہے؟" اسد نے تلخی سے کہا۔

"بے چاروں کے حالات خراب چل رہے تھے۔ وقار بھائی کی تھوڑی آمدنی میں تین بچوں کے ساتھ گزارا کرنا آسان تو نہیں۔ میری بہن کی ہمت کی داد دیں۔" عارفہ نے اترا کر کہا۔ اسد تلخی سے ہنس پڑے۔

"تمہاری بہن جس کے گھر کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے خانہ بدوش رہتے ہوں۔ بقول تمہارے سارا دن صفائی ستھرائی کرتی ہے مگر اس کے باوجود ہر چیز پر منوں کے حساب سے مٹی نظر آتی ہے۔ وہ ہی بہن جو ہر فرمائش لے کر بے دھڑک میکے آتی ہے۔ جب تک تمہارے والدین زندہ تھے ماشاءاللہ خوب بھرا ہے اور ان کے بعد یہ ذمہ داری حاشر نبھا رہا ہے۔" اسد نے آئینہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"تو اس میں کیا برائی ہے؟" عارفہ نے تنگ کر کہا۔

"بہت اچھا سوال کیا ہے بیگم صاحبہ! برائی یہ ہے کہ مال مفت، دل بے رحم والی بات ہے۔ جیسے یو

pklibrary.com

پی ایس خراب کر کے دوبارہ ٹھیک کروانے کی زحمت نہیں کی اور اسے بیچ کر پھر تنگ ہوتے رہے جبکہ اے سی کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ سیزن ختم ہوتے ہی اے سی فروخت کر دیا اور پھر اگلے سال ہر طرف دہائی دیتے کہ بچے گرمی میں بلبلا اٹھے ہیں۔ بھلا بندہ پوچھے جب والدین کو بچوں کے گرمی سے بلبلانے کی فکر نہیں ہے تو کوئی تیسرے محلے سے اٹھ کر آ کر کیا ہمدردی کرے گا۔ تم لوگوں نے تو ہمدردی کو بھی تماشا بنالیا ہے اور احسان فراموشی کو اپنا شیوہ۔۔۔!"

اسد تلخ ہو گئے۔ عارفہ کچھ کہتے ہوئے چپ کر گئی کہ اسد کا غصہ مزید بڑھ سکتا تھا مگر یہ سچ تھا کہ کوثر اور اس کا شوہر وقار مفت میں ملی چیزوں کو بے دردی سے استعمال کر کے پھینک دیتے تھے۔

"بہر حال! میرے کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اپنے بھائی، بھابھی کی نیکیوں اور احسان کی قدر کیا کرو۔ تم تینوں کا مل کر، ان کے ساتھ لڑنا یا مقابلہ کرنا بہت غلط سوچ اور رویہ ہے۔"

اسد نے نرمی سے سمجھایا تو عارفہ سر ہلا کر دوسری طرف کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ وہ اسد سے مزید بحث کر کے رات کو تماشا نہیں لگانا چاہتی تھی مگر دل میں وہ اگلے ہفتے میکے جا کر ارم بھابھی کو سبق سکھانے کا تہیہ کر چکی تھی۔

☆☆☆

پروگرام کے مطابق تینوں بہنیں اپنے بچوں کے ساتھ میکے میں جمع تھیں۔ عاصمہ کا بیٹا کامران یونیورسٹی کے پہلے سال میں تھا جبکہ اس سے چھوٹی دونوں بہنیں کالج کے پہلے اور دوسرے سال میں تھیں۔ کوثر کے تینوں بچے اسکول میں تھے۔

"کنول کا یہ سوٹ کہاں سے لیا ہے؟" عاصمہ نے اپنی بھتیجی کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ کنول انجینئرنگ کے دوسرے سال میں تھی۔ ذہین اور بولڈ لڑکی۔

"کنول کو آسانی سے تو کوئی چیز پسند آتی نہیں ہے۔ اپنے باپ کے ساتھ جا کر ہی لائی ہے۔ مجھ سے تو اتنی گرمی میں نہیں بازار جایا جاتا۔"

ارم نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تو حاشر کون سا اسے عام بازاروں میں لے کر جاتا ہے۔ لازمی بات ہے بڑے مالز سے شاپنگ کرتی ہو گی۔ سوٹ بھی ہزاروں میں لگ رہا ہے۔" عارفہ نے فوراً تنک کر کہا۔

"جی پھوپھو! صرف دس ہزار کا ہے۔" کنول نے اطمینان سے جواب دیا تو تینوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے جبکہ تانیہ کا دل کیا کہ اپنا سر پیٹ لے۔ یہ سوٹ تانیہ اور کنول نے ساتھ جا کر ہی پسند کیا تھا اور چار ہزار کا تھا مگر کنول جان بوجھ کر قیمت بڑھا کر بیان کر رہی تھی۔

نتیجہ سامنے تھا۔

"حاشر کے پاس بہت فالتو کے پیسے ہیں۔ بیٹی کو اتنی مہنگی یونیورسٹی میں پڑھا رہا ہے۔ دس دس ہزار کے سوٹ لے کر دیتا ہے۔ کبھی اتنا نہیں سوچا کہ بہنوں سے پوچھ لے کہ انھیں کوئی ضرورت تو نہیں؟" عارفہ نے غصے سے کہا۔

"آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ حکم کریں۔" ارم نے نرمی سے کہا۔

"بس رہنے دو یہ ڈرامے۔ ایسے اچھے بھائی بھابھی ہوتے تو کیا کہنے تھے۔" عاصمہ نے ناگواری سے کہا۔

"کوئی ہم سے پوچھے کہ ہم کم آمدنی میں کیسے گزارہ کرتے ہیں پھر بھی اللہ کا شکر ہے کسی سے شکوہ تو نہیں کرتے۔ بھلے میرے پاس کئی سال پرانے کپڑے ہیں مگر میرے کون سے والدین حیات ہیں جو بیٹی کو پرانے کپڑوں میں دیکھ کر نئے کپڑے فوراً دلا دیں گے۔" کوثر کہتے ہوئے مصنوعی طور پر آب دیدہ ہو گئی۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو۔ ہم دونوں بڑی بہنیں ابھی موجود ہیں۔" عارفہ نے بڑھک مارتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ پھر آپ کس دن کوثر پھوپھو کو شاپنگ پر لے جا رہی ہیں؟" کنول

نے مسکراتے ہوئے سوال کیا تو عارفہ بٹپٹا گئی۔

"ہاں، لے جاؤں گی۔ تانیہ کے ابا سے پوچھ لوں۔" عارفہ نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" ارم فوراً وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھی اور ساتھ ہی بیٹی کو بھی گھورا جو سر ہلاتی ماں کے پیچھے کچن میں چلی گئی۔ حاشر جو ابھی کام سے واپس آیا تھا۔ تینوں بہنوں کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا۔

"اچھا کیا کہ آپ تینوں مل کر آئی ہیں۔ کافی دن ہو گئے ہمیں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے ہوئے۔" حاشر نے خوش دلی سے کہا۔

"اتنی محبت تھی تو بڑی دعوت کر کے بلا لیتے۔ ویسے خالی ہاتھ آئے ہو؟ پتا تو ہوگا کہ ہم آرہے ہیں۔ کچھ مزے کا ہی لے آتے۔"

ہمیشہ کی چٹوری عاصمہ نے جلدی سے کہا۔

"ابھی عادل کو بھیج کر منگوا دیتا ہوں۔ آپ بتائیں کیا پسند کریں گی؟" حاشر نے فرماں برداری سے کہا تو تینوں بہنوں نے سموسے، جلیبی، دہی بھلے اور کوک کی فرمائش کر دی۔ حاشر نے میٹرک میں زیر تعلیم بیٹے عادل کو پیسے دے کر بازار بھیجا۔ جب کچن سے ارم چلی آئی۔

"کھانا تیار ہے۔" ارم نے جلدی سے کہا۔

"اتنی جلدی ہم کھانا نہیں کھاتے اور ویسے بھی حاشر نے کچھ سامان منگوایا ہے۔" عارفہ نے منہ بنا کر کہا۔

"ارم! تم عادل کو پہلے ہی بھیج کر چیزیں منگوا لیتیں۔ اب کھانا کس وقت کھائیں گی اگر سموسے، جلیبیاں ابھی کھا لیں گی تو۔" حاشر نے فکرمندی سے کہا۔ ارم نے حیرانی سے پہلے نندوں اور پھر شوہر کی طرف دیکھا۔

"پاپا! مما نے عادل کو بھیج کر بیکری سے من پسند آئٹم منگوائے تھے ان کے ساتھ ہی چائے پیش کی ہے۔" کنول سلاد کی پلیٹ پکڑے کچن سے باہر آتے ہوئے بولی۔ حاشر نے چونک کر بیٹی کی طرف دیکھا۔

"توبہ ہے بھئی! اس لڑکی کی بہت زبان ہے۔ ہم نہیں کچھ بھی کھا رہے۔ چلو گھر چلتے ہیں۔" عارفہ نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے باجی! غصہ کیوں کر رہی ہیں۔ میں معذرت کرتا ہوں۔" حاشر نے جلدی سے کہا۔ پھر کافی دیر تک حاشر بہنوں کے بگڑے موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش میں منت سماجت کرتا رہا۔ عادل کی لائی سب چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد، کھانا بھی ڈٹ کر کھایا گیا مگر حسب معمول کھانا پسند کسی کو نہیں آیا تھا۔

"ہم جب بھی میکے آتے ہیں، ایک ہی مینو ہوتا ہے۔ ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔ نہ والدین رہے اور نہ میکہ......!"

عاصمہ نے گنجائش سے زیادہ کھاتے ہوئے بھی شکوہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"اگلی بار جب آپ آئیں تو بتا دیجئے گا کہ کیا پسند ہے۔ وہ ہی بنا دوں گی۔"

ارم نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔ شدید گرمی اور حبس کے دنوں میں جہاں اپنے لیے کھانا بنانا مشکل تھا۔ وہاں اتنے لوگوں کا کھانا بنانا، چائے لوازمات پیش کرنا کچن سنبھالنا آسان بات نہیں تھی مگر اس پر بھی کوئی خوش نہیں تھا۔ تینوں بہنیں ہمیشہ کی طرح ناراض ہی میکے سے رخصت ہوئی تھیں۔

"یہ کبھی ہم سے خوش بھی ہوں گی؟" کنول نے منہ بنا کر کہا تو ارم نے اسے گھورا۔

"تم اگر اپنی زبان کو قابو میں رکھتیں تو شاید آج خوش ہی جاتیں مگر......!" ارم نے کہا۔

"مما! غصہ مت کریں۔ وراثت ہے اپنی......!" کنول نے شرارت سے کہا تو ارم منہ بنا کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

"اسد صاحب! آپ میری ایک بات غور سے سن لیں۔"

pklibrary.com

عارفہ نے اونچی آواز میں کہا۔ دروازے سے کان لگائے کھڑی تانیہ نے پریشانی سے ادھ کھلے دروازے سے نظر آتی ماں کی طرف دیکھا تھا۔

"میں نے ساری زندگی آپ کے گھر والوں کے ظلم وستم برداشت کیے۔ ان کی خدمتیں کیں۔ مگر مجھے کیا صلہ ملا؟" عارفہ نے غصے سے کہا۔

"تحمل سے بات کرو۔ یہ ہماری بچی کی زندگی کا معاملہ ہے۔" اسد نے نرمی سے کہا۔

"میری اکلوتی بیٹی کے لیے انہوں نے رشتہ دینے کا سوچ بھی کیسے لیا؟ میں لاہور جیسے بڑے شہر سے اپنی بیٹی کو کسی چھوٹے شہر میں کیوں بھیجوں جبکہ بہت مشکل سے وہاں سے جان چھڑا کر اپنا علیحدہ گھر بنایا ہے۔"

عارفہ نے غصے سے کہا۔

اس کا سسرال منڈی بہاؤالدین کے آس پاس بستا تھا۔ جہاں اس کی نندیں اور جیٹھ آج بھی اپنی آل اولاد کے ساتھ رہتے تھے۔ اسد کے بڑے بھائی نے اپنے اکلوتے اور قابل بیٹے عرفان کے لیے تانیہ کا ہاتھ مانگا تھا۔ دراصل تانیہ اور عرفان ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور اس بات سے عارفہ اور اسد بخوبی آگاہ تھے۔ اسد کو تو یہ رشتہ دل سے پسند تھا مگر عارفہ اس رشتے کے لیے راضی نہیں تھی اور مسلسل انکار کر رہی تھی۔

"تمہاری سوچ احمقانہ ہے۔ شہروں کا کوئی مقابلہ نہیں ہوتا۔ اصل بات قسمت کی ہے اور اچھے لوگوں کے ملنے کی ہوتی ہے۔ عرفان کی اچھی جاب ہے۔ اس کا مستقبل روشن ہے۔ ہماری بیٹی بہت خوش رہے گی۔" اسد نے نرمی سے کہا۔

"میں کبھی اس رشتے کے لیے نہیں مانوں گی اور......!"

عارفہ غصے میں کہتے ہوئے جیسے ہی پلٹی تو اس کی نگاہ نم آنکھوں کے ساتھ واپس پلٹتی تانیہ پر پڑی۔ ایک لمحے کے لیے عارفہ کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ وہ چپ کر گئی۔

"تانیہ کی پسند سے ہم دونوں واقف ہیں۔ تم ٹھنڈے دل سے غور تو کرو۔" اسد نے پھر سمجھانا چاہا۔ عارفہ کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

تانیہ بےزاری سے پچھلے آدھے گھنٹے سے ماں کے پاس بیٹھی، ان کی باتیں سن رہی تھی۔ حسب معمول زیر بحث میکہ ہی تھا۔ تانیہ خاموشی سے ماں کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ سستے کال پیکجز کا سب سے زیادہ استعمال اس کی ماں اور خالائیں ہی کرتی تھیں۔ جن کا ہدف صرف اور صرف ارم بھابھی تھیں۔ عارفہ نے فون بند کیا تو تانیہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"اماں! ایک بات پوچھوں؟" تانیہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ عارفہ نے سر ہلایا۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا کہ آپ بلاوجہ ہی ارم مامی سے بغض رکھتی ہیں۔ ورنہ سچ تو یہ ہی ہے کہ ماموں اور مامی ہمیشہ ہر چیز میں آگے ہوتے ہیں۔" تانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ آج کے دور کی پڑھی لکھی اور سمجھ دار لڑکی تھی جو رویوں کو پرکھنا جانتی تھی۔ عارفہ نے ٹھٹک کر بیٹی کی طرف دیکھا۔

"تمہیں کیوں اپنی مامی سے اتنی ہمدردی ہو رہی ہے؟ کنول سے زیادہ دوستی رکھنے کے بجائے، اپنی خالہ کی بچیوں سے تعلق رکھو۔"

عارفہ نے سختی سے کہا تو تانیہ طنزیہ ہنس پڑی۔

"اماں! کبھی دوستی اور محبت کا اظہار ان کی طرف سے بھی ہوا ہے؟ عاصمہ خالہ کی دونوں بیٹیاں کالج جاتی ہیں مگر ضرورت کے علاوہ کوئی بات یا رابطہ نہیں کرتیں۔ جبکہ کوثر خالہ کی بڑی بیٹی نویں جماعت میں ہے مگر بنتی ایسے ہے جیسے ننھی بچی ہو۔ کنول کا مینٹل لیول، اس کی سوچ، اس کے انداز سب ظاہر کرتے ہیں کہ ماموں اور مامی نے بچوں کی تربیت کی ہے، صرف پالا ہی نہیں ہے۔" تانیہ نے منہ بنا کر کہا۔

"جو بھی ہے میری بہنیں مجھ پر جان دیتی ہیں

اگر کبھی مجھ پر کوئی مشکل وقت آیا تو سب سے پہلے وہ میرے ساتھ کھڑی ہوں گی۔"

عارفہ نے یقین سے کہا۔

"اماں! اس طرح تو تایا ابو بھی ہمیشہ بابا کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں مگر آپ تو انھیں اچھا نہیں سمجھتی ہیں اور۔۔۔!" تانیہ نے تلخی سے کہا۔

اس سے پہلے کہ عارفہ کوئی جواب دیتی، ان کے موبائل پر کسی انجان نمبر سے کال آنے لگی۔ عارفہ نے فون کان سے لگایا۔

"جی میں ان کی مسز بات کر رہی ہوں۔ کیا ہوا؟" عارفہ نے گھبرا کر پوچھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"ہارٹ اٹیک۔۔۔!" عارفہ نے کہتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھا اور تیورا کر صوفے پر گر گئی۔ تانیہ نے چیخ ماری اور تیزی سے ماں کی طرف لپکی۔

☆☆☆

پچھلے تین دن سے وہ ہسپتال میں خوار ہو رہی تھی۔ اسد کو ہونے والا ہارٹ اٹیک بہت سیریس تھا۔ اس کی تمام رپورٹس خراب آئی تھیں۔

عارفہ اور تانیہ کا رو رو کر برا حال تھا جبکہ اسد کے بارے میں سنتے ہی ان کا بڑا بھائی، بھتیجا، دونوں بہنیں، ان کے بیٹے سب ہسپتال پہنچ گئے تھے۔

لڑکوں نے ہسپتال کے باہر باغ میں ڈیرا ڈال لیا۔ شدید گرمی میں وہ سب باہر بیٹھے رہتے کیونکہ اندر صرف ایک شخص کو آنے کی اجازت تھی۔

مگر کوئی دوائی لانی ہوتی یا کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی تو سب لڑکے حاضر ہوتے۔ حاشر اور ارم ہر روز ہسپتال آتے۔ ارم اسد کے لیے پرہیزی کھانے کے علاوہ، عارفہ اور تانیہ کے لیے بھی کھانا بنا کر لاتی۔ کنول اور عادل بھی والدین کے ساتھ پورا خیال رکھ رہے تھے۔

جبکہ عاصمہ اور کوثر صرف ایک بار تھوڑی دیر کے لیے ہسپتال آئیں اور اس کے بعد فون پر ہی رابطہ رکھا۔

"دل تو میرا بھی کرتا ہے کہ ارم بھابھی کی طرح ہر روز ہسپتال کا چکر لگاؤں مگر ہسپتال میرے گھر سے دور ہے۔ اتنا کرایہ لگ جاتا ہے۔"

عاصمہ نے اپنی مجبوری بتائی تو عارفہ چپ رہ گئی۔ وہ بہن سے نہیں کہہ سکی کہ اس مشکل وقت میں ماں جائی کے کندھے سے لگنے کی خواہش دل میں بین کرتی تھی۔

"وقار آفس سے دیر سے آتے ہیں۔ میں اتنی دور کیسے آؤں۔"

کوثر کے پاس بھی بہانا موجود تھا۔ عارفہ یہاں بھی کچھ نہیں بول سکی۔ بعض دفعہ زندگی میں ایسے مقام بھی آتے ہیں جہاں کسی بہت اپنے پر کیا مان ایسے ٹوٹتا ہے کہ پھر بولنے کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا ہے۔ ایسا ہی عارفہ کے ساتھ ہوا تھا۔ ان تینوں نے روزانہ کی بنیاد پر اتنی باتیں کر لی تھیں کہ ضرورت کے وقت کسی کے پاس بولنے کے لیے ہمدردی کے دو بول بھی باقی نہیں بچے تھے کیونکہ انھیں تو صرف غیبت، چغلیاں اور دوسروں کی برائیاں کرنے کی عادت نے ایک دوسرے سے جوڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

"کنول اور تانیہ کچھ دیر میں عادل کے ساتھ ہسپتال آ جائیں گی۔ آپ میرے ساتھ گھر چلیں۔ بہت تھک گئی ہیں۔"

ارم نے نرمی سے عارفہ کے تھکے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسد کی حالت بہت بہتر تھی۔ امید تھی کہ آج کل میں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔

عارفہ نے خاموش نگاہوں سے اس بھابھی کی طرف دیکھا جس کی۔۔۔ کوئی بھی نیکی یا عمل عام حالات میں کبھی نظر نہیں آیا تھا۔

"چچی! میں اور پاپا رات یہاں ہی رکیں گے۔ میں ڈاکٹرز سے مل کر اسد چاچو کی رپورٹس ڈسکس کر لوں گا۔ آپ فکر مت کریں۔"

عرفان نے پاس آ کر تسلی دی تو ارم نے متاثر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا جو گرمی اور حبس کے

pklibrary.com

دنوں میں باہر بیٹھا رہتا تھا۔
"بیٹا! آپ لوگوں کو آئے کافی دن ہو گئے ہیں۔ اچھا کیا کہ اسد بھائی کی بہنوں کو واپس گھر بھیج دیا تھا۔ آپ لوگ بھی چلے جائیں۔ آرام کریں۔ میرا بیٹا یہاں ہے۔" ارم نے نرمی سے کہا۔ اسی وقت تانیہ اور کنول بھی عادل کے ساتھ وہاں پہنچ گئی تھیں۔
"بہت شکریہ آنٹی! مگر جب تک اسد چاچو ٹھیک ہو کر گھر نہیں جائیں گے۔ ہم یہاں ہی ہیں۔ بیماری اور تکلیف میں اگر پیچھے ہٹ گئے تو کیا فائدہ ایسے خون کے رشتوں کا۔" عرفان نے نرمی سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔
"ماشاء اللہ! آپ کے سسرال میں بچوں کی تربیت بہت عمدہ کی گئی ہے۔ ورنہ آج کل بچے کہاں اتنے ہمدرد ہوتے ہیں۔"
ارم نے متاثر انداز میں کہا۔ تانیہ نے جتاتی نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ عارفہ نے نگاہیں چرالی تھیں۔

☆☆☆

"اماں! آپ نے دیکھا کہ مشکل وقت میں کون ہمارے ساتھ کھڑا رہا اور کون نہیں!"
اسد ڈسچارج ہو کر گھر واپس آئے تو ایک دن تانیہ نے موقع ملتے ہی ماں سے کہا۔
عارفہ خاموش نگاہوں سے سامنے رکھے فون کو دیکھ رہی تھی۔ جس پر کچھ دیر کے بعد عاصمہ کی کال آئی تھی۔
"تانیہ! کسی کی مجبوری بھی ہوتی ہے۔ تمہاری دونوں خالائیں کیا کرتیں؟ ان کے گھر دور تھے اور۔۔۔!" عارفہ نے جلدی سے کہنا چاہا۔
تانیہ ہنس پڑی۔
"میں نے ان کا نام نہیں لیا تھا مگر آپ خود ہی سمجھ گئیں کہ میرا اشارہ کس طرف ہے۔" تانیہ نے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا۔
"اماں! بات صرف اتنی سی ہے کہ جو رابطے اور تعلق، دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ مشکل وقت آنے پر وہ ایسے ہی ڈس کنیکٹ ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خلوص یا دل سے نہیں جڑے ہوتے بلکہ مفاد پر چلتے ہیں جس کے سگنل مشکل حالات میں کبھی نہیں ملتے ہیں۔"
تانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ اسی وقت عارفہ کے موبائل پر عاصمہ کی کال آنے لگی۔ تانیہ گہری سانس لے کر اٹھنے لگی۔ تب ہی عارفہ نے ہاتھ بڑھا کر کال کاٹ دی۔ تانیہ نے حیرانی سے ماں کی طرف دیکھا۔ عارفہ مسکرائی۔
"خون کے رشتوں کو مفاد کی نہیں، احساس کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں سمجھ چکی ہوں کہ کسی تیسرے کو ہدف بنانے سے، ہمارے تعلق کا اتفاق اور پیار ثابت نہیں ہوتا ہے۔" عارفہ نے سنجیدگی سے کہا اور فون موبائل اٹھا کر کمرے سے باہر نکلنے لگی۔
"آپ خالہ سے بات تو کر لیتیں۔" تانیہ نے جلدی سے کہا۔ عارفہ نے رک کر بیٹی کی طرف دیکھا جو سب رشتوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتی تھی مگر منافقت کے بغیر۔ ہر رشتے کو اس کے اصل مقام پر رکھ کر......!
"آج کے بچے ہم سے زیادہ سمجھ دار اور مخلص ہیں۔" عارفہ نے دل میں اعتراف کیا تھا۔
"ضرور کروں گی۔ وہ میری بہنیں ہیں۔ ان سے رشتہ کبھی ختم تو نہیں ہو سکتا مگر اب سب سے پہلے مجھے وہ رشتے جوڑنے ہیں، جنہیں سالوں پہلے توڑ چکی تھی۔ تمہاری مامی کا بہت دل دکھایا ہے۔ اس پر اپنے بہتر اخلاق سے مرہم رکھنا ہے اور ہاں یاد آیا تمہارے باپ کے تندرست ہوتے ہی، تمہارے تایا کو رشتے کے لیے ہاں بھی کہنی ہے۔ بھلا عرفان سے اچھا اور نیک داماد ہمیں کہاں ملے گا۔"
عارفہ نے مسکرا کر کہا اور حیران و پریشان بیٹھی تانیہ کو چھوڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔
عارفہ خوش تھی کہ زندگی نے اسے مثبت سبق سکھا دیا تھا۔

☆☆

pklibrary.com

وہی پھر مجھے یاد آنے لگے ہیں
جنہیں بھولنے میں زمانے لگے ہیں

وہ ہیں پاس اور یاد آنے لگے ہیں
محبت کے ہوش اب ٹھکانے لگے ہیں

سنا ہے ہمیں وہ بھلانے لگے ہیں
تو کیا ہم انہیں یاد آنے لگے ہیں؟

ہٹائے تھے جو راہ سے دوستوں کی
وہ پتھر مرے گھر میں آنے لگے ہیں

یہ کہنا تھا ان سے محبت ہے مجھ کو
یہ کہنے میں مجھ کو زمانے لگے ہیں

ہوائیں چلیں اور نہ موجیں ہی اٹھیں
اب ایسے بھی طوفان آنے لگے ہیں

قیامت یقیناً قریب آ گئی ہے
خمارؔ اب تو مسجد میں جانے لگے ہیں

خمارؔ بارہ بنکوی

وہ ہم کو دل میں رکھے گا یا دل سے اب نکالے گا
اُمڈے گا جب تلک پردہ تجسس مار ڈالے گا

میں اکثر جانچنے کو یہ بس اپنا حق جتاتا ہوں
کہاں تک بات مانے گا کہاں پر ہم کو ٹالے گا

کہاں ممکن تعین ہے، تعلق کا رویوں سے
یقیں ہم پر ہے اس کو زخم سب چپ چاپ کھالے گا

محبت کی ڈگر پر جو بھی نکلے، سوچ کر نکلے
سفر یہ وہ نہیں ہے جو یہاں منزل بھی پالے گا

کبھی سوچا گیا جو تھک کے دل کی واگزاری کا
سوال اُٹھا یہی، معروفیت کیا اور پالے گا

چلن اہلِ وفا کا ہے اٹل خاموشیاں ابرکؔ
زمانہ دیکھتا ہے سب، وہ خود قصہ اُچھالے گا

اتباف ابرکؔ

اب کس سے کہیں اور کون سنے، جو حال تمہارے بعد ہوا
اس دل کی جھیل سی آنکھوں میں اک خواب بہت برباد ہوا

یہ ہجر ہوا بھی دشمن ہے، اس نام کے سارے رنگوں کی
وہ نام جو میرے ہونٹوں پر، خوشبو کی طرح آباد ہوا

اس شہر میں کتنے چہرے تھے، کچھ یاد نہیں سب بھول گئے
اک شخص کتابوں جیسا تھا، وہ شخص زبانی یاد ہوا

وہ اپنے گاؤں کی گلیاں تھیں، دل جن میں ناچتا گاتا تھا
اب اس سے فرق نہیں پڑتا، ناشاد ہوا یا شاد ہوا

بے نام ستائش رہتی تھی، ان گہری سانولی آنکھوں میں
ایسا تو کبھی سوچا بھی نہ تھا، دل اب جتنا بے داد ہوا

نوشی گیلانی

یہ منصف بھی تو قیدی ہیں، ہمیں انصاف کیا دیں گے
لکھا ہے ان کے چہروں پر جو ہم کو فیصلہ دیں گے

اٹھائیں لاکھ دیواریں، طلوعِ مہر تو ہو گا
یہ شب کے پاسباں کب تک نہ ہم کو راستہ دیں گے

ہمیں تو شوق ہے اہلِ جنوں کے ساتھ چلنے کا
نہیں پروا ہمیں یہ اہلِ دانش کیا سزا دیں گے

ہمارے قتل پر جو آج ہیں خاموش کل جالبؔ
زمیں کے ذرے ذرے کا مقدّر جگمگا دیں گے

ہمارے قتل پر جو آج ہیں خاموش کل جالبؔ
بہت آنسو بہائیں گے، بہت دادِ وفا دیں گے

حبیب جالبؔ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابوزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہمارا رب بندوں کی مایوسی پر ہنستا ہے حالانکہ اس کی طرف سے حالات کی تبدیل قریب ہوتی ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول! کیا رب تعالیٰ ہنستا ہے؟

فرمایا: "ہاں"

میں نے کہا۔ "ہم ایسے رب کی خیر سے کبھی محروم نہیں ہوں گے جو ہنستا ہے۔"

(مسند احمد)

تلاش

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "الٰہی تو کہاں ہے تاکہ میں تجھ کو تلاش کروں؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب تو نے مجھے ڈھونڈنے کا قصد (ارادہ) کیا تو گویا مجھے پالیا۔"

افضل عمل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ "کون سا عمل تمام اعمال سے افضل ہے؟"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے: "اللہ کی دوستی اور اس کے حکم پر راضی رہنا۔"

اللہ کی چاہت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے داؤد (علیہ السلام) میں اپنے دوستوں سے چاہتا ہوں کہ وہ روحانی رہیں اور کسی چیز کا غم نہ کریں اور دنیا میں کسی چیز سے دل نہ لگائیں۔"

آخرت کے خوف کی فضیلت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو بہت لاغر اور کمزور تھے آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ "تم پر کیا آفت نازل ہوئی ہے؟"

انہوں نے کہا کہ "ہم عذاب آخرت کے خوف سے گھل گئے ہیں۔"

آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تم کو عذاب آخرت سے نجات دے۔"

انہوں نے ایک اور جماعت کو دیکھا جو پہلی سے زیادہ لاغر اور کمزور تھے۔

آپ نے فرمایا: "حق تعالیٰ اپنے کرم سے تم کو تمہاری مراد پر پہنچادے گا۔"

یہاں سے جب آگے بڑھے تو ایک اور جماعت کو دیکھا کو جو پہلے لوگوں سے زیادہ کمزور اور نحیف تھے اور ان کے چہرے آئینہ کی طرح چمکتے تھے آپ نے ان سے بھی وہی سوال کیا۔

انہوں نے جواب دیا "۔ اللہ کے عشق نے ہم کو اس طرح گھلا دیا ہے۔"

یہ سن کر آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "تم مقربین بارگاہ الٰہی ہو۔ مجھے حکم ہوا کہ میں تمہاری صحبت میں رہا کروں۔"

اللہ سے شرم

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ام ہارونؒ سے پوچھا "کیا تم موت سے راضی ہو۔"

انہوں نے جواب دیا۔ "نہیں۔ میں موت نہیں

pklibrary.com

چاہتی۔"
انہوں نے پوچھا۔"اس کا سبب کیا ہے؟"
ام ہارون نے کہا۔"اگر میں کسی بندے کی قصور وار ہوتی ہوں تو اس شخص کو دیکھنا پسند نہیں کرتی اس کے سامنے ٹھہرنے سے شرم کرتی ہوں اور جبکہ میں گناہوں میں غرق ہوں۔ تو اللہ کے سامنے کس طرح جاسکوں گی۔"

موتی مالا

☆ ہماری عادتیں ہماری ذات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اعلا کارکردگی بھی ایک عادت ہوتی ہے۔ (ارسطو)

☆ جو ذمہ داری خواہش بن جاتی ہے، وہ بالآخر مسرت میں ڈھل جاتی ہے۔ (جارج گرلٹز)

☆ ہمارے آج کے شک ہماری کل کی کامیابی کو ناکامی میں بدل دیتے ہیں۔ (فرینکلن ڈی روز ویلٹ)

☆ خوشامد احمقوں کی غذا ہے۔ (جوناتھن سوئفٹ)

☆ کمزور آدمی بدتمیزی و ناشائستگی کے ذریعے مضبوطی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (ایرک ہوفر)

☆ عظیم ذہنوں میں خواب ہوتے ہیں اور پست ذہن میں خواہشیں (واشنگٹن اورنگ)

باکردار شخصیت

کردار ان عناصر کا مجموعہ ہوتا ہے دیانت داری، بے غرضی، عقل مندی، جرأت وفا اور احترام۔
ایک باکردار اور خوش گوار شخصیت کا حامل فرد کیسا ہوتا ہے؟

☆ وہ متین اور باوقار ہوتا ہے۔
☆ وہ عجز و انکسار کا حامل ہوتا ہے۔
☆ وہ مستقل مزاج اور ثابت قدم ہوتا ہے۔
☆ وہ دوسروں کا بہت خیال رکھتا ہے۔
☆ وہ دولت اور خاندانی وجاہت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔
☆ وہ اپنی تعمیر کے لیے دوسروں کو تباہ نہیں کرتا۔
☆ وہ غریبوں اور امیروں سب کے ساتھ یکساں تعلق رکھتا ہے۔
☆ وہ نرم گفتار ہوتا ہے۔
☆ وہ ذمہ داری قبول کرتا ہے۔
☆ جیت ہو یا ہار وہ ہر صورت میں باوقار رہتا ہے۔
☆ وہ نظم و ضبط کا پابند ہوتا ہے۔
☆ وہ اپنی حدود میں رہتا ہے۔

مثبت سوچ

مثبت سوچ آپ کی شخصیت کو خوش گوار بناتی ہے۔ دوسروں کے رویوں کی مثبت تعبیر کریں، اگر ہم مثبت باتیں سوچیں گے تو ہماری شخصیت خوش گوار ہوجائے گی اور ہم اچھے تعلقات استوار کرسکیں گے۔
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم کسی کو فون کرتے ہیں اور وہ موجود نہیں ہوتا۔ ہم پیغام چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ دو دن تک ہمیں جوابی کال نہیں کرتا۔ ہمارے ذہن میں پہلا خیال یہ آتا ہے۔"اسے میری پرواہ ہی نہیں ہے۔" یا اس نے مجھے نظر انداز کردیا۔"
یہ منفی سوچ ہے۔ ایک مثبت سوچ کے حامل شخص کی سوچ یہ ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے۔
☆ اس نے فون کرنے کی کوشش کی ہو لیکن نیٹ ورک میں خرابی کی وجہ سے کال نہ مل سکی ہو۔
☆ ہوسکتا ہے، وہ جوابی کال کرنا بھول گیا ہو۔
☆ ممکن ہے وہ کسی الجھن یا پریشانی کا شکار ہو۔
☆ وجوہات بہت سی ہوسکتی ہیں۔ دوسرے شخص کو ہمیشہ شک کا فائدہ دینا چاہیے اور مثبت سوچنا چاہیے۔

اقوال زریں

☆ زیادہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کے

pklibrary.com

پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

☆ نیک بننے کے لیے اتنی کوشش کریں جیسے حسین بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆ اعتماد وہ شیشہ ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں بنتا۔

☆ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی مگر محنت کا نتیجہ صحت اور دولت ہے اور کاہلی کا نتیجہ بیماری اور افلاس ہے۔

چھینک میں الحمدللہ اور جدید سائنس

پروفیسر نصر اللہ خان صدر شعبہ اسلامیات، اسلامیہ کالج لاہور فرماتے ہیں کہ انگریز ڈاکٹر نے جب یہ حدیث پڑھی کہ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان چھینکے وہ الحمدللہ کہے۔ جو مسلمان پاس بیٹھا ہو وہ یرحمک اللہ کہے اور پھر چھینکنے والا جواب میں یہدی کم اللہ کہے تو اس نے سوچا کہ ایک معمولی سے کام پر اتنی دعائیں پڑھنے کی وجہ کیا ہے؟

اس نے تحقیق کی اور پتا کیا کہ اتنی دعائیں پڑھنا فضول نہیں، بلکہ اللہ کا شکر ہے کیونکہ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ دماغ کی رگوں میں ہوا رک جاتی ہے۔ اور قدرت نے اس کو نکالنے کے لیے ایک پریشر کا انتظام کیا ہے۔ اس طرح چھینک کے پریشر کے ذریعے ہوا ناک کے راستے خارج ہوتی ہے۔

اگر یہ ہوا رکی رہے تو فالج کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس لیے چھینکنے والے کے لیے الحمدللہ پڑھنا اللہ رب العزت کی اس نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔

تمام دن کی مصروفیات زندگی میں انسان مختلف امور سرانجام دیتا ہے۔ بعض حضرات کا پیشہ ایسا ہے کہ انہیں گرد و غبار میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح گرد و غبار ناک تک پہنچتا رہتا ہے۔ قدرت نے ناک کے بالوں کو دراصل انہی ذرات اور غبار جس میں موجود جراثیموں کے روکنے کا اہم کام عطا فرمایا ہے۔

چھینکنے سے یہ غبار اور جراثیم باہر نکل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چھینک کی ہوا اتنی زوردار ہوتی ہے کہ کسی جراثیم، گرد و غبار کو وہاں رکنے کی مہلت نہیں ملتی۔ اگر یہی جراثیم اور گرد و غبار اندر چلے جاتے تو بے شمار امراض کا باعث بنتے۔ اللہ پاک نے چھینک کے نظام کو ان تمام امراض کے دفعیہ کے لیے تریاق بنادیا ہے۔

دکھ

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا آپ یاد دلانا چاہتا ہے اسے دکھ کا الیکٹرک شاک دے کر اپنی جانب متوجہ کرلیتا ہے۔ دکھ کی بھٹی سے نکل کر انسان دوسروں کے لیے نرم پڑجاتا ہے۔ پھر اس سے نیک اعمال خودبخود اور بہ خوشی سرزد ہونے لگتے ہیں۔ دکھ تو روحانیت کی سیڑھی ہے۔ اس پر صابر وشاکر ہی چڑھ سکتے ہیں۔

(بانو قدسیہ کی کتاب، دست بستہ ہے، انتخاب)

روزی دینے والا

حضرت حاتم ایک مرتبہ سفر پر جانے لگے تو اپنی بیوی سے فرمایا۔

"میں چار مہینے تک باہر رہوں گا تمہارے واسطے کس قدر خرچ مہیا کروں۔"

انہوں نے جواب دیا۔ "جس قدر آپ کو میری زندگی منظور ہے۔"

حاتم نے جواب دیا۔ "تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں نہیں۔"

حضرت حاتم چلے گئے تو ایک بڑھیا نے پوچھا۔ "حضرت حاتم آپ کے واسطے کتنی روزی چھوڑ گئے؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "حضرت تو خود ہی روزی کھانے والے تھے، جو کھانے والا تھا وہ چلا گیا جو دینے والا ہے۔ وہ یہیں ہے۔"

☆☆

pklibrary.com

ثوبیہ قطب ——— کراچی

تیری یاد کی خوشبو میرے دامن سے لپٹی ہے
بڑا ——— اچھا سا لگتا ہے تمہیں ہی سوچتے رہنا

فاکہہ سہیل ——— کراچی

اس نے جب جب بھی مجھے دل سے پکارا محسن
میں نے تب تب یہ بتایا کہ تمہارا محسن
ہو گیا جب یہ یقین اب وہ نہیں آئے گا
آنسو اور غم نے دیا دل کو سہارا محسن

عنسا احمد ——— پتوکی

سفر منزل شب یاد نہیں
لوگ رخصت ہوئے کب یاد نہیں

علیشہ عرفان ——— لاہور

کچھ تو کسی سے ترک تعلق کا ہے سبب
وعدے سے بے سبب تو مکرتا نہیں کوئی
ایسے میں ہو گئی ہے ملاقات کس طرح
ملتا ہے راہ میں تو ٹھہرتا نہیں کوئی

سحر احمد ——— اسلام آباد

اپنے لیے بس ایک محبت ہی ہے بہت
ہم ——— کوئی بھی غلطی ہو، دوبارہ نہیں کرتے
جب تک وہ سلامت ہے عداوت کا مزا ہے
دشمن کو کبھی جان سے مارا نہیں کرتے

حسن شعیب ——— کراچی

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے

نادیہ یاسر ——— گوجرہ

دن سہانے تلاش کرتے ہو
تم خزانے تلاش کرتے ہو
وہ پلٹ کر کبھی نہ آئیں گے
جو زمانے تلاش کرتے ہو

نمرہ عاقب ——— گرین سٹی

دل میں یادوں کو ہم نہیں رکھتے
اس لیے کوئی غم نہیں رکھتے
زخم دل تو چھپا لیے ہم نے
اشک لیکن تھم نہیں رکھتے

خالدہ جیلانی

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ

فضہ بلال ——— فیصل آباد

مشکل کہاں تھے ترک تعلق کے فیصلے
اے دل مگر سوال تیری زندگی کا تھا

مہناز رانی ——— نامعلوم

کبھی یادوں کو ہوا دیتی ہیں
بارشیں اور جلا دیتی ہیں
بوندیں مٹی پر پڑیں تو تیرے
نقش خوشبو سے بنا دیتی ہیں

سونیا ربانی ——— قاضیاں محلہ بالا

اچھی ہوں یا بری ہوں خود اپنے لیے ہوں
میں خود کو نہیں دیکھتی اوروں کی نظر سے

عائشہ ——— کراچی

اپنے مزاج سے میں خوب واقف ہوں فراز
تھوڑے لوگوں سے ملتا ہوں مگر مخلص ہو کر

بشریٰ محسن ——— کراچی

ہم اسے یاد بہت آئیں گے
جب اسے بھی کوئی ٹھکرائے گا

تحریم ——— حیدرآباد

کھیل پرکھا ہوں میں زمانے کے اصولوں پہ محسن
میں بھی اب اپنی ہی باتوں سے مکر جاتا ہوں

اقرا ——— لاہور

اب دل کی تمنا ہے تو اے کاش یہی ہو
آنسو کی جگہ آنکھ سے حسرت نکل جائے

سرورق کی شخصیت

ماڈل .... انمول شیخ
میک اپ ... روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی ..... موسیٰ رضا

بقیہ شعاع کے ساتھ ساتھ

کر دیتی ہوں۔ دل میں نفرت نہیں رھتی کسی کے لیے۔ رشتوں کو جوڑ کر رکھنے والی لڑکی ہوں، کوشش کرتی ہوں سب مل جل کر رہیں، خوش رہیں چار دن کی زندگی ہے پیار محبت سے ہنسی خوشی گزاریں ،جئیں اور جینے دیں۔

س: آپ کی خامیاں؟

ج: خامیاں بھی بہت سی ہیں۔ پہلے یہ خامی تھی ہر ایک پر جلدی یقین کر لیتی تھی۔ مگر وقت کے ساتھ سمجھ میں آ گیا، لوگ ویسے ہوتے نہیں جیسے نظر آتے ہیں۔ جذباتی بہت ہوں جذبات میں بہت کچھ سوچ لیتی ہوں غصہ بھی جلدی آ جاتا ہے صرف گھر والوں پر، جتنی جلدی غصہ آتا ہے اس سے زیادہ جلدی ختم ہو جاتا ہے بس نخرے نہیں برداشت ہوتے نہ نخرے کرتی ہوں۔ کنفیوز بہت جلدی ہو جاتی ہوں رش والی جگہوں پر جانے سے گھبراہٹ ہوتی ہے ایسی جگہوں پر جانے سے گریز کرتی ہوں اور ہاں سب سے بڑی خامی بھولتی بہت ہوں ابھی کوئی چیز رکھی دو منٹ بعد بھول جاتی ہوں کہاں رکھی ۔اسپیشلی پیسے رکھ کر بھول جاتی ہوں پھر جس کے بھی ملتے ہیں وہ میرے ہو گئے (ہاہاہا) بہت سننے کو ملتی ہے اسی عادت کی وجہ سے گھر میں اتنی خامیاں کافی ہیں ناں۔

س: سالگرہ مناتی ہیں؟

ج: بچپن میں تو کبھی نہیں منائی ہاں فرسٹ ٹائم آج سے آٹھ، نو سال پہلے ماموں کسسٹرز نے سرپرائز دیا۔ لائف کی یادگار اور پہلی سالگرہ بہت اچھی گزری۔ اتفاق سے شام میں اکلوتے عامر انکل کیک لے کر آ گئے۔ بس پھر ہم ہواؤں میں تھے بڑی مشکل سے کیک کاٹے ــــ نیچے آئے (ہاہاہا) بس تب سے ہر سال نو جولائی کو فرینڈز آ جاتی ہیں ۔ساتھ کھانا کھا لیتے ہیں، انجوائے منٹ ہو جاتی ہے ،الحمد اللہ بہت خوش نصیب ہوں بہت ہی اچھی دوستیں ملی ہیں۔ مجھے ابھی تک دوستی ہے ہماری کچھ فرینڈز کی شادی ہو گئی مگر پھر بھی سب سے رابطہ ہے۔

س: پسندیدہ اشعار؟

ج: حساس دلوں کو توڑنے کے لیے ضرورت نہیں پتھروں کی
یہ دل تو بکھر جاتے ہیں لفظوں کی چوٹ سے
ہم مطلبی نہیں کہ چاہنے والوں کو دھوکا دیں
بس ہمیں سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں

س: بارش کیسی لگتی ہے؟

ج: بارش بچپن میں بھی اچھی لگتی تھی۔ جیسے ہی بارش شروع ہوتی، دوستوں کے ساتھ گلیوں میں نکل جاتے۔ کاغذ کی کشتی بناتے تھے۔ دعا کرتے تھے کہ اور تیز بارش ہو، اب تو بارش اداس کر دیتی ہے یہی سوچتی ہوں جن کے گھر نہیں ہیں، وہ کیا کر رہے ہوں گے۔ دعا کرتی ہوں کہ بارش رک جائے، ہلکی ہلکی رم جھم پسند ہے، چائے کا مگ ہو ہاتھ میں ساتھ اچھا سا ناول بس اس حد تک پسند ہے بارش۔

س: پسندیدہ کتاب؟

ج: فرسٹ آف آل قرآن پاک سے بڑھ کر کائنات میں کوئی کتاب ہی نہیں، بس اللہ ہمیں مزید توفیق دے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی۔ باقی ناولز میں جنت کے پتے، پیر کامل، نمل، حالم، شہزاد، عصر یسرا بے حد پسند ہیں۔ اس کے علاوہ ہر وہ کتاب ڈائجسٹ پسند ہے۔ جس میں کوئی بھی بے حد اچھی بات ہو۔

آخر میں کچھ لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ میڈم سمیرا تھینک یو سوچ آپ نے بہت ساتھ دیا۔ مجھے بہت سپورٹ کیا جو کچھ ہوں میں لائف میں آپ کی سپورٹ کی وجہ سے ہوں۔ مس شمشاد آپ بھی بہت اچھی ہیں بہت ساتھ دیا آپ نے، مس حمیرا آپ تو آئیڈیل گرل ہیں، بہت اچھی ہیں اللہ آپ کے نصیب اچھے کرے۔ میری دوستیں،

pklibrary.com

ثمرین، شہنیلہ، سعدیہ، فوزیہ، عاصمہ، انعم، بشریٰ، زرافشاں، شازیہ، عائشہ، نازش، اقراء، حفصہ، عابدہ، آمنہ جن کے نام رہ گئے معذرت۔

لاسٹ میں میری برتھ ڈے ہے جولائی میں سومینی مینی ہیپی ریٹرن آف ڈا ڈے فورمی۔ اللہ میرے نصیب اچھے کرے اچھے عمل کرنے کی توفیق دے آمین شکریہ۔

عائشہ قیوم خان

س: شعاع کب پڑھنا شروع کیا؟

ج: شعاع کو ریگولر پڑھتے ہوئے تقریباً پندرہ یا سولہ سال ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی پڑھتی تھی۔ لیکن باقاعدہ 2006 سے پڑھنا شروع کیا۔ جب میں نے جاب اسٹارٹ کی اور اپنے پیسوں سے اپنا پہلا شوق پورا کیا تب سے باقاعدہ پڑھ رہی ہوں۔

اردو میرا پسندیدہ سبجیکٹ رہا ہے۔ اور ہے۔ شروعات بچوں کی کہانیوں سے ہوئی۔ جنوں پریوں اور شہزادوں کی کہانیاں پڑھتے پڑھتے بڑی ہوئی۔ میں ان کہانیوں کو محسوس کرتی ہوں۔ ان کے کردار ہنساتے اور رلاتے ہیں۔

زمانے کے ساتھ لکھنے میں بھی جدت آ گئی ہے۔ لیکن مجھے خواتین، شعاع اور کرن کو کتابی شکل میں ہی پڑھنے میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ موبائل پر پڑھنا اچھا نہیں لگتا۔ شعاع سے بہت کچھ سیکھا ہے اور ان شا اللہ سیکھتی رہوں گی۔ مجھے جتنا شوق ہے، میرا ایک بھی بچہ میرے جیسا شوق نہیں رکھتا۔

زندگی کوئی اتنی آسان نہیں ہے۔ مجھے بے چینی اداسی اور غصہ بھی تھا اور ان سب کو بھلانے میں میری مدد شعاع اور خواتین نے کی ہے، شکر اللہ کا میں اب پرسکون ہوں۔ حالانکہ میں اپنا یہ شوق آفس میں ہی پورا کرتی ہوں یہاں تک کہ خط لکھنا بھی اور سلسلے میں شامل ہونا بھی میرے اس شوق کو میری آفیسر میڈم بھی سمجھتی ہے۔ اور بھی مجھے روکا نہیں گیا۔ کیونکہ میں اپنے تمام کام خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہوں۔ میں ایک لیب ٹیکنیشن ہوں میرا اور شعاع کا ساتھ باقاعدہ اس آفس میں آنے کے بعد پورا ہوا ہے۔

س: دن کا آغاز کب تک ہوتا ہے۔ کیا معمولات ہیں؟

ج: دن کا آغاز نماز پڑھ کر ہوتا ہے۔ نماز کے بعد وظائف وغیرہ پڑھ کر دوبارہ سو جاتی ہوں۔ ایک گھنٹے کی نیند دوبارہ ضرور لیتی ہوں۔ اس کے بعد اٹھتی ہوں کیونکہ آفس بھی جانا ہوتا ہے۔ تو سب کا ناشتا ریڈی کر کے اور کروا کر کچن سمیٹتی ہوں۔ ویسے اگر معمولات کو تفصیلاً لکھنا شروع کیا تو صفحے کے صفحے بھر جائیں۔

تیار ہو کر آفس کے لیے نکل جاتی ہوں، ہماری رہائش چونکہ آفس کی کالونی میں ہی ہے تو پانچ منٹ میں، میں اپنی لیب میں پہنچ جاتی ہوں اور لیب کے معمولات کے ساتھ خواتین شعاع اور اب تو کرن بھی ساتھ ہوتا ہے۔

لنچ بریک میں گھر جانا ہوتا ہے، سالن اماں بنا لیتی ہیں۔ اور روٹی میں پکا لیتی ہوں جا کر۔ اب تو میرا ساتھ دینے کے لیے ماشاء اللہ میری بیٹی ہے۔ لیکن اسی سال کے اینڈ میں ان شاء اللہ اس کی شادی ہو جانی ہے۔ پھر پتا چلے گا مجھے، فی الحال تو انجوائے کر رہی ہوں۔ پر میرا چھوٹا بیٹا عبید کہتا ہے، امی آپ ٹینشن نہ لیں۔ آپی کے جانے کے بعد میں آپ کی ہیلپ کر دوں گا، ماشاء اللہ آج اس کا میٹرک کا پہلا پیپر ہے۔

س: آپ کی خوبیاں؟

ج: ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے۔ میری خوبی دوسروں کا درد محسوس کرنا ہے۔ کسی کی بھی ہیلپ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتی ہوں۔ اپنے موڈ پر بہت کنٹرول ہے۔ اپنی خوشی سے زیادہ دوسروں کو خوش کر کے خوشی محسوس کرتی ہوں۔ کسی کو

pklibrary.com

ناراض نہیں کر سکتی اور اگر ناراض ہو جاؤں تو فوراً مان جاتی ہوں۔ اپنے بچوں کی دوست ہوں، میرے بچے اپنی ہر بات بے دھڑک شیئر کرتے ہیں اور میں اپنے بچوں کے علاوہ اپنی سسرال کے سارے بچوں کی فیورٹ مامی اور چاچی ہوں اور ہاں یاد آیا۔ میں جس سے بھی ملوں اور وہ اپنی ہر بات مجھ سے شیئر کر لیتے ہیں۔

س: آپ کی خامیاں؟

ج: میرے بچے کہتے ہیں۔ امی آپ اپنی صفائی کیوں دیتی ہیں۔ ہمیں پتا ہے۔ آپ ٹھیک ہیں لیکن آپ جنہیں سمجھانا چاہتی ہے وہ آپ کی بات کو بھی نہیں مانیں گے۔ اس لیے بہتری اسی میں ہے۔ آپ خاموش رہا کریں۔ میں غلط نہ ہو کر بھی اکثر غلط ٹھہرائی جاتی ہوں۔ تب مجھے لگتا ہے، میں حق پر ہوں۔ مجھے بولنا چاہیے۔ حالانکہ میں بدتمیز نہیں ہوں لیکن میرا سمجھانا، میرا بات کرنا بھی بدتمیزی میں شامل ہو جاتا ہے۔ میری نظر میں میری یہ خامی تو نہیں ہے لیکن دوسروں کی نظر میں میری سب سے بڑی خامی یہی ہے۔

س: سالگرہ مناتی ہیں؟

ج: نہیں جی! کہاں یاد، بھی نہیں ہوتا کسی کو میری سالگرہ ہے۔ لیکن مجھے شادی کی سالگرہ منانے کا بڑا شوق رہا ہے۔ جس میں منہ کی کھانی پڑی۔ ہوا کچھ یوں کہ شادی کے تقریباً کوئی آٹھ سال بعد جاب اسٹارٹ ہوئی تھی میری۔ تو پہلی دفعہ دل چاہا اپنے پیسوں سے شوہر نامدار کو تحفہ دیا جائے۔ ہائے ہائے کیا یاد آ گیا۔ میں نے بڑے شوق سے وہ پرفیوم لیا۔ جو میرے ہسبینڈ نے ہماری شادی 1999 میں لگایا ہوا تھا۔ مجھے بہت پسند تھی وہ خوشبو تو بس جی 2007 میں دوبارہ لینے کا سوچا۔ ڈھونڈ بھی لی۔ پیک بھی کروالی اور رات کو بیڈ پر رکھ دی۔ اور پھر میرے ارمانوں کا صحیح معنوں میں خون ہی ہو گیا۔

جناب عالی نے دیکھ کر یوں ہی رکھ دیا۔ نہ کوئی پیار بھرا لفظ نہ کوئی شکریہ کرچی کرچی ہوا تھا دل۔ اس سال ماشاء اللہ 12 اپریل کو 24 سال ہو گئے اور وہ دن آیا اور یوں ہی گزر گیا۔ پر چلیں کوئی نہیں، اب سمجھ داری آ گئی ہے ان باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ تعالیٰ میرے سہاگ کو سلامت اور آباد رکھے آمین یہی بہترین اور خوب صورت تحفہ ہے اللہ کا۔

س: پسندیدہ شعر؟

ج: زندگی کا واحد شعر جو اسکول کے زمانے میں باقاعدہ یاد کیا۔ اور آج تک یاد ہے۔ میں زیادہ پرانی نہیں ہوں۔ 41 بہاریں دیکھ چکی ہوں زندگی کی، جی شعر یہ ہے۔

تیرے اختیار میں کیا نہیں مجھے اس طرح نواز دے
یوں دعائیں میری ہوں قبول میرے لب پر کوئی دعا نہ ہو

س: بارش کیسی لگتی ہے؟

ج: سردیوں کی بارش بالکل نہیں پسند مجھے، روشن دن پسند ہے۔ اور بارش گرمیوں کی پسند ہے۔ وجہ گرمی ہوتی ہے تب تھوڑی گرمی کم ہو جائے۔

س: پسندیدہ کتاب؟

ج: میں نے ایک کتاب نام ذہن سے نکل گیا۔ آخرت کے بعد کا منظر تھی۔ وہ بڑے شوق سے پڑھی تھی۔ موت کا منظر یاد آ گئی، میری ایک میڈم جن کا اب ٹرانسفر ہو گیا ہے۔ کہنے لگیں۔ لڑکی تم موت کا منظر اتنے شوق سے پڑھ رہی ہو۔ لگ رہا ہے جیسے کوئی ناول یا ناولٹ پڑھ رہی ہو۔ تمہیں ڈر نہیں لگ رہا تو میں نے میڈم سے کہا ڈر تو ہے۔ پر جاننا چاہتی ہوں۔ کیسے سیدھی راہ اختیار کر کے بچا جائے۔ اس کے علاوہ خواتین، شعاع اور کرن ہی ہیں۔ میرے مطالعے کے۔ اجازت چاہتی ہوں۔

pklibrary.com

اندازہ

حدیقہ کیانی گلوکاری کے بعد اداکاری کے شعبے میں بھی کامیاب رہی ہیں لیکن ان کی ازدواجی زندگی ناکام رہی۔ حدیقہ کیانی نے اس بارے میں بتایا کہ میری حماد حسن سے مکمل طور پر ارینج میرج ہوئی تھی۔ پاکستان میں اینیمیٹر کی تعداد بہت کم تھی۔ حماد ان میں سے ایک تھے۔ وہ ایک تھری ڈی اینیمیٹر تھے۔ ان دنوں وہ میری ایک وڈیو پر کام کر رہے تھے اور وڈیو بناتے بناتے وہ میری محبت میں گرفتار ہو گئے۔

ہماری ایک مشترکہ میک اپ آرٹسٹ دوست کے ذریعے انہوں نے مجھے پیغام بھیجا اور ملاقات کا کہا جس پر میں نے انکار کر دیا اور بھائی سے بات کرنے کا کہا۔ دوست کے اصرار پر میں نے فون پر حماد سے بات کی اور کہا کہ میں آپ کو اتنی پسند ہوں تو اپنی امی کو لاہور میرے گھر لے آئیں۔

میرے لاہور پہنچنے پر اگلے دن حماد اپنی والدہ کو میرے گھر لے آئے اور یوں ہماری منگنی ہو گئی جو ڈھائی سال رہی۔ میں نے منگنی سے پہلے یہی شرط رکھی تھی کہ میں میوزک نہیں چھوڑوں گی۔ جس پر وہ بخوشی راضی ہو گئے تھے۔

بعد میں میری شادی کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ میری ساس تھیں، انہیں میری موسیقی سے مسئلہ تھا۔

حدیقہ نے کہا کہ ”مجھ سے سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اپنے دل کی نہیں سنی، منگنی کے دوران میرا دل اس رشتے پر نہیں مان رہا تھا۔ جس کا اندازہ حماد کو ہوا تو اس نے نیند کی گولیاں کھا کر خودکشی کی کوشش کی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ جو بندہ میرے لیے اپنی جان دینے جا رہا ہے، میں اس کے ساتھ بہت خوش رہوں گی۔ یہ میرا خیال رکھے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میرے اندازے غلط ہو گئے۔“

رائے

معروف صحافی اور کالم نگار حامد میر سے جب یہ

واصفہ سہیل

پوچھا گیا کہ ان کے خیال میں کون سے صحافی ہیں جو سنجیدگی سے کام کر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ شاہ زیب خانزادہ بہت محنتی ہے اور لگن سے کام کرتا ہے۔ (جنگ گروپ سے وابستہ بھی تو ہے!) پرنٹ میڈیا میں بہت سارے صحافی پسندیدہ ہیں جو اچھا کام کر رہے ہیں۔

عطاء الحق قاسمی اور وسعت اللہ خان کے کالمز شوق سے پڑھتا ہوں۔ وسیم بادامی آل راؤنڈر رہے، سیاسی ٹاک شو بھی کرتا ہے۔ رمضان نشریات بھی کرتا ہے اور نعتیں بھی پڑھتا ہے۔ (لیکن کیا وہ صحافی ہے؟ معصومانہ سوال)

تنقید

شوبز کی مقبول ترین جوڑی حرا اور مانی کی ہے۔ حرا اکثر مانی کی تعریف کرتی نظر آتی ہیں۔ ایک پروگرام میں حرا نے بتایا کہ مانی ان سے اچھے اداکار ہیں (ہاہاہا) لیکن مانی اکثر حرا کو ڈانٹتے ہیں ان کی اوٹ پٹانگ ڈریسنگ پر حرا نے اعتراف کیا کہ وہ الٹا سیدھا لباس پہنتی رہتی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ لباس کے معاملے پر ہونے والی تنقید درست ہوتی ہے (ہیں) انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کچھ عرصے قبل ساڑھی کے ساتھ پہنی گئی شرٹ دراصل مانی کی پرانی شرٹ تھی۔

pklibrary.com

امۃ الصبور

ہابیل اور قابیل

روئے زمین پر سب سے پہلا قتل قابیل بن آدم کے ہاتھوں سرزد ہوا کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ قابیل کے نام میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض ''قین''، بعض ''قابین''، یعنی ''قاین'' اور بعض ''قابیل'' کہتے ہیں۔ جس سبب سے ہابیل قتل ہوا، اس میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ دونوں بھائیوں میں جھگڑے کی وجہ آدم کی ایک بیٹی سے نکاح تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ قربانی کا قبول نہ ہونا اس کا سبب تھا۔

اولاد آدم کے نکاح

حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوتی پس وہ پہلے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں کا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں سے نکاح کر دیتے۔

یہاں تک کہ ان کے ہاں دو (دو حمل سے) بیٹے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے۔ قابیل کاشت کار اور ہابیل چرواہا تھا۔ قابیل بڑا تھا اور اس کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن انتہائی حسین و جمیل تھی۔ ہابیل نے قانون کے مطابق قابیل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا مگر قابیل نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی، تیرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے زیادہ حسین و جمیل ہے لہٰذا اس سے نکاح کرنے کا مستحق میں اپنے آپ کو سمجھتا ہوں۔ ان دونوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو حکم دیا کہ وہ قانون شکنی نہ کرے مگر قابیل نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ایک جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی۔ فیصلے کے لیے دونوں نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی تاکہ فیصلہ ہو جائے کہ اس حسین و جمیل لڑکی کا خاوند بننے کا کون حق دار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام قربانی کے دن وہاں موجود نہ تھے بلکہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

''اے آدم! کیا تم جانتے ہو کہ میرا ایک گھر زمین میں ہے۔''

انہوں نے جواب دیا۔ ''اے اللہ نہیں۔''

فرمایا۔ ''میرا گھر مکہ کی سرزمین پر واقع ہے۔ تم وہاں جاؤ۔''

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم میرے بعد میری اولاد اور اہل خانہ کی امانت داری کے ساتھ حفاظت کرنا مگر آسمان نے یہ ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے زمین سے کہا مگر اس نے بھی انکار کر دیا پھر پہاڑوں سے کہا۔ انہوں

pklibrary.com

نے بھی انکار کر دیا۔ پھر قابیل کو کہا، اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور کہا۔

"آپ تشریف لے جائیں، واپس لوٹیں گے تو آپ اپنے اہل خانہ کو اس حالت میں پائیں گے جو آپ کو خوش کر دے۔"

پس حضرت آدم علیہ السلام چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد قربانی کا واقعہ ہوا۔ جب دونوں نے قربانی کی تو ہابیل نے ایک صحت مند جانور اور قابیل نے غلے کا ایک ڈھیر قربانی کے طور پر پیش کیا۔

جب آگ آئی تو اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے قابیل سخت غصہ میں آ گیا اور کہا کہ میں ضرور تمہیں قتل کر دوں گا تاکہ تو میری بہن سے نکاح نہ کر پائے۔

ہابیل نے جواب میں کہا۔ "اللہ تو متقیوں کی ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔"

پس قابیل، ہابیل کو قتل کرنے کے لیے تلاش کرتا رہا۔ ہابیل پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرتا تھا۔ ایک دن وہ تلاش کرتے کرتے اس کے پاس جا پہنچا۔ بکریاں گھاس چر رہی تھیں اور ہابیل پاس سویا ہوا تھا۔ قابیل نے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس کا سر کچل دیا۔ ہابیل مر گیا۔ قابیل نے اس کو ویسے ہی بے گور و کفن چھوڑ دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کرے؟

پس اللہ تعالیٰ نے دو کوے جو آپس میں بھائی تھے۔ ان کو بھیجا۔ انہوں نے آپس میں لڑائی کی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ قاتل کوے نے مقتول کوے کے لیے زمین میں گڑھا کھودا اور اس میں ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔ "ہائے میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔"

ابن اسحاق بعض اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں خطا واقع ہونے سے قبل حضرت حوا سے قربت فرمائی، پس وہ حاملہ ہو گئیں۔ بوقت زچگی انہوں نے کسی بھی قسم کی تکلیف نہ اٹھائی، نہ درد اور کمزوری محسوس کی اور نہ ہی کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی اور نہ ہی بوقت ولادت کسی قسم کا خون دیکھا۔ اس لیے کہ جنت انتہائی پاکیزہ جگہ ہے اس حمل کی ولادت سے قین (قابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی) پھر جب ممنوعہ درخت کا پھل کھایا اور خطا کا ارتکاب ہو گیا اور وہ دونوں زمین کی طرف اتار دیے گئے تو یہاں آ کر آدم وحوا کی قربت ہوئی تو اس حمل کی زچگی کے وقت انہوں نے تکلیف، درد، کمزوری محسوس کی اور خون بھی دیکھا اور نقاہت کے سبب غش کی کیفیت آ گئی۔ اس حمل سے ہابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔

حضرت حوا جب بھی حاملہ ہوتیں تو دو جڑوں بھائی بہن کے ساتھ حاملہ ہوتیں۔ آدم کے چالیس بچے ان کے پہلو سے بیس مرتبہ کے حمل سے پیدا ہوئے اور ان میں سے کوئی بھی لڑکا اپنی جڑواں بہن کے علاوہ جس بہن سے چاہتا نکاح کرتا تھا۔ اس زمانے میں جڑواں بہن کے علاوہ سب بہنیں حلال تھیں۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں اپنی ماں اور بہنوں کے علاوہ اور کوئی عورت نہ تھی۔ لہٰذا نسل انسانی میں کے علاوہ اور کوئی عورت نہ تھی لہٰذا نسل انسانی میں اضافے کی غرض سے اس بات کی اجازت دی گئی۔

ابن اسحاقؒ ایک روایت میں اہل کتاب کے علما سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے قین کو حکم دیا کہ وہ اپنی جڑواں بہن کا نکاح ہابیل سے کر دے اور ہابیل کو حکم دیا کہ وہ اپنی

pklibrary.com

جڑواں بہن کا نکاح قابیل سے کردے۔ ہابیل نے بات مان لی مگر قابیل نے انکار کردیا اور ہابیل کی بہن سے نکاح کو ناپسند کیا ور اپنی جڑواں بہن کی طرف رغبت ظاہر کی اور کہا کہ ہمارا تخم جنت سے ہے اور ان کا تخم زمینی ہے اس لیے میں اپنی جڑواں بہن کے ساتھ شادی کا جائز حق دار ہوں نیز یہ کہ قابیل کی بہن نہایت حسین و جمیل تھی جس کی وجہ سے وہ اس پر مرمٹا اور اس کے نفس نے اسے بات پر پختہ کردیا۔

ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ''اے بیٹے، یہ تیرے لیے حلال نہیں لیکن اس نے اپنے باپ کی بات ماننے سے بھی انکار کردیا پھر آدم نے کہا تم بھی قربانی کرو اور تمہارا بھائی ہابیل بھی قربانی کرے گا۔ جس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول کی وہ اس کا مستحق ہوگا۔''

قین زراعت پیشہ تھا اور ہابیل بکریاں چراتا تھا۔ سو قین نے قربانی کے لیے گندم پیش کی اور ہابیل نے اپنی تندرست اور توانا بکریوں میں سے ایک بکری قربان کی اور بعض کے قول کے مطابق ایک گائے قربان کی۔ اللہ تعالیٰ نے سفید آگ بھیجی جس نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا، قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جانور کی ہی قربانی کی جاتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی قبول فرمالی اور وہ اس فیصلہ میں ہابیل (قابیل) کی بہن کا حق دار بن گیا جس پر قابیل انتہائی غضب ناک ہوگیا۔ اس پر تکبر و بڑائی چھا گئی اور شیطان نے اسے مکمل سے مغلوب کرلیا۔ پس اس نے اپنے بھائی ہابیل کا پیچھا کیا۔ وہ اس وقت اپنے ریوڑ میں تھا۔ قابیل نے وہاں پہنچ کر اسے قتل کر ڈالا۔

اہل تورات کہتے ہیں کہ جس وقت قین (قابیل) نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ ''تمہارا بھائی ہابیل کہاں ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں نہیں جانتا اس لیے کہ میں اس پر محافظ نہیں تھا۔''

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تمہارے بھائی کے خون نے مجھے زمین سے پکارا ہے لہٰذا اب تو ملعون ہے۔ اس زمین میں جس کا منہ تیرے لیے میں نے کھول رکھا تھا۔ تیرے ہاتھ اپنے بھائی کے خون سے آلودہ ہیں۔ جب تو نے یہ کام زمین میں کیا تو اب زمین تیرے لیے اپنی کھیتی نہیں اگائے گی اور اب تو زمین میں گھبرایا ہوا پھرنے لگا۔''

قین نے کہا۔ ''میری خطا آپ کی مغفرت سے بڑھ گئی؟ آج آپ نے مجھے زمین سے نکال دیا۔ (یعنی اس کے منافع سے محروم کردیا) اور میں اس میں دہشت زدہ اور گھبرایا ہوا رہوں گا پس جو شخص مجھ سے ملے گا۔ مجھے قتل کر ڈالے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس طرح نہیں ہوگا کہ جو شخص زمین میں قتل کرے تو اس کے قتل کے بدلے سات قتل کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا لیکن جو تیرے طریقہ پر قتل کرے گا اس کا قتل سات قتل کے برابر شمار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قین (قابیل) میں ایک انشانی مقرر فرمادی تاکہ جو اسے پائے قتل نہ کرسکے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قتل کا سبب یہ تھا کہ ان کو قربانی کے ساتھ اپنا تقرب حاصل کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے قربانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان میں سے ایک کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور دوسرے کی رد کردی۔ ان میں سے ایک بڑا کاشت کار تھا اور دوسرا چرواہا۔ دونوں کو قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت آدم کا جو بیٹا (ہابیل) بکریاں چراتا تھا اس نے ایک عمدہ، تندرست، خوب صورت اور اپنی پسندیدہ ترین بکری کی قربانی کی اور جو بیٹا کاشت کار تھا اس نے

pklibrary.com

بے کار، بدہضم اور اپنے بدترین ناپسندیدہ اناج کی نذر پیش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بکری والے کی قربانی قبول فرمالی اور اناج والے کی رد کردی۔ مقتول بھائی دو آدمیوں سے بھی زیادہ قوی تھا۔ لیکن اس نے گناہ سے بچنے کے لیے اپنے بھائی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں بھائیوں کی دولت کا یہ حال تھا ان میں سے کوئی بھی ایسا مسکین نہ تھا کہ جس کو خیرات دی جاسکتی۔ قربانی صرف تقریب الٰہی کے حصول کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے ان کے دل میں آئی اور انہوں نے آپس میں کہا کہ کاش ہم قربانی کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کرلیتے۔

اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ آدمی جب تقرب کے طور پر قربانی کرتا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتا تو اس پر آگ بھیج دیتا جو اس کی قربانی کو کھاجاتی اور اگر اللہ راضی نہ ہوتا تو آگ بجھ جاتی۔ پس ان دونوں نے قربانی کی۔ ان میں سے ایک چرواہا تھا اور دوسرا کاشت کار، چرواہے نے اپنی بکریوں میں سے عمدہ تندرست بکری قربانی کے طور پر پیش کی اور کاشت کار نے کچھ اناج بطور نذر پیش کیا۔ سو آگ ان دونوں کے درمیان اتری لیکن بکری کو کھا گئی اور اناج کو چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگا۔

"کیا تم لوگوں کے درمیان اس طرح چلو پھرو گے حالانکہ لوگ نہیں جانتے کہ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری مردود، اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا اور لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے کہ ایک بہتر ہے اور ایک کمتر، بلکہ میں تجھے قتل کردوں گا۔"

دوسرے بھائی نے یہ سن کر کہا: "اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نذر قبول کرتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں۔"

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جب قابیل نے اپنے بھائی کو ہابیل کو قتل کردیا تو اپنی بہن قلیما کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر بوز نامی پہاڑ سے اتر کر خفیض کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل نے فرمایا تھا۔ تو جا، لیکن تو مسلسل خوف زدہ ہی رہے گا اور جس کو بھی تو دیکھے گا اسی سے تو جان کا خطرہ محسوس کرے گا پس اس کی اولاد میں سے جو بھی اس پر گزرتا وہ اس پر پتھر برساتا۔ قابیل کا ایک لڑکا نابینا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ قابیل کے پوتے نے اپنے سے کہا کہ "یہ آپ کے والد قابیل ہیں۔" یہ سن کر اس نابینا نے پتھر اٹھایا اور اپنے باپ کو مار کر قتل کردیا۔

قابیل کے پوتے نے اپنے باپ سے کہا۔ "اے ابا جان! آپ نے تو اپنے باپ (دادا) کو قتل کردیا۔"

نابینا نے ہاتھ بلند کیے اور اپنے بیٹے کو زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے وہ بھی مرگیا۔ اس کے بعد نابینا نے کہا۔ ہائے میری ہلاکت و بربادی کہ میں نے اپنے باپ کو پتھر سے اور اپنے بیٹے کو تھپڑ سے قتل کردیا۔"

تورات میں ہے کہ قتل کے وقت ہابیل کی عمر بیس سال اور قابیل کی عمر پچاس سال تھی۔

بعض حضرت کہتے ہیں کہ حضرت حوا کے بطن سے آدم کی ایک سو بیس اولادیں ہوئیں اور ہر حمل سے ایک جوڑا پیدا ہوتا تھا۔ پہلوٹھی کے بچے قابیل اور اس کی بہن قلیما اور سب سے آخر میں عبدالمغیث اور اس کی جڑواں بہن امۃ المغیث پیدا ہوئے۔

لیکن ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ان کی کل اولاد چالیس تھی اور یہ بیس حمل سے پیدا ہوئی تھی نیز ابن اسحاق نے یہ بھی کہا کہ ان میں سے بعض کے نام ہم تک پہنچے اور بعض کے نہیں۔ جن کے نام ہم تک پہنچے وہ پندرہ مرد اور چار عورتیں ہیں۔

☆☆

موسم کے پکوان

واصفہ سہیل

ڈائیکون چکن
جاپانی ڈش

ضروری اشیاء:

مرغی کا گوشت	آدھا کلو
پیاز	ایک کپ
یخنی	دو کپ
شملہ مرچ	ایک عدد
دہی	ایک کپ
ٹماٹر	ایک کپ
پسا لہسن	ایک چائے کا چمچہ
ادرک	ایک چائے کا چمچہ
میتھی دانہ	ایک چائے کا چمچہ
رائی	ایک چائے کا چمچہ
زیرہ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
مکھن	دو کھانے کے چمچے
تیز پات	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
تیل	دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچے

ترکیب:

چکن کی ہڈیاں الگ کر کے اس کی دو کپ یخنی بنالیں۔
چکن اور شملہ مرچ کو اسٹرپ میں کاٹ لیں۔
بوٹیوں پر نمک اور سیاہ مرچ پاؤڈر اچھی طرح لگا کر گرم تیل میں گوشت کو بھون لیں۔ بوٹیوں کی رنگت براؤن ہو جائے تو نکال کر ڈش میں رکھ دیں۔
اسی ساس پین میں مکھن گرم کر کے میتھی دانہ اور رائی ڈال کر کڑ کڑا ئیں۔ باریک کٹی پیاز شامل کریں۔ پیاز کی رنگت ہلکی سنہری ہو جائے تو اس میں ہلدی پاؤڈر، زیرہ پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر باریک کٹا ادرک لہسن شامل کر کے بھونیں۔
شملہ مرچ شامل کر کے فرائی کریں۔ اب اس میں چکن شامل کریں۔ ایک سے دو منٹ بھوننے کے بعد دہی، ٹماٹر، تیز پات اور یخنی شامل کر کے دھیمی آنچ پر بیس منٹ تک پکائیں۔
گوشت گل جائے اور شوربہ گاڑھا ہو جائے تو آنچ سے اتار لیں۔ سرونگ ڈش میں نکالیں اور گارنش کر کے چپاتی یا چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

پشاوری کڑھائی

ضروری اشیاء:

چکن	آدھا کلو
کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچہ
لہسن ثابت	آٹھ عدد
نمک	حسب ذائقہ
ٹماٹر	ڈیڑھ پاؤ
ادرک	ایک انچ کا ٹکڑا
ہری مرچ	آٹھ عدد
تیل یا گھی	ایک کپ
ثابت دھنیا	دو کھانے کے چمچے
سوکھی میتھی	دو کھانے کے چمچے

ترکیب:

آدھی پیالی پانی میں کٹی ہوئی لال مرچ نمک اور لہسن کے جوے باریک کاٹ کر گھول لیں۔ پیسٹ بنالیں۔ تیل یا گھی گرم کر کے اس میں پیسٹ ڈال کر بھون لیں۔ جب خوب بھن جائے تو اس میں چکن ڈال دیں۔ اس میں اتنا پانی

ڈالیں کہ چکن کا ایک حصہ گل جائے۔
ٹماٹر اور ادرک کو باریک کاٹ کر لیں۔ جب چکن گل جائے تو اس میں باریک کٹے ہوئے ٹماٹر اور ادرک ڈال کر اس وقت تک پکائیں جب تک اس کا پانی خشک نہ ہو جائے۔ پانی خشک ہونے کے بعد ایک فرائی پین میں ثابت دھنیا ڈال کر بھون لیں پھر اس میں سوکھی میتھی بھی ڈال کر بھون لیں۔ ہلکا بھوننے کے بعد اس کو باریک پیس لیں۔
جب چکن بھن جائے تو اس میں کٹی ہوئی ہری مرچیں ڈال کر اوپر سے پسی ہوئی میتھی اور دھنیا ڈال کر پتیلی کا ڈھکن ڈھک کر چولہا بند کر دیں۔ پانچ منٹ بعد سرو کریں۔
مزے دار پشاوری کڑھائی تیار ہے۔

بینگن کڑھی

ضروری اشیاء:

بیسن	آدھا کپ
دہی	آدھا کلو
تیل	تلنے کے لیے
بینگن	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
پانی	حسب ضرورت
لال مرچ پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ

کوٹنگ کے لیے:

بیسن	آدھا کپ
نمک	حسب ذائقہ
کٹی لال مرچ	حسب ذائقہ
میٹھا سوڈا	ایک چٹکی

بگھار کے لیے:

ثابت لال مرچیں	آٹھ، دس عدد
پیاز	ایک عدد
کڑی پتا	دس، بارہ عدد

ترکیب:
ایک پیالے میں دہی ڈال کر بیسن، نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر اور دو، تین کپ پانی ڈال کر اچھی طرح پھینٹ لیں۔ دیگچی میں پھینٹا ہوا آمیزہ اور ایک جگ پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دیں اور مسلسل چمچہ چلائیں تاکہ گٹھلیاں نہ بنیں۔ جب ابال آجائے تو درمیانی آنچ پر کڑھی گاڑھی ہونے تک پکائیں۔
آدھا کپ بیسن کو پھینٹ کر اس میں نمک، کٹی لال مرچ اور میٹھا سوڈا ڈال کر پھینٹ لیں۔ اس آمیزے میں بینگن کے گول سلائس ڈبو کر گرم تیل میں تل لیں۔ تلے بینگن کڑھی میں ڈال کر اوپر سے ثابت لال مرچیں، کڑھی پتا اور پیاز کا بگھار لگائیں۔ سرونگ پلیٹ میں نکال کر ہرا دھنیا سے گارنش کریں۔

چاکلیٹ ونیلا پیسٹری

اجزاء:

میدہ	ایک کپ
تیل/مکھن	تین چوتھائی کپ
کوکو پاؤڈر	چار کھانے کے چمچے
دودھ	حسب ضرورت
ونیلا ایسنس	آدھا چائے کا چمچہ
کریم	حسب پسند
بیکنگ پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
انڈے	چار عدد

ترکیب:
پیالے میں میدہ اور بیکنگ پاؤڈر کو چھان لیں۔ کوکو پاؤڈر کو الگ پیالے میں چھان لیں۔ انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ کر تیل/مکھن شامل کر لیں۔ میدے کے آمیزے کو الگ دو حصوں میں کر لیں، ایک حصے میں کوکو پاؤڈر اور ونیلا ایسنس شامل کر لیں۔ دوسرے حصے میں دودھ اور ونیلا ایسنس ڈال کر مکس کر لیں۔
دونوں امیزوں کو گریس شدہ بیکنگ پین میں ڈال کر پتیلی میں بیک کر لیں تیار کیک کو پیسٹری کی شکل میں کاٹ لیں اور درمیان میں کریم ڈال کر دوبارہ کیک کا پیس رکھ دیں۔ سرونگ پلیٹ میں رکھ کر سرو کریں۔

☆☆

pklibrary.com

انڈے نہ صرف ہمارے جسم کے لیے مفید ہیں بلکہ یہ ہماری جلد اور بالوں کو صحت بخش غذائیت پہنچانے کے حوالے سے بھی انتہائی اہم ہیں۔

بالوں کے لیے

1۔ انڈے اور زیتون کا ماسک

ایک انڈا لے کر اس کو اچھی طرح پھینٹ لیں پھر اس میں ایک سے دو چمچے کھانے کے چمچے زیتون کا تیل اچھی طرح مکس کر لیں۔ اس آمیزے کو تیس منٹ تک بالوں میں لگائیں۔ پھر کسی اچھے شیمپو سے بال دھو لیں۔

2۔ انڈے، دودھ اور شہد کا ماسک

ایک انڈا، ایک کھانے کا چمچہ شہد اور ایک کھانے کا چمچہ دودھ میں اچھی طرح مکس کر لیں اور آدھے گھنٹے کے لیے بالوں میں لگائیں۔ خشک بالوں میں چمک لانے کے لیے بہترین ہے۔

3۔ انڈے اور دہی کا کنڈیشنر

ایک انڈے میں ایک سے دو کھانے کے چمچے دہی ملا کر آدھے گھنٹے بعد دھو لیں۔

4۔ انڈے اور مایونیز کا ماسک

دو چمچے مایونیز میں ایک انڈا ملا کر پھینٹ لیں بالوں کو لپیٹ کر شاپر سے ڈھانپ لیں یہ ماسک خشک بالوں کے لیے بہترین ہے۔

چہرے کے مسامات بند کرنے کے لیے

ایک انڈا پھینٹ لیں۔ دو چمچے پھینٹا ہوا انڈا لے کر اس میں ایک کھانے کا چمچہ لیموں کا اس شامل کر لیں اور چہرے پر لگائیں خشک ہو جائے تو چہرہ دھو لیں۔

رنگ نکھارنے کے لیے

دو چمچے پھینٹے انڈے میں دو چمچے دہی ملا کر چہرے پر لگائیں اور خشک ہو جائے تو چہرہ دھو لیں۔

قدرتی انداز میں آئی بیگز کم کریں

آئی بیگ یعنی آنکھوں کے نیچے کا حصہ ابھرا ہوا ہونا جیسے ان میں پانی بھرا ہو یہ بعض اوقات قدرتی بھی ہوتے ہیں یا بڑی عمر و نیند کی کمی کے باعث بھی ہوتے ہیں جس کے سبب خواتین جو آئی بیگز کی پریشانی کا شکار ہوتی ہیں اپنی عمر سے دس برس بڑی لگنے لگتی ہیں اور ان کا چہرہ تھکا تھکا اور پژمردہ کا تاثر پیش کرتا ہے۔

چہرے کے تمام حصوں میں آنکھوں کے اردگرد کا حصہ انتہائی نازک ہوتا ہے۔ آپ کی ذراسی بھی کوتاہی اور لاپروائی آنکھوں کے گرد حلقے سوجن و تھکن زدہ آنکھوں کا باعث بن سکتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر آپ بہت بھاری (ہیوی) نائٹ آئی کریم کا استعمال کرتی ہیں تو یہ عمل بھی آپ کی آنکھوں کے نیچے ابھار پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

آپ اپنی غذائی روٹین میں تبدیلی لاتے ہوئے نمک کو اپنی غذا سے کم کر دیں اور بازار کی نمکین اور ٹین پیک اشیاء سے بھی احتیاط برتیں۔ یہ احتیاطی تدابیر آنکھوں کے نیچے جمع ہوئے پانی کو کم کرنے میں معاونت فراہم کریں گی۔ بہت زیادہ بھاری آئی کریم آنکھوں کے اردگرد لگانے کے بجائے نہایت ہلکے اساس کا موئسچرائزر دن کے وقت اپلائی کریں اور اس موئسچرائزر سے مساج نہیں کرنا صرف اپلائی کرنا ہے۔

قدرتی غذائیت بخش اشیاء کے ذریعے بھی آپ اپنی اس پریشانی کو نمٹا سکتی ہیں۔ کھیرے کے سلائسز کو فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کر لیں۔ اب ان سلائسز کو بیس منٹ تک اپنی بند آنکھوں پر رکھ کے آرام سے لیٹ جائیں۔ جب کھیرے کی ٹھنڈک ختم ہو جائے۔ اب دوسرا ٹھنڈا سلائس اپنی آنکھوں پر رکھ لیں۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے اپنا چہرہ دھو لیں۔ آپ کچے آلو کے سلائسز کو ٹھنڈا کر کے بھی استعمال کر سکتی ہیں یا کچے آلو کا پیسٹ بھی اپنی آنکھوں کے پپوٹوں پر اپلائی کر سکتی ہیں۔ اسے بھی بیس منٹ تک لگا کر ٹھنڈے پانی سے اپنا چہرہ دھو لیں۔

☆☆

ختم نبوت ﷺ زندہ باد

عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو